مکمل و مدلل

مسائل رفعت قاسمی جدید

قرآن وحدیث کی روشنی میں
حضراتِ مفتیانِ کرام دار العلوم دیوبند
کی تصدیق وتائید کے ساتھ

مسائل وضو

مسائل خفین

مسائل غسل

مؤلف
مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دار العلوم دیوبند

حامد کتب خانہ کراچی
0333-9506150

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل وضوء

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

کمپوزنگ: دارالترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیرنگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دارالقراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی
راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
پشاور: حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور
صوابی: تاج کتب خانہ صوابی
اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک
بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر
سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات
تیمرگرہ: اسلامی کتب خانہ تیمرگرہ
باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین

☆تمت بالخیر☆

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس کاوش (مسائل وضو) کو جامع شریعت وطریقت جامع العلوم فقیہہ الامت
سیدی وشیخی واستاذی ومربی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی
قدس اللہ سرہ العزیز چشتی قادری سہروردی، نقشبندی سابق
مُفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی طرف منسوب کرنے
کی سعادت حاصل کررہا ہوں، جن کا وصال
بعمر ۹۲ سال ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
مطابق ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء کو موصوف
مرحوم کے خلیفہ وخادم
خاص مولانا

محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم افریقی
کے وطن جنوبی افریقہ کے شہر جوہانس برگ میں
ہوا اور وہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔
اللہ تعالی اپنی رحمت کاملہ سے

حضرت مفتی صاحب مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کی قبر کو اپنے انوار سے بھر دے۔ آمین

یکے از خدام حضرت مفتی صاحب مرحوم
محمد رفعت قاسمی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند
یکم رجب ۱۴۱۸ ھجری

عرض مؤلف

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد و علی اله و اصحابه و ازواجه و سلم. امابعد

خیال یہ تھا کہ "مسائل وضوء" اور "مسائل غسل" پر ایک مختصر کتاب ہو جائے گی، اس لئے اس کا اعلان کر دیا تھا، لیکن ضروری ضروری مسائل کافی تعداد میں جمع ہو گئے اس لئے مسائل وضوء اور مسائل غسل کو الگ الگ دو کتابوں میں مرتب کر دیا گیا ہے۔ قدرے تاخیر کی وجہ سے منتظرین ومخلصین کے کتاب کی طلب میں بہت خطوط آئے۔ میں ان سب حضرات سے علمی مشغولیت ومصروفیت کی وجہ سے معذرت خواہ ہوں۔

الحمد للہ چودھویں کتاب "مکمل ومدلل مسائل وضوء" پیش ہے، جس میں فضائل وضوء اور اس کی حکمتیں، کیسے پانی سے اور کس جگہ وضوء کیا جائے، وضوء کے صحیح ہونے کی شرطیں فرائض، واجبات، سنن ومستحبات وضوء نواقض وضوء، ہاتھ، پیر، منہ، ناک، کان، سر کا مسح، چوٹ، پلاسٹر، زخم، مریض اور معذوروں سے متعلق مسائل وضوء نیز بیمار ہونے یا پانی نہ ملنے پر تیمم کیوں ہے؟ او متعلقہ مسائل، پیشاب کا حکم، اس سے احتیاط نہ کرنے پر عذاب قبر کی وعید، استنجے سے متعلق مسائل، غرض یہ کہ وضو، تیمم اور استنجے سے متعلق تقریباً نو سو (۹۰۰) مسائل درج ہیں۔

یا اللہ! ہم سب کو ان مسائل پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرما اور اپنے فضل وکرم سے احقر کی اس کاوش کو قبول فرما کر آئندہ بھی دینی خدمت کا موقع عطا فرما۔ آمین

محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دار العلوم دیوبند

یکم رجب ۱۴۱۸ مطابق ۲ نومبر ۱۹۹۷ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتھم

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ سبحانہٗ

الحمدلله رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقه وخاتم النبیین محمد صلی الله علیه وسلم وعلی اٰله واصحابه وعلی من تبعه بالصدق الی قیام القیٰمة اجمعین

وبعد :

پیش نظر کتاب مرتبہ
حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی
استاد دارالعلوم دیوبند کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا۔
ماشاءاللہ اچھا مجموعہ ہے۔ بعض جگہ احقر کو کچھ تردد ہوا ظاہر کردیا
اور حضرت مولانا موصوف نے اس کی درستگی کی درخواست کو
قبول بھی فرمالیا، اس لئے قوی امید ہے کہ یہ
کتاب بھی حضرت مولانا موصوف کی
سابقہ کاوشوں کی طرح مقبول
عوام وخواص ہوگی۔ اس
کے لئے دل سے
دعاء بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔
آمین

فقط والسلام مکتبہ العبد نظام الدین
مورخہ ۲۸ رجب، ۱۴۱۸ ھجری

ارشاد گرامی قدر

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب دامت برکاتھم

مرتب فتاوی دارالعلوم ومفتی دارالعلوم دیوبند

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله و کفیٰ و سلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد

قابل مبارکباد ہیں مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند جو عرصہ سے ان تمام مسائل کو جو بکھرے ہوئے ہیں مختلف فتاوی اور فقہ کی کتابوں میں جمع کر رہے ہیں۔ جن کی اکثر دیندار مسلمانوں کو ضرورت رہتی ہے، اس سے پہلے آپ کی تیرہ کتابیں شائع ہوکر مقبول خاص وعام ہوچکی ہیں، یہ آپ کی چودہویں کتاب مسائل وضوء ہے، اس میں آپ نے وضو، تیمم اور استنجے کے تمام مسائل کو جمع کرنے کی سعی کی ہے جو فتاوی کی بہت سی کتابوں میں ہیں، وضوء کی حکمت وضرورت، اس کے فوائد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تقریباً ۳۵ کتابوں سے حوالہ دیا گیا ہے، اس موضوع کا شائد ہی کوئی مسئلہ رہ گیا ہو۔ اور ناظرین کیلئے بڑی سہولت ہوگئی ہے مسئلہ تلاش کرنے کی۔ پھر مسائل کے ضمن میں ماء مستعمل، غیر مستعمل، حوض، اس کی پیمائش مسواک سے متعلق مسائل، معذور کے مسائل واحکامات، یہ ساری مسائل عمدہ انداز میں آگئی ہیں۔ اور مسائل کا نایاب خزانہ اس کتاب میں جمع کردیا ہے۔ قدیم مسائل کے ساتھ جدید مسائل بھی آئے ہیں۔ جن کی موجودہ دور میں کافی ضرورت ہے، جو ڈھونڈنے سے جلدی نہیں ملتے وہ سب یکجا کردیئے ہیں۔

مسائل وضوء، وتیمم کے ساتھ استنجاء کے مسائل بھی تفصیل کے ساتھ آگئے ہیں۔ جن کا جاننا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ استنجاء کے آداب اور اس کی ضرورت کا بھی بیان ہے، کتاب اس عنوان پر بڑی جامع ہے۔ ہر مسلمان کیلئے قابل مطالعہ ہے۔

ہماری دعاء ہے کہ رب العالمین موصوف کی یہ خدمت قبول فرمائے اور ان کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

طالب دعا محمد ظفیر الدین غفرلہ

مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۰ رجب ۱۴۱۸ ہجری

تقریظ

فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ العالی پالن پوری
محدث کبیر دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی ..... امابعد

امام الہند، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے تحصیل سعادت کا مرجع چار خصلتوں کو بتایا ہے، ان میں سے ایک طہارت (پاکی) ہے۔ پاکی انسان کو ملاءِ اعلیٰ کے مشابہ بناتی ہے، جبکہ حدث اور ناپاکی سے شیطانی وسوسے قبول کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ جب طہارت اور پاکیزگی انسان پر غالب آتی ہے اور وہ طہارت کی حقیقت سے آگاہ اور باخبر ہو جاتا ہے اور تحصیل طہارت میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے۔ تو اسکے اندر الہامات ملائکہ کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز ملائکہ کو دیکھنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، انسان عمدہ عمدہ خواب دیکھنے لگتا ہے اور اس میں ظہور انوار کی قوت وصلاحیت پیدا ہو جاتی ہے (حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۴ جلد ۱) ...... اور طہارت کا اہتمام کرنے کیلئے اس کے متعلقہ مسائل کا جاننا ضروری ہے۔ شریعت کی راہنمائی کے بغیر اور وضوء اور غسل کے احکام جانے بغیر آدمی صحیح طریقہ پر پاکی کا اہتمام نہیں کر سکتا۔

مجھے خوشی ہے کہ برادر مکرم جناب مولانا رفعت قاسمی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے وضوء و غسل کے مفصل احکام مرتب فرمائے ہیں اور وہ بڑی حد تک عقلی اور نقلی دلائل سے مدلل بھی ہیں، موصوف ماشاء اللہ موفق ہیں، متعدد کتابیں ان کے قلم سے وجود میں آکر قبولیت عام حاصل کر چکی ہیں۔

اُمید کرتا ہوں کہ ان کی یہ کتاب بھی بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرے گی اور امت کو اس سے فیض پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کتاب کو قبولیت کا شرف بخشیں۔ (آمین)

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری خادم دارالعلوم دیوبند
یکم شعبان ۱۴۱۸ ہجری

مکمل ومدلل مسائل وضوء

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحِیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا
اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو، تو دھولو۔
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ
اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِن كُنتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوا
اور پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو
وَإِن كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم
اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں آیا ہے
مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا
جائے ضرور سے، یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو
صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا
مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے اللہ
يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ
نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے
وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تا کہ تم احسان مانو۔

خلاصہ تفسیر

اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضوء نہ ہو) تو (وضوء کرلو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو۔ اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ) اور

اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (نماز سے پہلے) سارا بدن پاک کرلو اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) یا حالت سفر میں ہو (اور پانی نہیں ملتا جیسا آگے آتا ہے، یہ تو عذر کی حالت ہوئی) یا (اگر مرض وسفر کا عذر بھی نہ ہو بلکہ ویسے ہی وضوء یا غسل ٹوٹ جاوے اس طرح سے کہ مثلاً) تم میں سے کوئی شخص (پیشاب یا پاخانہ کے) استنجے سے (فارغ ہوکر) آیا ہو (جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو (جس سے غسل ٹوٹ گیا ہو) اور پھر (ان ساری صورتوں میں) تم کو پانی کے استعمال کا موقع) نہ ملے (خواہ بوجہ ضرر کے یا پانی نہ ملنے کے) تو (ان سب حالتوں میں) تم پاک زمین سے تیمم کرلیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اس زمین (کی جنس) پر سے (ہاتھ مارکر) اللہ تعالیٰ کو (ان احکام کے مقرر فرمانے سے) یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں (یعنی یہ منظور ہے کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے، چنانچہ احکام مذکورہ میں خصوصاً اور جمیع احکام شرعیہ میں عموماً رعایت، سہولت ومصلحت کی ظاہر ہے) لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے (اس لئے طہارت کے قواعد اور طرق مشروع کیے اور کسی ایک طریق پر بس نہیں کیا گیا کہ اگر وہ نہ ہو تو طہارت ممکن ہی نہ ہو، مثلاً صرف پانی کو مطہر رکھا جاتا تو پانی نہ ہونے کے وقت طہارت حاصل نہ ہوسکتی، یہ طہارت ابدان تو خاص احکام طہارت ہی میں ہے۔ اور طہارت قلوب تمام طاعات میں ہے، پس یہ تطہیر دونوں کو شامل ہے اور اگر یہ احکام نہ ہوتے تو کوئی طہارت حاصل نہ ہوتی)۔ اور یہ (منظور ہے) کہ تم پر اپنا انعام تام فرمادے۔ (اس لیے احکام کی تکمیل فرمائی تا کہ ہر حال میں طہارت بدنی وقلبی جس کا ثمرہ رضاء وقرب ہے جو اعظم نعم ہے حاصل کرسکو) تا کہ تم (اس عنایت کا) شکر ادا کرو (شکر میں امتثال بھی داخل ہے)۔ (معارف القرآن ص ۶۵ جلد ۳) (پارہ نمبر ۶ سورہ مائدہ)

فضائل وضوء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کو (جس کا ایک جزو وضوء ہے) نصف ایمان فرمایا ہے۔ (ترمذی شریف)

ایمان کے دو حصے ہیں؛ اعتقاد اور عمل۔ عمل کا بڑا حصہ یعنی نماز، طہارت (پاکی) پر موقوف ہے، اس لیے اس کو نصف ایمان فرمایا گیا۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضوء کرنے سے اللہ تعالی صغیرہ (چھوٹے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور آخرت میں بڑے مرتبے دیتا ہے اور وضوء کرنے سے تمام بدن کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۲) بعض احادیث میں ہے کہ منہ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو آنکھ سے ہوئے تھے۔ اور ہاتھ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو ہاتھ سے ہوئے تھے اور پیر دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو پیر سے ہوئے تھے، گویا میل کے ساتھ گناہ بھی ڈھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ آدمی وضوء کے بعد گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے آنکھ اور پیر ہاتھ کی تخصیص سے یہ گمان نہ ہونا چاہیئے کہ اور اعضاء کے گناہ معاف نہیں ہوتے، اس لیے بعد میں فرمایا گیا ہے کہ وضوء کرنے کے بعد گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری حدیثوں میں بدن کا لفظ ہے جو تمام اعضاء پر بولا جاتا ہے

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسنون طریقے سے وضوء کرے اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھے، اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے جائے۔ (مسلم)

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کہہ کر پکاری جائے گی، یہ اس لیے کہ وضوء کا پانی جن اعضاء پر پڑتا ہے وہ اعضاء قیامت کے دن نہایت چمکدار اور روشن ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

بعض صحیح احادیث میں ہے سردار دو عالم ؐ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کو قیامت کے دن پہچان لوں گا۔ کسی نے معلوم کیا کہ حضرتؐ اتنے کثیر مجمع میں آپ کیسے پہچان لیں گے؟ ارشاد ہوا، ایک پہچان ہوگی وہ یہ کہ وضوء کی وجہ سے ان کے منہ، ہاتھ پیر چمکتے ہوں گے۔

(۵) باوضوء رہنے سے آدمی شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ احادیث میں ہے کہ ہر وقت باوضوء رہنا سوا مومن کامل کے اور کسی سے نہیں ہو سکتا۔

(۶) باوضو نماز کے لیے مسجد میں جانے میں ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثواب ملتا ہے

(۷) باوضو مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے جتنا وقت انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے اور نماز کا ثواب ملتا ہے۔ (علم الفقہ ص ۵۲ جلد اول۔ بخاری ص ۲۵ جلد اول۔ مسلم ص ۹۲ جلد اول۔ مسلم ص ۱۲۷ جلد اول۔ ترمذی ص ۳۳ جلد اول)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اگر تم طاقت رکھتے ہو ہر وقت وضوء سے رہنے کی، تو ایسا کرو۔ (ہر وقت وضوء سے رہنا مستحب ہے)۔ پس جس کو موت اس حالت میں آئے کہ وہ باوضو ہو تو اسے شہادت (کا ثواب) مرحمت ہے۔ (بہشتی زیور ص ۹۲ جلد اول)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن حالتوں میں نفس کو ناگواری ہو، ایسی حالت میں وضوء اچھی طرح کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں۔ (ناگواری کبھی سستی سے ہوتی ہے کبھی سردی سے) ناگواری کی حالت میں وضوء کرنے سے بہت سے صغیرہ گناہ بہت کثرت سے معاف ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ وضوء کر چکے تھے مگر ایڑیاں کچھ خشک رہ گئی تھیں تو آپؐ نے فرمایا "بڑا عذاب ہے ایڑیوں کو دوزخ کا۔"

(بہشتی زیور ص ۲۹ جلد ۷)

(خشکی کی وجہ سے کھال میں سختی پیدا ہو جاتی ہے خاص طور پر سردی میں خشکی بڑھ جاتی ہے اس لیے دھونے میں احتیاط ضروری ہے کہ بال برابر بھی خشک نہ رہنے پائے۔ رفعت قاسمی)

وضوء کے فوائد اور حکمتیں

(۱) وضوء انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں اور غفلت ترک کرنے پر آگاہ کرتا ہے، اگر نماز بغیر وضوء کے پڑھنی مشروع ہوتی تو انسان اسی طرح پردہ غفلت میں سرشار رہتا اور غافلانہ نماز میں داخل ہو جاتا، دنیاوی ہموم و شواغل میں پڑ کر نشیلے آدمی کی طرح ہو جاتا، لہذا اس نشہ غفلت کو اتارنے کیلئے وضوء مشروع ہوا تا کہ انسان باخبر و باحضور ہو کر خدا کے آگے کھڑا ہو۔

(۲) طبی مشاہد ہیں کہ انسان کے اندرونی جسم کے زہریلے مواد اطراف بدن سے خارج ہوتے رہتے ہیں اور وہ ہاتھ، پاؤں یا اطراف منہ و سر پر آ کر ٹھہر جاتے ہیں اور مختلف

اقسام کے زہریلے پھوڑے پھنسیوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور اطراف بدن کو دھونے سے وہ گندے مواد دفع ہوتے رہتے ہیں، یا تو جسم کے اندر ہی اندر ان کا جوش پانی سے بجھ جاتا ہے یا خارج ہوتا رہتا ہے۔

(۳) تجربہ سے شہادت ملتی ہے کہ ہاتھ پاؤں کے دھونے سے اور منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے اور اعضاء رئیسہ میں تقویت و بیداری پیدا ہو جاتی ہے، غفلت اور خواب اور نہایت بے ہوشی اس فعل سے دور ہو جاتی ہے۔ اس تجربہ کی تصدیق حاذق اطباء سے ہوسکتی ہے، کیونکہ جس کو غشی ہو، یا اسہال آتے ہوں یا کسی کے فصد لی گئی ہو، اس کے اعضاء مذکورہ پر پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انسان کو حکم ہوا اپنے نفس کی کاہلی اور پژمردگی و سستی و کثافت کو وضوء کے ذریعہ دور کرے تاکہ خدا تعالی کے حضور میں کھڑے ہونے کے لائق ہو سکے۔ کیونکہ اللہ تعالی سدا ہوشیار اور بیدار ہے۔ **''لا تاخذہ سنۃ و لا نوم ''** (اللہ تعالی کو غفلت و نیند نہیں پکڑتی)۔ پس غافل و کاہل اس کے حضور میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے، یہی وجہ ہے کہ نشہ اور مستی کی حالت میں نماز پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ کسی نشہ باز کو کسی ظاہری بادشاہ کے دربار میں نشہ کی حالت میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی، پس جب نشہ باز اور شرابی بحالت نشہ وغفلت ایک دنیاوی حاکم کے دربار میں باریاب نہیں ہوسکتا تو جو شخص نشہ باز و غافل جیسی حالت بنائے ہوئے ہو، اس کو احکم الحاکمین کے دربار میں کب شرف باریابی عطا ہوسکتا ہے؟

(۴) جب طہارت کی کیفیت نفس میں راسخ ہو جاتی ہے تو ہمیشہ کیلیے نور ملکی کا ایک شعبہ اس میں ٹھہر جاتا ہے اور بہیمیت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہو جاتا ہے۔

(۵) گناہوں اور کسل کے باعث جو روحانی نور و سرور اعضاء سے سلب ہو چکا، وضوء کرنے سے دوبارہ ان میں عود (لوٹ) کر آتا ہے، یہی روحانی نور قیامت میں اعضاء وضوء میں نمایاں طور پر چمکے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ''قیامت کے دن میری امت جب آئے گی تو وضوء کے آثار سے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے روشن ہوں گے۔ اس لیے تم میں سے جو کوئی اپنی روشنی بڑھا سکے وہ بڑھائے (المصالح العقلیہ ص ۱۲)

تفصیل ملاحظہ ہو ''اسرار شریعت۔ حجۃ اللہ البالغہ''

وضوء کے ذریعہ کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟

عن عثمان رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضاء فاحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت اظفاره. (مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضوء کیا اور اچھی طرح سے کیا تو اس کے جسم سے تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے تک گناہ صاف ہو جاتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح:۔ جسم اور روح کا ایک نہایت قریبی تعلق ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کسی ایک پر جو کیفیت طاری ہوگی دوسرے کا قدرتی طور پر اس سے متاثر ہونا ناگزیر ہے۔ چنانچہ نیکی اور بدی کا تعلق بلاشبہ روح سے ہے، نیک اعمال سے نورانیت وجلاء اور بدعملیوں سے ظلماتی اثرات روح پر پڑتے ہیں۔ لیکن لازمی طور پر جسم بھی ان چیزوں کے اچھے اور برے اثرات سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وضو جو ایک نیکی ہے اور اس کا تعلق اصلاح روح سے ہے، اس وضو کے ذریعہ بدعملیوں کے ان ظلماتی اثرات کی صفائی ہو جاتی ہے جو روح کے توسط سے جسم پر بھی آئے ہوتے ہیں۔ (حدیث شریف میں یہ پلکوں کی جڑوں اور ناخنوں کے نیچے تک کے الفاظ (وضوء سے گناہ دھل جاتے ہیں) اس بات کی دلیل ہیں کہ گناہ صرف روح ہی کو پلید اور ناپاک نہیں کرتا بلکہ جسم پر بھی روح کا یہ میل جسمانی میل کی طرح جم جاتا ہے، جس کو وضوء اور اسی طرح دوسری نیکیاں دھوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان الحسنات يذهبن السيئات (بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو مٹادیتی ہیں۔ (سورہ ھود)

لیکن جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی گرد وغبار تو ذرا جھاڑنے جھٹکنے یا تھوڑا سا پانی بہادینے سے صاف ہو جاتا ہے لیکن جو میل زیادہ گہرا جما ہوتا ہے اس کے لیے رگڑنا، مسلنا، ملنا، صابن وغیرہ لگانا ضروری ہوتا ہے، اس طرح گناہوں کے بھی مختلف درجات ہیں۔ معمولی درجے کے چھوٹے گناہ تو دن ورات کی عبادتوں اور وضوء نماز وغیرہ کے ذریعہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن بڑے گناہوں کی صفائی کے لیے یہ چیزیں کافی نہیں ہوتیں۔ انہیں

دھونے کے لیے توبہ استغفار اور ندامت وشرمندگی کے آنسوؤں کے چند قطروں کی ضرورت پڑتی ہے۔

چنانچہ علماء اسلام نے قرآن وسنت کی روشنی میں یہی فیصلہ کیا ہے کہ مختلف اعمال صالحہ پر جو گناہوں کی معافی کی بشارت ہوتی ہے اس سے چھوٹے گناہ مراد ہوتے ہیں اور بڑے گناہوں کیلئے خدا کے سامنے توبہ کرنا بھی ضروری ہے، اس لیے اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ توبہ واستغفار کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

(الترغیب والترہیب، ص ۳۴۰ جلد اول۔ (تفصیلی فضائل دیکھیے مظاہر حق، ص ۳۸ جلد اول)

طہارت جراثیم کش ہے

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں طہارت (پاکی) قائم کرنے کو بڑا اہم قرار دیا ہے، کیونکہ صفائی اور طہارت انسانی زندگی کا ایک لازمی جزو ہے، اس لیے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جسم ولباس، گھربار، گلی وبازار، جذبات وخیالات، مسجد ومکتب گویا کہ انسان کا جس چیز سے بھی تعلق ہے اسے پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے، لیکن جسم ولباس اور جگہ کی طہارت کا معیار جو اسلام نے قائم کیا ہے وہ دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں قدم قدم پر پاکی پر زور دیا گیا ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور احادیث شریف میں جا بجا تاکید کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کا اصل مقصد عبادت الٰہی اور اطاعت ہے اور یہ دونوں حکم یعنی عبادت اور اطاعت اسی وقت انسان پر لاگو ہوتے ہیں جب انسان تندرست وتوانا ہو اور جب انسانی جسم لاغر اور معذور ہوگا تو اس پر شریعت نے نرمی کا اصول رکھا ہے یا قواعد اور ضوابط کی گرفت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

صحت وتندرستی کی بقاء کیلئے پاکی بہت ضروری ہے اگر انسان اپنے جسم لباس خوراک رہنے سہنے اور عبادت کرنے کی جگہ کو پاک صاف نہ رکھے گا تو وہ آئے دن طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو کر کمزور ولاغر ہو جائے گا اور عبادت کے قابل نہیں رہے گا، اس لیے اسلام نے وضوء، غسل، آداب رفع حاجت اور نجاستوں سے پاکیزگی کے احکام دیئے ہیں تاکہ انسان اپنی صحت وتندرستی کو برقرار رکھ سکے اور خبیث بیماریوں سے بچا رہے۔

انسان کا جسم ایک مشین کی طرح ہے، اگر مشین کو گرد وغبار سے صاف نہ کیا جائے تو کچھ عرصہ بعد مشین گندگی کی وجہ سے کام کرنا چھوڑ دے گی۔ ایسے ہی مسلسل محنت اور کام کاج کرنے سے انسان کا جسم گندہ ہو جاتا ہے یا کسی اور وجہ سے جسم پر گندگی لگ جاتی ہے، اگر اس کو صاف نہ کیا جائے تو جسم سے بدبو آنے لگے گی اور مختلف قسم کے جراثیم پیدا ہو کر انسان بیماریوں کا شکار ہو جائے گا، اگر منہ کی صفائی کا خیال نہ کریں تو معدے، جگر اور گلے کی بہت سی بیماریاں جسم میں پیدا ہو جائیں گی، اگر دانتوں کی صفائی نہ کی جائے تو انسان پائریا وغیرہ کی خبیث اور موذی امراض کا شکار بن جائے گا۔

اگر ناک کو مواد غلیظہ اور اس کی ریزش سے صاف نہ رکھا جائے تو ذہن کی بلادت عقل کی سبکی وغیرہ کی شکایات رونما ہو جائیں گی۔ ہاتھ، منہ نہ دھوئیں تو گرد وغبار جمع ہو کر چہرے کا رنگ وروپ بگاڑ دیں گے، خون میں فساد پیدا ہو جائے گا اور انسان پھوڑے وپھنسی وغیرہ کا ہمیشہ شکار رہے گا۔ غرض یہ کہ جسمانی صحت وتندرستی کیلیے ان اعضاء کو بار بار دھونا ان پر پانی بہانا اور تر رکھنا ضروری ہے جو غبار آلودہ ہوتے رہتے ہیں۔ (احکام طہارت)

وضو کی تعریف

لغت کی رو سے اس لفظ کے معنی خوبی اور پاکیزگی کے ہیں۔ اور اس لفظ (وضو) کے شرعی معنی ایک خاص طریق پر پاکیزگی کے ہیں، جس کے بجالانے سے ظاہری حسن اور باطنی معنوی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں وضوء سے مراد خاص خاص اعضاء مثلاً چہرہ اور ہاتھ وغیرہ پر خاص طریقے سے پانی کا استعمال کرنا ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۷ جلد اول)

کیسے پانی سے وضوء وغسل کیا جائے؟

مسئلہ :۔ آسمان سے برسے ہوئے (بارش کے) پانی اور ندی، نالے، چشمے اور کنوں اور تالاب اور دریاؤں کے پانی سے وضوء اور غسل کرنا درست ہے چاہے میٹھا پانی ہو یا کھاری پانی ہو۔ (بہشتی زیور ص ۵۸ جلد اول بحوالہ شرح التنویر ص ۱۹۲)

مسئلہ: کسی پھل یا درخت یا پتوں سے نچوڑے ہوئے عرق سے وضوء کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح جو پانی تربوز سے نکلتا ہے اس سے اور گنے وغیرہ کے رس سے وضوء وغسل درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جس پانی میں کوئی اور چیز مل گئی ہو یا پانی میں کوئی چیز پکائی گئی ہو اور ایسا ہو گیا کہ اب بول چال میں اس کو پانی نہیں کہتے بلکہ اس کا کچھ اور نام ہو گیا تو اس سے وضوء اور غسل درست نہیں جیسے شربت، شیرہ، شوربا (سالن) سرکہ۔ عرق گلاب۔ گاؤزبان، وغیرہ کہ ان سے وضوء درست نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ جس پانی میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ یا مزہ یا بو میں کچھ فرق آگیا لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی اور نہ پانی کے پتلے ہونے میں کچھ فرق آیا جیسے کہ بہتے ہوئے پانی میں کچھ ریت ملی ہوتی ہے یا پانی میں زعفران مل گئی اور اس کا بہت ہی ہلکا سا رنگ آگیا، یا صابن پڑ گیا، یا اسی طرح کوئی چیز پانی میں مل گئی تو ان سب صورتوں میں وضوء وغسل درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۵۸ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۱۸۲ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۷ ۸ جلد ۱)

مسئلہ:۔ اور اگر کوئی چیز پانی میں ڈال کر پکائی گئی، اس سے رنگ یا مزہ وغیرہ بدلا تو اس پانی سے وضوء درست نہیں ہے، البتہ کوئی ایسی چیز پانی میں ڈال کر پکائی گئی جس سے میل کچیل خوب صاف ہو جاتا ہے اور اس کے پکانے سے پانی گاڑھا نہ ہوا تو اس سے وضوء درست ہے جیسے مردہ کو نہلانے کیلیے بیری کی پتیاں پکاتے ہیں اس سے کچھ حرج نہیں ہے، البتہ اگر اتنی زیادہ ڈال دیں کہ پانی گاڑھا ہو گیا ہو تو اس سے وضوء وغسل درست نہیں ہے۔
(بہشتی زیور ص ۵۹ جلد اول بحوالہ فتاوی ہندیہ ص ۱۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ کپڑا رنگنے کیلیے زعفران گھولا تو اس سے وضوء درست نہیں۔ (منیہ ص ۳۲)

مسئلہ:۔ اگر پانی میں دودھ مل گیا تو اگر دودھ کا رنگ اچھی طرح پانی میں آگیا تو وضوء درست نہیں، اور اگر دودھ بہت کم تھا کہ رنگ نہیں آیا تو وضوء درست ہے۔

مسئلہ:۔ جنگل میں کہیں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اسکی نجاست کا یقین نہ ہو جائے تب تک اس سے وضوء کرے صرف اس وہم پر وضوء نہ چھوڑے کہ شاید یہ نجس ہو، اگر اسکے ہوتے ہوئے تیمم کرے گا تو تیمم نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور ص ۵۹ جلد اول)

مسئلہ :۔ جس پانی میں نجاست پڑ جائے اس سے وضوء غسل کچھ بھی درست نہیں ہے، چاہے وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت، البتہ اگر بہتا ہوا پانی ہو تو وہ نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا، جب تک اس کے رنگ یا مزے یا بو میں فرق نہ آجائے اور جب نجاست کی وجہ سے رنگ یا مزہ بدل گیا ہو یا بدبو آنے لگی تو بہتا ہوا پانی بھی نجس (ناپاک) ہو جائے گا۔ اس سے وضوء درست نہیں۔ اور جو پانی گھاس، تنکے، پتے وغیرہ کو بہا لے جائے وہ بہتا ہوا پانی ہے چاہے کتنا ہی آہستہ آہستہ بہتا ہو۔ (بہشتی زیور ص ۵۹ جلد اول بحوالہ البدایہ ص ۱۱)

مسئلہ : بڑا حوض جو دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھائیں یعنی لیں تو زمین نہ نظر آئے یہ بھی بہتے ہوئے پانی کے مثل ہے۔ ایسے حوض کو دہ دردہ کہتے ہیں۔ اگر اس میں نجاست گر جائے تو اس میں وضوء کرنا درست ہے، البتہ اگر رنگ یا مزہ بدل جائے یا بدبو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا۔

(بہشتی زیور ص ۶۰ ج ۱، بحوالہ شرح التنویر ص ۱۹۹ ج ۱، وفتاوی دارالعلوم ۲۰۷ ج ۱ بحوالہ ہدایہ ص ۱۴۱ ج ۱)

مسئلہ : مسقّف (چھت پڑی ہوئی) حوض کے پانی سے وضو جائز ہے۔ اگر پانی چھت سے لگا ہوا نہ ہو تب تو کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اگر پانی چھت سے لگا ہوا ہو یعنی چھت سے لگے ہوئے ہونے کی وجہ سے پانی نہ ہلتا ہو تو اس میں اختلاف ہے، حضرت تھانویؒ نے جواز کا فتوی دیا ہے۔ دیکھئے (امداد الفتاوی ص ۵۹ ج ۱)

بعض علماء کو اس سے اختلاف ہے، اس لیے ایسا حوض نہ بنایا جائے۔ (سعید احمد)

مسئلہ : ریل گاڑی کے بیت الخلاء کی ٹنکی کا پانی پاک ہوتا ہے، اس سے وضوء کرنا و پینا جائز و درست ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۲۵ جلد ۲)

مسئلہ : اگر پانی آہستہ آہستہ آرہا ہے تو بہت جلدی جلدی وضوء نہ کرے تاکہ جو دھوون گرتا ہے وہی ہاتھ میں نہ آئے۔ (منیہ ص ۳۶)

مسئلہ : دہ دردہ حوض میں جہاں پر دھوون گرا، اگر وہیں سے پھر پانی اٹھا لے تو بھی جائز ہے

مسئلہ : اگر کوئی کافر یا بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا، البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائے گا۔ لیکن چھوٹے بچوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے جب تک کوئی اور پانی ملے اس کے ہاتھ کے ڈالے ہوئے پانی سے

وضوء نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ: جس پانی میں ایسی جاندار چیز مر جائے جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا، یا باہر مر کر پانی میں گر جائے تو پانی نجس نہیں ہوتا جیسے مچھر، بھڑ، بچھو، شہد کی مکھی وغیرہ۔

مسئلہ:۔ دھوپ میں ٹنکی گرم ہوئی اس سے پانی گرم ہو گیا تو وہ دھوپ کے جلے ہوئے پانی کے حکم میں نہیں ہے۔ اس سے وضوء وغسل درست ہے۔ (سعید احمد)

مسئلہ: دھوپ کے جلے ہوئے پانی سے سفید داغ ہو جانے کا اندیشہ ہے اسلئے اس سے وضو وغسل نہ کرنا چاہئے۔ یعنی باعتبار طب کے بہتر نہیں ہے یعنی اسمیں ثواب وگناہ کچھ نہیں ہے۔

(بہشتی زیور ص ۶۱ جلد اول بحوالہ شامی ص ۱۸۲ جلد ۱)

مسئلہ: نلوں کے ذریعہ جو بدبودار پانی آتا ہے اور پھر صاف پانی آنے لگتا ہے اس بارے میں جب تک بدبودار پانی کی حقیقت معلوم نہ ہو یا رنگ اور بو سے ناپاکی کا پتہ نہ چلتا ہو، اس وقت تک اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ پانی کا بدبودار ہونا اور چیز ہے اور ناپاک ہونا دوسری چیز ہے۔ اور اگر تحقیق ہو جائے کہ یہ پانی گٹر کا (آمیزش شدہ) ہے تو نل کھول دینے کے بعد وہ "جاری پانی" کے حکم میں ہو جائے گا اور پاک ہو جائے گا۔ (جب صاف ہو جائے) بس بدبودار پانی نکال دیا جائے، بعد میں آنے والے صاف پانی سے وضوء اور غسل صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۴۶ جلد ۲)

مسئلہ: ٹینکی میں پرندہ گر کر پھول جائے اور مر جائے تو اس میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ اگر جانور پھولا پھٹا ہوا پایا جائے تو اس کو تین دن کا سمجھا جائے گا اور تین دن کی نمازیں لوٹائی جائیں گی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس وقت علم ہوا اسی وقت سے نجاست کا حکم کیا جائے گا۔ پہلے قول میں احتیاط ہے اور دوسرے میں آسانی ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۴۷ جلد دوم)

مسئلہ: کنویں میں کیڑے مارنے کی دوا ڈالنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا، وہ پانی پاک ہے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۲۲۷ جلد اول بحوالہ عالمگیری ص ۲۰ وفتاوی محمودیہ ص ۴۸ جلد ۹)

مسئلہ: سائنس کے ذریعہ سے ناپاک گندی نالیوں کے پانی کو صاف شفاف بنا دینے سے پانی صاف تو ہو جائے گا، پاک نہیں ہوگا۔ صاف اور پاک میں بڑا فرق ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۴۶ جلد دوم)

مسئلہ: طوائف کے بنائے ہوئے کنویں سے وضوء اور غسل کر سکتے ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم ص ۲۱۹ جلد اول بحوالہ غنیۃ الطالبین ص ۸۶)

مسئلہ:۔ حرام مال سے جو کنواں تیار ہوا اس کے پانی سے وضو کر کے نماز ادا کی جائے تو نماز ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۹۷ جلد اول)۔

مسئلہ: گیند کنویں میں گر جائے تو جب تک اس گیند کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو اور نجاست لگنا اس کو خاص دیکھا نہ گیا ہو اس وقت کنویں کے پانی کو ناپاک نہ کہا جائے گا، شک سے حکم نجاست نہ کیا جائیگا۔ (فتاوی دارالعلوم ص ۲۰۴ جلد اول)

مسئلہ: ایسے ناپاک پانی کا استعمال جس میں تینوں وصف یعنی مزہ، بو اور رنگ نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں ہے، نہ جانوروں کو پلانا درست ہے اور نہ مٹی (سیمنٹ) وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے، اور اگر تینوں وصف نہیں بدلے تو اس کا جانوروں کو پلانا، مٹی میں ملا کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا درست ہے مگر ایسے پانی کے گارے مو مسجد میں نہ لگائیں۔ (بہشتی زیور ص ۶ جلد اول بحوالہ عالمگیری ص ۲۴ جلد اول)

مسئلہ: دریا، ندی اور وہ تالاب جو کسی کو زمین نہ ہو اور وہ کنواں جس کو بنانے والے نے وقف کر دیا ہو تو اس تمام پانی سے عام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کسی کو یہ حق نہیں کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو۔

مسئلہ: کسی شخص کی مملوک زمین میں کنواں، پانی کا چشمہ یا حوض یا نہر ہو تو دوسرے لوگوں کو پانی پینے سے یا جانوروں کو پانی پلانے سے یا وضوء و غسل وغیرہ کرنے سے منع نہیں کر سکتا۔

(تنویر الابصار ص ۲۵۷)

مسئلہ: لوگوں کے پینے کیلئے جو پانی رکھا ہوا ہو جیسے گرمیوں کے موسم میں پانی رکھ دیتے ہیں، اس سے وضوء غسل درست نہیں ہے، ہاں اگر پانی زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور جو پانی وضوء کیلئے رکھا ہو اس کو پینا درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۷ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۴۵ جلد اول)

مسئلہ: مباح پانی کے استعمال کرنے کا وہ شخص زیادہ حقدار ہے جس پر غسل فرض ہے، اس کو حائضہ عورت، بے وضوء شخص اور میت کے غسل پر ترجیح حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

جنابت (ناپاکی) زیادہ اہم ہے، لہذا اس کا دور کرنا بھی اتنا ہی اہم ہوگا۔ اور اگر وہ پانی ان میں سے ایک کی ملکیت ہے تو وہ مالک سب سے مقدم ہے، یعنی سب سے پہلے اس کو استعمال کا حق ہے خواہ اس کو جس کی ضرورت ہو (مثلاً جنبی، بے وضوء اور حائضہ تین شخص تھے اور پانی ان میں سے کسی ایک کا مخصوص ہے تو پانی والا ہی زیادہ حقدار ہے)۔ اور اگر وہ پانی تینوں میں مشترک ہے، تو مناسب یہ ہے کہ اسے میت کے غسل میں خرچ کیا جائے۔

(کشف الاسرار ص ۲۵ جلد دوم)

مسئلہ: عورت کے وضوء اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضوء اور غسل نہ کرنا چاہئے (جبکہ شہوت اور برے خیال کا اندیشہ ہو) گو ہمارے نزدیک اس پانی سے وضوء وغیرہ جائز ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۰ جلد ۱۱ بحالہ درمختار ص ۲۴)

مسئلہ: وضوء کے بقیہ پانی سے استنجاء اور استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا درست ہے۔ (فتاوہ دار العلوم ص ۱۷۵ جلد ۱، واغلاط العوام ص ۳۹)

مسئلہ: جن مقامات پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے قوم ثمود اور عاد کی قوم، اس مقام کے پانی سے وضوء اور غسل نہ کرنا چاہئے۔ مجبوری میں اس کا بھی وہی حکم ہے جو زمزم کے پانی کا ہے (بہشتی زیور ص ۱ جلد ۱۱ بحوالہ درمختار ص ۵۴)

مسئلہ:۔ شیعہ، مرزائی اور دوسرے کفار کے گھر سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے نماز ہو جائے گی، لیکن ان کے گھر کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے، گوشت کے سوا دوسری چیزیں جائز ہیں۔ (احسن الفتاوی ص ۴۶ جلد دوم)

مسئلہ:: غیر نمازی یا بدعتی وضوء کیلئے پانی دے تو اس سے وضوء درست ہے اور وضوء کرنے والوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۷۶ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۱۶۶ جلد اول باب المیاہ)

مسئلہ: سرکاری نہر سے وضوء اور غسل کیلئے پانی لینا درست ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۷۷ جلد اول)

مسئلہ: مشرکین اور کفار کا جھوٹا پانی پاک ہے (بشرطیکہ شراب نہ پی رکھی ہو) اس سے غسل اور وضوء درست ہے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۳۵۱ جلد اول بحوالہ رد المختار باب فی السور ص ۲۰۵ جلد اول)

مسئلہ: ڈرم یا ڈبہ وغیرہ کو سفیدہ یا رنگ لگانے سے کچھ دن پانی میں رنگ کی بو آتی ہے اور ذائقہ میں بھی فرق آجاتا ہے یہ پانی وضوء اور غسل کے استعمال کیلئے جائز ہے جب کہ یہ رنگ خنزیر کے بالوں کے برش سے نہ کیا ہو تو اس پانی سے وضوء اور غسل جائز ہے۔ اگرچہ پانی میں رنگ کی بو یا ذائقہ آجائے۔ (احسن الفتاوی ص ۴۴ جلد دوم)

مسئلہ:۔: اگر ہاتھ ناپاک ہوں اور پانی میں بغیر ہاتھ ڈالے ہوئے وضوء کرنا ممکن نہ ہو یعنی کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ہاتھ دھلوائے یا پانی نکال کر دیدے اور نہ کوئی ایسا کپڑا وغیرہ ہے کہ جس کو پانی میں ڈال کر ہاتھ دھوئے تو اس صورت میں وضوء نہ کرنا چاہئے۔

(علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

دھوپ میں گرم ہوئے پانی سے وضوء کرنا

مسئلہ: دھوپ کے پانی کے استعمال کی کراہت احناف کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ راجح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہ کراہت بھی تب ہے کہ گرم علاقہ میں ہو اور گرم وقت میں ہو اور سونے اور چاندی کے سوا کسی دوسری دھات کے برتن میں ہو اور گرم ہونے کی حالت میں ہی استعمال کرے۔ (احسن الفتاوی ص ۴۴ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۶۷ جلد اول (

مسئلہ: وضوء کرنے کی حالت میں یا وضوء کرنے کے بعد اگر وضوء کا پانی (مستعمل پانی کی چھینٹیں وغیرہ) جسم پر یا کپڑے وغیرہ پر گر جائے تو اس پانی سے مفتی بہ قول کے موافق نہ جسم ناپاک ہوتا ہے اور نہ کپڑا۔ (فتاوی محمودیہ ص ۴۵ جلد ۹ بحوالہ بحر ص ۹۸ جلد اول)

آب زمزم سے وضوء اور غسل کرنا

مسئلہ: جو شخص با وضوء اور پاک ہو وہ اگر محض برکت کیلئے آب زمزم سے وضوء یا غسل کرے تو جائز ہے، اسی طرح کسی کپڑے کو برکت کیلئے زمزم سے بھگونا بھی درست ہے۔ لیکن بے وضوء آدمی کا زمزم سے وضوء کرنا یا کسی جنبی (ناپاک) کا اس سے غسل کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو اس کو زمزم سے دھونا بھی مکروہ ہے۔ اور یہی حکم زمزم سے استنجاء کرنے کا ہے خلاصہ یہ کہ زمزم نہایت متبرک پانی ہے، اس کا ادب ضروری ہے۔

اس کا پینا موجب برکت ہے لیکن نجاست دور کرنے کیلئے اس کو استعمال کرنا ناروا ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۳۰ جلد دوم)

مسئلہ: ہاں اگر مجبوری ہو کہ پانی ایک میل سے پہلے نہ ملے اور ضروری پاکی کسی اور طرح سے بھی حاصل نہ ہو سکے تو یہ سب باتیں زمزم کے پانی سے جائز ہیں۔

(بہشتی زیور ص ۱۰ جلد ا بحوالہ کبیری ص ۲۱۸)

مسئلہ: غسل جنابت بوقت اشد ضرورت جائز ہے زمزم سے۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۲۲۳ جلد ۵ بحوالہ در مختار ص ۳۵۲ جلد اول)

بارش اور جاری پانی سے وضوء و غسل کرنا

مسئلہ: اگر کوئی بہتے ہوئے پانی میں یا بڑے حوض یا بارش میں اتنی دیر ٹھہرا رہے جتنا وقت غسل اور وضوء کرنے میں لگتا ہے تو اس نے غسل کی سنتیں ادا کر دیں، یعنی اس کی سنتیں خود بخود ادا ہو جائیں گی (جب کہ غسل و وضوء کی نیت بھی ہو) جاری پانی اور بارش میں پانی کا بار بار بدن سے ہو کر گزرنا تین مرتبہ بہانے کے قائم مقام ہو جائے گا، اسی وجہ سے بڑے حوض میں بھی بعض علماء نے کہا ہے کہ جاری پانی مراد ہے، ٹھہرا ہوا اور رکا ہوا پانی اس حکم میں نہیں ہے خواہ جتنا زیادہ بھی ہو، اور بعض نے کہا کہ ٹھہرے ہوئے (پاک) پانی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے یہ سنت ادا ہو جائے گی بلکہ نہانے والے کا صرف حرکت کرنا ہی کافی ہوگا۔

علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ٹھہرے ہوئے (پاک) پانی میں تمام بدن کا تین مرتبہ ہلا دینا کافی ہے اگر چہ پاؤں ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل نہ ہو، اس وجہ سے کہ حرکت میں ہر دفعہ نیا پانی بدن سے ملے گا۔ (کشف الاسرار ص ۲۷ جلد اول)

مسئلہ: غسل میں ایک حصہ بدن کا پانی دوسرے حصہ کی طرف اس شرط کے ساتھ لے جانا درست ہے کہ وہ ٹپکے، لیکن ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے لے جانا وضوء کے اندر صحیح نہیں ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ غسل میں سارا بدن ایک عضو کے حکم میں ہے بخلاف وضوء کے کہ اس میں ہر عضو علیحدہ علیحدہ شمار ہوتا ہے۔ (کشف الاسرار ص ۳۰ جلد اول)

(مطلب یہ ہے کہ وضوء میں جس عضو کو ایک پانی سے دھورہے اسی عضو کے پانی سے دوسرے عضو کا دھونا درست نہیں ہے بلکہ اس کے لیے دوسرا نیا پانی لینا ہوگا، ہاں غسل میں چونکہ تمام بدن ایک عضو کے حکم میں ہے اس لیے ایک عضو کے پانی کو منتقل کر کے دوسرے عضو کی طرف لے جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ پانی اتنا ہو کہ وہ جا کر دوسرے عضو سے ٹپکے، تا کہ حکما اس پر دھونے کا اطلاق ہو سکے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ: وضوء اور غسل میں پانی کی مقدار مد اور صاع آئی ہے وہ تحدید نہیں اس لیے کمی زیادتی جائز ہے اور اسراف کرنا مکروہ ہے (فتاوی دار العلوم ص ۱۲۹ جلد اول، ص ۱۳۳ ج ۱ مشکوۃ ص ۴۸ جلد اول)

وضوء اور غسل کیلئے حدیث شریف میں مذکور مقدار پانی واجب نہیں ہے لیکن مسنون یہ ہے کہ اس مقدار سے کم نہ ہو (وضوء میں تقریبا ایک کلو اور غسل میں چار پانچ کلو پانی) اگر کسی کا وضوء یا غسل مذکورہ مقدار سے کم میں ہو جاتا ہے یا مذکورہ مقدار سے زیادہ لینا پڑتا ہے تو حدیث میں مذکورہ مقدار سے زیادہ پانی سے بھی اس کا وضوء یا غسل جائز ہوگا۔

(مظاہر حق ص ۲۱۴ جلد اول وص ۲۰۶ جلد اول وفتاوی رشیدیہ ص ۲۸۴ جلد اول)

جس حوض سے وضوء جائز ہے اس کی پیمائش

مسئلہ: حوض کی لمبائی وچوڑائی دس گز ہونا موافق فتوی فقہاء متاخرین کے ضروری ہے۔ گہرائی کا زیادہ ہونا کچھ مفید نہیں، گہرائی خواہ کتنی ہی زیادہ ہو یا کم اس کا اعتبار نہیں ہے۔ طول وعرض دس گز ہونا ضروری ہے اور گز شرعی کے مقدار گز مروجہ بزازان سے دیکھی گئی ہے، تقریبا دس ساڑھے دس گرہ کا ہوتا ہے جو قریب دو فٹ کے ہوگا یا قدرے کم۔ (فتاوی دار العلوم ص ۱۹۳ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۱۷۷ جلد اول باب المیاہ۔ (فتاوی دار العلوم ص ۱۸۸ جلد اول) (گز شرعی ۴۶ پوائنٹ ۲ سینٹی میٹر یعنی ساڑھے اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے۔ (سعید احمد)

مسئلہ: حوض کا طول وعرض یکساں ہونا ضروری نہیں ہے۔ کمی وبیشی کی گنجائش ہے جس طرح دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا شرعی حوض ہے۔ اس طرح پانچ ہاتھ چوڑا اور بیس ہاتھ لمبا، یا چار ہاتھ چوڑا اور پچیس ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا اور پچاس ہاتھ لمبا بھی شرعی حوض ہے۔ اور اگر حوض مدور (گول) ہے تو اس کا محیط (گھیراؤ) چھتیس گز ہو (اور بقول صاحب محیط

احتیاط اس میں ہے کہ ۴۸ گز ہو) اور اگر حوض مثلث (تین گوشہ والا) ہو تو ہر جانب سے ساڑھے پندرہ گز ہونا چاہئے۔ گہرائی کم از کم اتنی ضروری ہے کہ چلو سے پانی لیا جائے تو زمین نظر نہ آئے۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۲۵۵ جلد ۴ بحوالہ طحطاوی علی المراقی ص ۷ و شامی جلد اول)

مسئلہ: حوض کے اندر کوئی جانور گر کر مر گیا اور گل سڑ گیا، اگر اس کے گل سڑ جانے سے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا ہو تو حوض کا پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر ان تینوں اوصاف میں سے کوئی بھی نہ بدلا ہو تو چونکہ حوض کا پانی ماء کثیر یعنی زیادہ ہے اس لیے وہ ناپاک نہ ہوگا۔

اور جب اس کا رنگ یا مزہ بدل گیا تو پانی ناپاک ہوگا۔ اس سے وضوء، غسل، استنجاء کرنا صحیح نہیں ہے، اگر کیا جائے تو طہارت (پاکی) حاصل نہ ہوگی، لہذا اگر اس ناپاک پانی سے استنجاء کرنے کے بعد (چاہے وہ استنجاء دیدہ دانستہ کیا ہو یا عدم واقفیت کی وجہ سے کیا ہو) وضوء کر کے نماز پڑھائی ہو (یا پڑھی ہو) تو نماز نہ ہوگی، اس کا اعادہ ضروری ہے۔

(رحیمیہ ص ۷۸ جلد ۴ تفصیل دیکھئے حوض شامی ۱۲۹ جلد اول، شامی ص ۱۳۰ شرح تنویر الابصار، احسن الفتاوی ص ۴۵ جلد ۲ ہدایہ ص ۴۲ جلد اول و (فتاوی دار العلوم ص ۱۷۵ جلد اول)

ناپاک حالت میں وضوء کرنے سے کیا فائدہ؟

سوال: غسل جنابت میں اول وضوء کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ کیا ناپاکی دور کیے بغیر وضوء ہو جاتا ہے؟ صحابہ کرامؓ کا عمل رہا کہ مباشرت کے بعد وضوء کر کے سوئے۔ یہ ناپاکی میں وضوء کیسا؟ سمجھ میں نہیں آتا۔

جواب: حالت جنابت میں وضوء کرنے سے پاکی (طہارت) تو حاصل نہیں ہوتی مگر حدث (ناپاکی) میں کچھ تخفیف ہو جاتی ہے۔ اگر کسی حکم شرعی کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو کیا حرج ہے؟

مسئلہ: ۔ اگر رات کو کسی وجہ سے غسل کی حاجت ہوئی اور اسی وقت غسل کرنے میں وقت ہے تو بہتر تو یہ کہ غسل کرے لیکن اگر غسل نہ کرے تو استنجاء اور وضوء کر کے سو جائے یہ طریقہ مسنون اور پسندیدہ ہے۔ (الجواب المتین ص ۱۰)

مسئلہ: رات کو سوتے وقت وضوء کرنا (یعنی وضوء کے ساتھ سونا) افضل ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۳۶ جلد دوم)

مسئلہ: عیادت کیلئے جانے کے واسطے وضوء کر کے جانا سنت ہے۔ (مظاہر حق ص ۳۵۴)
(غالباً اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عیادت کرنا بھی عبادت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وضوء سے عبادت کامل اور افضل ہوتی ہے۔ (محمد رفعت)

کیا کامل وضوء ضروری ہے جبکہ رکعت نکل جائے؟

مسئلہ: جماعت ہو رہی ہو تب بھی کامل وضوء کرے، سنن وضوء کا پورا کرنا ضروری ہے اگر چہ جماعت ختم ہو جائے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۱۳۱ ج ۱ بحوالہ مرقاۃ ۱۲۱ ج ۱)

مسئلہ: ایک ہاتھ سے وضوء کرنا درست ہے مگر خلاف سنت ہے، بلا ضرورت ایسا نہ کرنا چاہئے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۱۳۲ ج ۱)

مجبوری کی وجہ سے کلی نہ کرنا

سوال: ایک شخص اگر کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے خون نکلتا ہے، کچھ دیر کے بعد بند ہو جاتا ہے، چونکہ کلی کرنے میں وضوء ٹوٹنے کا اندیشہ ہے، اس لیے اگر وہ کلی نہ کرے اور نماز پڑھ لے تو صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی حالت میں کلی نہ کرنا درست ہے، بغیر کلی کے نماز صحیح ہے۔
(فتاوی دار العلوم ص ۱۲۹ ج ۱ بحوالہ رد المختار ص ۱۴۵ جلد اول کتاب الطہارۃ سنن الغسل)

وضوء کے ہوتے ہوئے وضوء کرنا

مسئلہ: اگر کسی نے ظہر کی نماز کے لیے وضوء کیا اور پھر وضوء نہیں ٹوٹا تو اگلی نماز کا وقت آنے پر نیا وضوء کرنا واجب نہیں ہے، (اسی وضوء سے نماز پڑھ سکتا ہے جب تک وضوء نہ ٹوٹے)۔
(کتاب الفقہ ص ۸۱ جلد اول)

مسئلہ: اگر وضوء ہونے پر دوبارہ وضوء کرے تو بہت ثواب ملتا ہے۔
(بہشتی زیور ص ۴۸ جلد اول، کبیری ص ۳۶، آپ کے مسائل ص ۳۱ جلد ۲)

مسئلہ: وضوء کے دوران کوئی امر منافی وضوء پیش آ جائے یعنی وضوء کرنے میں کوئی وضوء توڑنے والی چیز پیش آ گئی مثلاً اگر منہ دونوں ہاتھ دھولے پھر وضوء ٹوٹ گیا تو ضروری ہو گا کہ

دوبارہ پھر سے وضوء کرے، لیکن معذور ہونے کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔
(کتاب الفقہ ص ۸۱ جلد اول، فتاوی دار العلوم ص ۱۴۱ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۹۷ جلد اول)

مسجد کے فرش پر وضوء کرنا

مسئلہ: مسجد میں جہاں پر نماز پڑھی جاتی ہے (جو جگہ نماز کے لئے متعین ہے) وضو کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر اس طرح وضوء کرے کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو جائز ہے۔
(علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

مسئلہ: مسجد کے فرش پر جو نماز کیلئے مقرر ہے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر نالی وضوء کیلئے موجود ہو تو وہاں وضوء کریں، ورنہ مسجد کے فرش سے علیحدہ جا کر وضوء کریں۔ غرض وضوء کا مستعمل پانی مسجد کے فرش پر ڈالنا منع ہے۔
(فتاوی محمودیہ ص ۱۳۷ ج ۱۰ بحوالہ شامی ص ۱۳۳ جلد دوم باب الاعتکاف)

مسئلہ: مسجد کے وضوء خانہ کا پانی وضوء کیلئے مخصوص ہے، اس کا لے جانا درست نہیں ہے، البتہ اگر محلّہ والوں نے یہ نل (ٹینکی وغیرہ) رفاہِ عام کیلئے لگایا ہو، اور لے جانے کی اجازت ہو تو جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۴۵ جلد ۳)۔

وضوء خانہ کی نالی مسجد کے صحن سے نکالنا

سوال: مسجد کے برآمدہ کے متصل دائیں جانب وضوء کرنے کی نالی ہے اور وہ نالی باہر مسجد کے صحن کے نیچے نکالی گئی ہے اور باہر والی وضوء کی نالی پر آ کر مل جاتی ہے تو کیا وضوء کا پانی مسجد کے صحن کے نیچے کو گزار سکتے ہیں؟ اور نماز میں کچھ فرق نہیں آتا؟

جواب: اگر مسجد بناتے وقت نالی کی یہی صورت رکھی گئی ہے تو شرعاً درست ہے، اس سے نماز میں فرق نہیں آتا لیکن اگر اس نالی کا رخ (آسانی سے) کسی دوسری طرف بدلا جاسکتا ہے تو وہ زیادہ مناسب ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۹۸ جلد ۱۰)

مسئلہ: وضوء کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہوتے وقت مسجد کے فرش پر جو وضوء کے پانی کے قطرے گرتے ہیں وہ ناپاک نہیں ہوتے ہیں۔ نیز حوض سے وضوء کرتے وقت احتیاط

سے کام لینا چاہئے کہ حوض میں چھینٹیں نہ گریں۔لیکن ان چھینٹوں سے حوض ناپاک نہیں ہوتا ہے۔(آپ کے مسائل ص ۸۵ جلد ۳)

مسئلہ:وضوء کر کے تر پاؤں ایسی جگہ رکھے جہاں جوتے رکھے تھے اور پھر مسجد کی صف پر پھرا، تو اس صورت میں اس کے پیر ناپاک نہیں ہوئے لہذا صفیں سب پاک ہیں اور وضوء اور نماز سب کی صحیح ہے۔(فتاوی دارالعلوم ص ۳۷ ۳ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۳۲۴ جلد اول)

قبر پر وضوء کرنا

مسئلہ:روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو معاملہ کسی کے ساتھ زندگی میں تکلیف دہ ثابت ہو، مرنے کے بعد بھی وہی حکم ہے اور ظاہر ہے کہ اگر زندگی میں کسی زندہ شخص کے پاس بیٹھ کر اس طرح وضوء کریں کہ اس پر وضوء کے پانی کی چھینٹیں پڑیں تو اس کو تکلیف ہوگی۔

(امدادالفتاوی ۳۰۷ جلد اول)

مسئلہ:وضوء کا پانی یعنی ایسی جگہ وضوء کرنا جہاں پر وضوء کا پانی قبر پر گرے جائز نہیں ہے۔

(امدادالفتاوی ص ۳۰۷ جلد اول)

گھر سے وضوء کر کے آنا افضل ہے

مسئلہ:گھر سے وضوء کر کے مسجد میں آنا افضل ہے، گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف آنے کی فضیلت احادیث میں آئی ہے، عقلاً بھی گھر سے وضوء کر کے مسجد کی طرف چلنے کی فضیلت ظاہر ہے اس لیے کہ اس میں مسجد اور جماعت کا احترام ہے۔کوئی شخص کسی دربار میں حاضر ہونا چاہے تو اس کی عظمت کا تقاضہ ہے کہ گھر سے صاف ستھرا ہو کر چلے، نہ یہ کہ دربار میں پہنچ کر پانی تلاش کرے، یہ دربار کی عظمت کے خلاف ہے۔جیسا کہ حرم میں داخل ہونے والے کے لیے مواقیت سے احرام باندھنے کے حکم سے بھی بیت اللہ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔

(احسن الفتاوی ص ۱۱ ج ۲)

مسئلہ:آج کل بھی جو شخص وضوء کر کے مکان سے چلے اس کو زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ لیکن مسجد کے لیے وضوء خانہ اور غسل خانہ وغیرہ بنادینا موجب ثواب اور مسنون و مستحب

ہے۔(الجواب المتین ص ۱۰)

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص فرض ادا کرنے کے لیے وضو کر کے اپنے گھر سے نکلتا (اور مسجد کو جاتا) ہے تو اس کو اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح حج کرنے والے، احرام باندھنے والے کو ثواب ملتا ہے۔

تشریح: جس طرح حج کرنے والے، احرام باندھنے والے کو ثواب ملتا ہے۔

گویا وضوء، تو احرام کے مشابہ ہے اور نماز حج کے مشابہ ہے۔ اور مشابہت اس جہت سے بیان ہوئی ہے کہ نمازی نماز کے لیے مسجد کو جانے کے واسطے جب گھر سے نکلتا ہے تو نماز سے فارغ ہو کر جب تک گھر واپس نہیں آجاتا تب تک برابر ثواب پاتا رہتا ہے، جیسا کہ حاجی جب حج کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو جب تک حج سے فارغ ہو کر گھر واپس نہیں آجاتا تب تک برابر ثواب پاتا رہتا ہے۔ لہذا یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ حدیث شریف میں جو مشابہت بیان ہوئی ہے وہ صرف اس جزوی مماثلت سے ہے نہ کہ جمیع وجوہ ثواب میں برابری کے اعتبار سے، کیونکہ حج کا ثواب اگر بس اتنا ہی مانا جائے جتنا مذکورہ نمازی کو ملتا ہے تو پھر حج کرنا ہی عبث ہوگا۔

فرض نماز پڑھنے والے کو حج کرنے والے کے ساتھ مشابہت دی گئی اور نفل یعنی چاشت وغیرہ کی نماز پڑھنے والے کو عمرہ کرنے والے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ (مظاہر حق ص ۶۱۸ جلد اول)

غسل کے بعد وضوء کرنا

مسئلہ: وضوء نام ہے تین اعضاء (منہ، ہاتھ اور پاؤں) کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا۔ اور جب کسی آدمی نے غسل کر لیا تو اس کے ضمن میں وضوء بھی ہو گیا۔ غسل سے پہلے وضوء کر لینا سنت ہے لیکن اگر کسی نے غسل سے پہلے وضوء نہیں کیا تب بھی غسل ہو جائے گا۔ اور غسل کے ضمن میں وضوء بھی ہو جائے گا۔ مسح کے معنی تر ہاتھ سر پر پھیرنے کے ہیں۔ جب سر پر پانی ڈال کر مل لیا تو مسح سے بڑھ کر غسل ہو گیا۔ بہر حال عوام کا یہ طرز عمل کہ وہ غسل کے بعد پھر وضوء کرتے ہیں، بالکل غلط ہے، وضوء غسل سے پہلے کرنا چاہئے تا کہ غسل کی سنت ادا ہو

جائے، غسل کے بعد وضوء کرنے کا جواز نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۲۸ جلد دوم)

مسئلہ: غسل کے بعد جب تک وضوء نہ ٹوٹے دوبارہ وضوء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۲۸ ج ۲ واحسن الفتاویٰ ص ۹ ج ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۹۹ جلد اول)

غسل کے دوران وضوٹوٹ جائے تو؟

سوال: غسل کرنے سے پہلے وضوء کیا لیکن غسل کے دوران وضوء ٹوٹ جائے تو غسل کے بعد دوبارہ وضوء کرنا چاہئے؟

جواب: اگر وضوء ٹوٹنے کے بعد غسل کیا اور اس سے وضوء کے اعضاء دوبارہ دھل گئے اس کے بعد وضوء توڑنے والی کوئی چیز پیش نہیں آئی تو اس کا وضوء ہو گیا۔ نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ : اور یہ جو مشہور ہے کہ برہنہ (ننگا) ہونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے یا یہ کہ برہنہ ہونے کی حالت میں وضوء نہیں ہوتا، یہ محض غلط ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۱ جلد ۲)

مسئلہ : نماز جنازہ والے وضوء سے دوسری نماز پڑھ سکتے ہیں مگر نماز جنازہ کیلئے جو تیمم کیا جائے اس سے دوسری نمازیں نہیں پڑھ سکتے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۳)

مسئلہ : نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کیلئے وضوء کیا تو اس سے دوسری نمازیں پڑھنا جائز ہیں بلکہ پانی نہ ملنے یا مرض کی وجہ سے نماز جنازہ کیلئے تیمم کیا ہو تو اس سے بھی دوسری نماز پڑھنا جائز ہے (احسن الفتاوی ص ۱۸ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۲۲۶ جلد اول فتاوی دارالعلوم ص ۱۵۰ جلد اول)

مسئلہ: جنازہ اٹھانے سے قبل وضوء کرلیں تاکہ نماز جنازہ فوت نہ ہو جائے اور یہ حکم بھی استحباباً ہے۔ (مظاہر حق ص ۴۸۲ جلد اول)

گرم پانی سے وضوء کرنا

مسئلہ: گرم پانی سے وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ : اگر وضوء کے دوران کوئی حصہ خشک رہ جائے تو دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، صرف اس حصے کو دھو لینا کافی ہے۔ لیکن اس خشک حصہ پر پانی بہانا ضروری ہے۔ صرف گیلا ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۲ جلد ۲، احسن الفتاوی ص ۲۹ جلد ۲ آپ کے مسائل ص ۳۴ جلد ۲ احسن الفتاوی ص ۲۵ ج ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۲۱ ج ۱)

عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر وضوء کرنا

مسئلہ: کھڑے ہو کر وضوء کرنے میں چھینٹے پڑنے کا احتمال ہے۔اس لیے جہاں تک ہو سکے بیٹھ کر وضوء کرنا چاہیے۔لیکن اگر مجبوری ہو تو کھڑے ہو کر وضوء کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: آج کل گھروں میں واش بیسن لگے ہوئے ہیں،لوگ کھڑے ہو کر بیسن سے وضوء کر لیتے ہیں،وضوء تو اس طرح بھی ہو جاتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ قبلہ رخ بیٹھ کر وضوء کرے۔

مسئلہ: اگر بیٹھنے کا موقع نہیں ہے تو کھڑے ہو کر وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں۔لیکن چھینٹوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔(آپ کے مسائل ص ۳۳ جلد ۲)

مسئلہ: بیٹھے ہوئے وضوء کرے اگر بیٹھ کر پاؤں دھونے میں دقت ہو یا کھڑے ہو کر مستعمل پانی سے حفاظت ہوتی ہو تو کھڑے ہو کر پاؤں دھونے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ استعمال شدہ پانی سے حفاظت کیلئے کھڑے ہو کر پاؤں دھونا بہتر ہے۔

(آداب وضوء، رد المختار ص ۸۶ جلد اول، فتاوی محمودیہ ص ۱۶ جلد ۷)

وضوء میں وگ یعنی مصنوعی بالوں کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص بوجہ مجبوری سر پر..وگ۔(مصنوعی بالوں) کا استعمال کرتا ہے تو وہ شخص وضوء کے دوران سر کا مسح وگ پر ہی کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مصنوعی بالوں کا استعمال جائز نہیں اور نہ اس کے استعمال میں کوئی مجبوری ہے، سر کا مسح ان کو اتار کر کرنا چاہیے،اگر ان پر مسح کیا تو وضوء نہیں ہوگا۔(آپ کے مسائل ص ۳۶ ج ۲)

وضوء کرتے ہوئے قبلہ کی طرف تھوکنا

سوال: قبلہ رخ بیٹھ کر وضوء کرتے ہیں تو اس صورت میں تھوکتے بھی ہیں، ویسے قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع کرتے ہیں،اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: قبلہ کی طرف تھوکنا مکروہ ہے۔اگر قبلہ کی طرف منہ ہو مگر نیچے زمین کی طرف تھوکے تو اس میں کوئی کراہت نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نماز میں اگر تھوکنے کی ضرورت

پیش آجائے تو پاؤں کے نیچے تھوک دے، حلانکہ اس وقت نمازی قبلہ رخ ہے، اس کے با وجود نیچے کی طرف تھوکنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۱۷ جلد دوم)
(اپنی جاءنماز وغیرہ کے نیچے تھوک سکتا ہے، مسجد کی جاءنماز پر نہیں)

وضوء میں عذر کی وجہ سے اعضاء کو خشک کرتے جانا

مسئلہ: وضوء اور غسل میں ولاء سنت ہے۔ یعنی اتنی تاخیر نہ کرے کہ معتدل ہوا میں دوسرا عضوء دھونے سے قبل پہلا عضوء خشک ہو جائے، اسی طرح مسح کے بعد اور تیمّم میں اتنی تاخیر (دیر) کرنا کہ اس وقت اگر کوئی عضوء دھویا ہوتا تو وہ خشک ہو جانا خلاف سنت ہے۔

(احسن الفتاوی ص ۱۴ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۱۴ جلد دوم)

مسئلہ: اعضائے وضوء میں موالات سنت ہے فرض نہیں۔ لہٰذا دوسرے عضوء عضوء کو پہلے عضوء کا پانی خشک ہونے پر دھونا مکروہ ہے، سنت یہ ہے کہ مثلاً چہرہ دھولیا تو فوراً ہی ہاتھوں (کہنیوں) کو دھویا جائے، اور کہنیوں کے خشک ہونے سے پہلے سر کا مسح کیا جائے وغیرہ۔ پس اگر چہرہ دھو کر اتنا توقف کیا کہ چہرے پر جو وضوء کا پانی تھا وہ خشک ہو گیا تو وضوء تو صحیح ہو جائے گا لیکن کراہت کے ساتھ۔ (کتاب الفقہ ص ۱۰۱ جلد اول)

مسئلہ: وضوء کے اعضاء میں ترتیب کا ملحوظ رکھنا سنت ہے فرض نہیں ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۹۹ جلد اول)

مسئلہ: اثنائے وضوء میں عذر کی وجہ سے اعضاء کا خشک کرتے جانا بلا کراہت جائز ہے اور وضوء اس کا کامل ہے اور نماز اس سے درست ہے اور بلا عذر ایسے کرنا یعنی وضوء کے دوران اعضاء کو خشک کرتے جانا) البتہ خلاف سنت ہے، نماز پھر بھی اس وضوء سے صحیح ہے۔

(فتاوی دارالعلوم ص ۱۴۷ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۴۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ وضوء میں جس حصۂ عضوء پر پانی نہیں پہونچا اور خشک رہ گیا اس پر پانی بہادے پھر وضوء صحیح ہو جائے گا، اور اگر کوئی عضوء یا حصہ دھلنے اور تر ہونے کے بعد خشک ہو گیا تو اس سے وضوء میں کچھ خلل نہیں آیا، وضوء صحیح ہے۔

(فتاوی دارالعلوم ص ۱۴۷ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۴۷ جلد اول)

مسئلہ :۔ وضوء کرتے وقت ایڑی پر یا کسی اور جگہ پر پانی نہیں پہنچا اور وضوء کرنے کے بعد معلوم ہوا تو وہاں پر فقط گیلا ہاتھ پھیرنا کافی نہیں ہے بلکہ پانی پہنچانا یعنی پانی بہانا ضروری ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۶ جلد اول)

وضوء کے اعضاء کو تین بار سے زیادہ دھونا

مسئلہ : وضوء میں بعض لوگ تعن بار کہنی تک ہاتھ دھو کر پھر تین بار پانی بہاتے ہیں تو یہ چھ ہو گیا۔ اگر تین سے زائد اس اعتقاد سے دھو رہا ہے کہ یہ ثواب یا سنت ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں مگر بدون کسی ادعیہ سے کر رہا ہے تو عبث ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر کبھی ازالہ شک اور طمانیت قلب کی خاطر تین بار دھو لیا تو کوئی کراہت نہیں البتہ مسجد اور مدرسہ کے وقف پانی سے زیادہ دھونا حرام ہے۔

(احسن الفتاوی ص ۱۵ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۲۳ جلد اول ومظاہر حق ص ۲۰۶ جلد اول)

مسئلہ : وضوء میں دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھونے چاہئیں، یہی سنت ہے باقی تر کرنے کے لیے ایک بار ہاتھ پھیرنے میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ اچھا ہے تاکہ تین مرتبہ پوری طرح پانی بہہ جائے، تیز پانی ہاتھ پر انگلی کی طرف سے بہائے اور انگلیوں میں خلال دھوتے وقت کرے یا بعد میں ہر طرح درست ہے۔

(فتاوی دارالعلوم ص ۱۲۸ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۱۰۹ جلد اول کتاب الطہارۃ)

ہر عضو کو تین بار دھونے کی حکمت

مسئلہ: وضوء میں تین مرتبہ ہر عضو کو دھونا آنحضرت ﷺ کے مبارک عمل سے ثابت ہے۔

(احسن الفتاوی جلد دوم ص ۹)

ہر عضوء کو تین بار دھونے کا حکم اس لیے ہوا کہ تین سے کم دھونے میں نفس پر پورا اثر پیدا نہیں ہوتا اور یہ امر تفریط میں داخل ہے اور زیادہ دھونے میں افراط واسراف ہے۔ کیونکہ اگر دھونے میں ایک حد معین نہ ہوتی تو ظنی اور وہمی لوگ سارا دن ہاتھ پاؤں ہی دھونے میں گزار دیتے اور ان کی نماز کا وقت بھی گزر جاتا، یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی نے آپ سے معلوم

کیا کہ کیا وضوء میں بھی اسراف ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں بے شک وضوء میں بھی اسراف ہوتا ہے خواہ (وضو کرنے والا) جاری نہر کے کنارے پر بیٹھ کر وضوء کرے۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۹)

وضوء میں مسواک کی فضیلت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک منہ کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ اور پروردگار کی رضاء وخوشنودی کا وسیلہ ہے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی سو کر اٹھتے، خواہ رات میں سوتے خواہ دن میں تو وضوء کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔

آپؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نماز (کی وضوء) کیلئے مسواک کی گئی، وہ نماز اس نماز پر ستر درجہ فضیلت زیادہ رکھتی ہے جس کیلئے مسواک نہ کی گئی ہو۔ (مظاہر حق ۳۸۱ جلد اول)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسواک کرنے کے بعد (اپنی وہ مسواک) مجھ کو دے دیتے تا کہ میں اس کو دھوؤں۔ چنانچہ پہلے تو میں اس سے مسواک کرتی اور پھر اس کو دھو کر آنحضرت ﷺ کو دیتی تھی۔ (ابوداؤد)

تشریح: تا کہ میں اس کو دھوؤں اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسواک کرنے کے بعد اس مسواک کا دھولینا مستحب ہے۔ اور علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے یہ مستحب ہے کہ مسواک تین بار کی جائے اور ہر بار اس کو پانی سے دھویا جائے، اور یہ کہ مسواک نرم ہونی چاہئے۔

اور پہلے تو میں اس سے مسواک کرتی یعنی آپؐ مسواک کرنے کے بعد اپنی وہ مسواک مجھے دھونے کیلئے دیتے تھے، مگر میں اس کو دھونے سے پہلے اپنے منہ میں لے کر اس سے مسواک کرتی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ ایسا اسلیئے کرتی تھی کہ اس مسواک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو لعاب لگا ہوتا تھا وہ ان (حضرت عائشہؓ) کے منہ میں آجائے جس سے انکو برکت حاصل ہو۔ اور پھر اس کو دھونے کے بعد وہ مسواک حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے دیتی تھیں کہ اگر مسواک کرنی باقی رہ گئی ہو تو اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پورا کر لیں۔

بہر حال اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کی مسواک کو اپنے منہ میں لینا اور اس سے خود مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے، اگر مسواک کرنے والے کی رضامندی حاصل ہو۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ صلحاء کے لعاب وغیرہ سے برکت حاصل کرنا اچھی چیز ہے۔ (اور تیسرے یہ کہ عورتوں کیلئے بھی مسواک کرنا سنت ہے)

(مظاہر حق جدید ص ۳۸۰ جلد اول) (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

وضوء کے آداب وسنن میں سے کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس کی تاکید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی کی ہو جتنی مسواک کے متعلق کی ہے۔ اور آپؐ نے خود بھی اس کا بے حد اہتمام فرمایا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ منہ کے سوا بیرون جسم میں کوئی اور حصہ ایسا نہیں ہے جہاں اس قدر رطوبت اور غذا کے بقیہ اجزاء جمع رہتے ہوں اور ہوا نہ لگنے کی وجہ سے چونکہ منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس لیے آدمی بدبودار اور گندے مُنہ سے جب تلاوت قُرآن کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو یہ بات خدا تعالیٰ کو بھی ناپسند ہے اور پاکیزہ مخلوق فرشتے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ مسواک میں جسمانی صحت کے بے شمار فائدوں کے علاوہ ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ یہ خدا کو راضی کرنے والی ہے اور عبادتوں کے اجر وثواب میں اجر و اضافہ کرنے والی ہے۔ (الترغیب والترہیب ص ۳۴۶ جلد اول)

(مسواک میں اگر چہ محنت کچھ بھی نہیں ہے لیکن نماز کی خوبی وعمدگی میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان بارگاہ خداوندی میں جس منہ سے ہم کلامی کرنے والا ہے اسے پاک صاف کر کے تیار ہو جاتا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اُمت والوں پر زیادہ بوجھ پڑنے کا خیال نہ ہوتا تو ان کو یہ حکم دیتا کہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھا کریں، اور ہر نماز کیلئے مسواک کیا کریں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح:۔ اپنی اُمّت والوں پر زیادہ بوجھ پڑ جانے کا خیال نہ ہوتا۔ یعنی اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میری اُمّت کے لوگ دشواری میں پڑ جائیں گے اور ان پر گراں گزرے گا تو میں ایک بات تو یہ لازم قرار دیتا کہ عشاء کی نماز تہائی رات تک یا آدھی رات تک تاخیر کر کے پڑھی

جائے۔ اور دوسری بات یہ لازم کرتا کہ ہر نماز کیلئے یعنی ہر نماز کے وضوء کے وقت مسواک ضرور کی جائے۔ یہ دونوں باتیں بہت مستحب ہیں۔ اور بڑی فضیلت رکھتی ہے۔

(مظاہر حق ص ۳۴۷ جلد اول)

مسواک کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسواک کیا کرتے۔ (مسلم)

تشریح:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک میں نظافت و پاکیزگی اور لطافت کا جو ہر جس کمال درجہ کا تھا۔ یہ اس کا اثر تھا کہ آپؐ گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ احساس ہوتا تھا کہ باہر مجلس میں زیادہ چپ رہنے یا لوگوں سے کلام وگفتگو کرنے کے سبب شاید منہ میں کچھ تغیر آگیا ہو تو وہ اس مسواک کرنے سے جاتا رہے، لیکن اگر حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کا یہ مبارک عمل اُمت کے لوگوں کو یہ بتانے اور سکھانے کیلئے تھا کہ اپنے گھر کے افراد کے درمیان نہایت پاکیزگی اور نظافت و لطافت کے ساتھ رہن سہن رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ آپس میں بات چیت اور اختلاط کے وقت کوئی شخص منہ کے تغیر (مثلاً بدبو) وغیرہ کی صورت میں تم سے کراہت و بے زاری اور تکلیف محسوس نہ کرے، اس لیے پہلے مسواک کرلیا کرو۔ اور علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں ہر شخص کیلئے تاکید ہے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو سب سے پہلے مسواک کرے۔ کیونکہ اس کہ وجہ سے مُنہ نہایت پاکیزہ اور خوشبودار ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات گھر والوں کے ساتھ نہایت خوش گوار اور بہترین سلوک وتعلقات کا باعث بنتی ہے۔

اور اس حدیث شریف سے ان لوگوں کے لیے بھی غور وفکر کرنے کا مقام ہے جو گھر میں گھر والوں کے ساتھ نہایت ہی گندہ ذہنی یا میلے کچیلے کپڑوں وغیرہ کے ساتھ رہتے ہیں اور باہر نہایت اہتمام سے نکلتے ہیں، بے شک گھر سے نکلنے میں بھی اہتمام صفائی وستھرائی کا ہو لیکن گھر میں بھی کچھ کم نہ ہو کیونکہ جس طرح سے مرد اپنی بیوی کو اچھی حالت میں دیکھنا چاہتا ہے عورت بھی شوہر کو۔۔۔)

علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کرنے کے ستر فائدے ہیں اور ان میں سب سے کم درجہ کا فائدہ یہ ہے کہ مسواک کرنے کی عادت رکھنے والا موت کے وقت کلمہ شہادت کو یاد رکھے گا۔ (مظاہر حق ص ۳۷۴ جلد اول)

نیز مسواک کی پابندی اور اہتمام کرنے والا انشاء اللہ خاص کر منہ کے کینسر میں مبتلا نہ ہوگا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسواک کیا ہے اور کیسی ہونی چاہئے؟

سواک (مسواک) کالفظ سوک سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ملنا، رگڑنا۔

اصطلاح میں سواک (یعنی مسواک کرنے) کا مطلب ہوتا ہے دانتوں کو مل کر صاف کرنا اور یہ دانتوں اور منہ کی صفائی اگر چہ ہر اس چیز سے حاصل کی جاسکتی ہے جو سخت اور کھرکھری ہو اور دانتوں کا میل اور زردی دور کردے لیکن اس کام کیلئے شرعی طور پر جو چیز اصل ہے اور جس چیز کے ساتھ سنت واستحباب کی فضیلت وبرکت وابستہ ہے وہ لکڑی ہے جس کو مسواک کہا جاتا ہے۔

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے۔ تاہم امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے مسلک میں تو یوں ہے کہ بالخصوص جب بھی وضوء کیا جائے تو مسواک کی جائے اور حضرت امام شافعیؒ کے مسلک میں یہ ہے کہ جب بھی وضوء کیا جائے اور جب بھی نماز پڑھی جائے تو مسواک کی جائے۔ (گویا کوئی شخص اگر ایک وضوء سے مثلاً چار نمازیں پڑھنا چاہے تو امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق چار ہی مرتبہ (ہر نماز کے وقت) مسواک کرنا مسنون ہوگا۔) واضح رہے کہ فجر اور ظہر کی نماز سے پہلے مسواک کرنے کی اور زیادہ تاکید ہے۔

مُنہ کی صفائی اور پاکیزگی پروردگار کو پسند ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بہت زیادہ اہتمام رکھتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کی فضیلت میں چالیس حدیثیں منقول ہیں جن سے مُنہ کی صفائی و پاکیزگی کے لیے مسواک کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں نہ صرف دانتوں اور منہ کے لیے، بلکہ پوری جسمانی صحت وتندرستی کے لیے مسواک کرنے میں بہت بڑے بڑے فائدے ہیں، لہٰذا مسواک کرنا ہر حالت میں مستحب

اور اچھا ہے۔ خصوصاً وضوء کرتے وقت، تلاوت قرآن کے وقت، جب دانت زرد ہو گئے ہوں، یا سو جانے یا خاموش رہنے یا بھوکا رہنے کی وجہ سے، یا بدبودار چیز کھانے اور پینے کی وجہ سے، منہ کا مزہ بگڑ گیا ہو اور منہ میں بدبو آتی ہو تو اس صورت میں مسواک کرنا بہت ہی مستحب اور نہایت ہی اچھا ہے۔

مسواک کسی کڑوے درخت (مثلاً نیم وغیرہ) کی ہونی چاہئے۔ اور اگر پیلو کے درخت کی ہو تو بہت بہتر ہے کیونکہ حدیث شریف میں پیلو کے درخت کی مسواک کا ذکر آیا ہے۔ مسواک کی لکڑی ایسی ہونی چاہئے جو موٹائی میں چھنگلیا انگلی کے بقدر (کم از کم) ہو، اور لمبائی میں ایک بالشت کے برابر ہو۔ نیز مسواک کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ دانتوں کی چوڑان پر ہو، نہ کہ لمبان پر، کیونکہ دانتوں کے لمبان پر مسواک کرنے سے مسوڑھے چھل جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ وضوء میں مسواک اس وقت کی جائے جب کلی کی جاتی ہے، اور بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ وضوء شروع کرنے سے پہلے مسواک کر لینی چاہئے۔ (دونوں طرح جائز ہیں)

مسئلہ:۔ کسی مجلس میں یا لوگوں کے سامنے اس طرح مسواک کرنا کہ رال ٹپکتی جائے مکروہ ہے، خصوصاً علماء اور بزرگانِ اُمت کے سامنے اس طرح مسواک کرنے سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسواک نہیں رکھتا ہو، یا جس شخص کے دانت ٹوٹے ہوئے ہوں یا ہلتے ہوں اور مسواک نہ کر سکتا ہو تو وہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی سے دانت مل کر منہ صاف کر سکتا ہے۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ دانتوں پر دائیں طرف سے مسواک کرنا اور ملنا شروع کیا جائے، امام نووی لکھتے ہیں، مستحب یہ ہے کہ پیلو کی لکڑی سے مسواک کی جائے، اگر مسواک کو نرم بنانا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں کسی موٹے اور کھر کھرے کپڑے یا انگلی سے مل کر دانتوں کو صاف کیا جائے جس سے منہ کا اور دانتوں کا میل وغیرہ دور کیا جا سکے (مظاہر حق ص ۳۷۳ جلد اول)

مسواک کرنے پر خون نکلتا ہے؟

سوال: ایک شخص اگر وضوء کرتے وقت مسواک کرتا ہے تو منہ وغیرہ دھونے کے بعد تک اس کے دانتوں سے خون آتا رہتا ہے، کیا وہ دوبارہ وضوء کرے؟

جواب: ایسی حالت میں وضوء دوبارہ کرنا چاہئے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۳۶ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۱۲۸ جلد اول باب الوضوء)

مسئلہ: مسواک کو وضوء کرنے کے لوٹے (برتن) میں تر ہونے کیلئے ڈال دیں تو اس پانی سے وضوء کرنے میں کچھ کراہت نہیں ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ مسواک پانی سے دھو کر نرم کر لی جائے، لوٹے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۸۴ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۱۰۵ جلد اول)

(کیونکہ دوسرے حضرات کو اس لوٹے سے وضوء کرنے میں تکلف ہوگا اور بعض حضرات کو منہ کی بیماری وغیرہ ہوتی ہے اس کی وجہ سے لوگوں کو ایذاء ہوگی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ: وضوء کے وقت مسواک کرنے کے بعد مسواک کو پیر کی انگلی اور انگوٹھے سے پکڑنا مسنون نہیں ہے، اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۱۴۱ جلد ۲)

(اگر ضرورت ہو پکڑ سکتے ہیں لیکن سنت سمجھ کر نہیں پکڑنا چاہئے۔ (رفعت قاسمی)

مسئلہ: مسواک کرنا عورت اور مرد دونوں کے لیے مسنون ہے۔ (امداد الفتاوی، ص ۲۹ جلد اول)

اصل سنت درخت کی مسواک ہے، وہ نہ ملے یا دانت نہ ہوں یا دانت و مسوڑھے کی خرابی کی وجہ سے مسواک سے تکلیف ہوتی ہو تو ضرورۃ ہاتھ کی انگلیوں یا موٹے کھردرے کپڑے یا منجن، ٹوتھ پیسٹ یا برش سے مسواک کا کام لیا جا سکتا ہے مگر مسواک کے ہوتے ہوئے مذکورہ چیزیں مسواک کی سنت کے ادا کرنے کے لیے کافی نہیں اور مسواک کی سنت کا پورا اجر حاصل نہ ہوگا۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۱۲۶ جلد ۳ بحوالہ شامی ص ۱۰۷ و کبیری ص ۳۲ و ہدایہ ص ۶ جلد اول و صغیری ص ۱۴ و بحر ص ۲۱ جلد ا و عالمگیری ص ۷ جلد ۱)

مسئلہ: مسواک ایک بالشت سے زائد نہ رکھی جائے۔ ابتداء ایک بالشت ہو تو بہتر ہے، کم میں بھی مضائقہ نہیں، پھر جس قدر چھوٹی ہو کر استعمال کے قابل رہے استعمال کی جائے۔

(فتاوی محمودیہ ص ۲۹ جلد ۲ بحوالہ شامی ص ۷۸ جلد اول)

مسئلہ: مسواک کا ایک بالشت ہونا مستحب ہے۔

مسئلہ: شروع ہی سے ایک بالشت سے کم مسواک بنانا خلاف استحباب ہے، استعمال کے بعد کم ہو جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۱۵ جلد ۲ بحوالہ رد المختار ص ۱۰۷ جلد اول)

وضوء کے بعد عین نماز سے پہلے مسواک کرنا کیسا ہے؟

سوال: میں نے ریاض میں دیکھا کہ لوگ صفوں میں بیٹھے ہوئے مسواک کر رہے ہیں اور جب مکبر نے تکبیر کہنی شروع کی تو انہوں نے پہلے مسواک کی اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جب نماز ختم ہوئی تو میں نے دریافت کیا کہ کیا اس طرح مسواک کرنا جائز ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اور وضوء کرنے سے پہلے مسواک کر لیا کرو۔ تفصیل فرمائیں۔

جواب: ان امام صاحب نے جس حدیث پاک کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم کرتا۔

اس حدیث کے راویوں کے الفاظ کے نقل کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات عند کل صلوۃ کے الفاظ نقل کرتے ہیں اور بعض اس کی بجائے عند کل وضوء نقل کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری ص ۲۵۹)

یعنی ہر وضوء کے وقت مسواک کا حکم کرتا۔ ان دونوں الفاظ کے پیش نظر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدیث شریف کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہر نماز سے پہلے وضوء کرے اور ہر وضوء کی ابتداء مسواک سے کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دینے سے مقصود یہ ہے کہ ہر نماز کے وضوء سے پہلے مسواک کی جائے عین نماز کیلئے کھڑے ہونے کے وقت مسواک کی ترغیب مقصود نہیں، اگر اول نماز کیلئے کھڑے ہوتے وقت مسواک کرے تو اندیشہ ہے کہ دانتوں سے خون نکل آئے جس سے وضوء ساقط ہو جائے گا اور جب وضوء نہ رہا تو نماز بھی نہ ہوگی۔ اس لیے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے وضوء سے پہلے مسواک کرنا سنت ہے۔ عین نماز کے وقت مسواک نہیں کی جاتی۔

علاوہ ازیں مسواک منہ کی نظافت اور صفائی کیلئے کی جاتی ہے اور یہ مقصود اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ وضوء کرتے ہوئے مسواک کی جائے اور پانی سے کلی کر کے منہ اچھی طرح صاف کر لیا جائے۔ نماز کیلئے کھڑے ہوتے وقت بغیر پانی اور کلی کے مسواک کرنے سے منہ کی نظافت اور صفائی حاصل نہیں ہوتی جو مسواک سے مقصود ہے۔

سعودی حضرات چونکہ امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں اور ان کے نزدیک خون نکل آنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اس لیے وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے وقت مسواک کرتے ہیں اور حدیث شریف کا یہی منشاء سمجھتے ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۳۵ جلد۲)

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک رمضان شریف میں بھی ہر ایک وضوء میں مسواک کرنا مستحب ہے اور وہ خلوف جو اللہ کو پسند ہے مسواک کے بعد بھی رہتا ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۳۰ جلد اول بحوالہ ہدایہ ص ۲۰۳ جلد اول)

مسئلہ: وضوء کرتے وقت مسواک کرنا سنت ہے۔ خواہ وضوء پر وضوء کیا جائے اور کھانے کے بعد مسواک کرنا ایک الگ سنت ہے۔

مسئلہ: مسواک خواتین کیلئے بھی سنت ہے لیکن اگر ان کے مسوڑھے مسواک کے متحمل نہ ہو تو ان کیلئے دنداسہ کا استعمال بھی مسواک کے قائم مقام ہے جب کہ مسواک کی نیت سے اس کا استعمال کریں۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴ جلد دوم و نماز مسنون ص ۷۷)

مسئلہ: دانت پر میل آجانے کے وقت، سو کر اٹھنے کے بعد منہ میں بدبو آجانے کے وقت، خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے وقت، کسی مجلس اور مجمع میں جانے کے وقت، اور قرآن شریف پڑھنے کیلئے مسواک کرنا مستحب ہے، اس طرح کوئی ایک وضوء سے دوسرے وقت کی نماز پڑھے تو اس کو بھی مسواک کرنا مستحب ہے۔ (علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۱۱۹ جلد اول)

کیا ٹوتھ برش مسواک کی سنت کا بدل ہے؟

مسئلہ: بہتر تو یہی ہے کہ ادائے سنت کیلئے مسواک کا استعمال کیا جائے، برش استعمال کرنے سے بعض اہل علم حضرات کے نزدیک مسواک کی سنت ادا ہو جاتی ہے، اور بعض کے نزدیک نہیں ہوتی۔ (آپ کے مسائل ص ۳۵ جلد۲)

(برش میں صرف صفائی کی سنت ادا ہوگی، باقی سنتیں رہ جائیں گی، مثلاً پیلو یا کڑوے درخت، لمبائی و موٹائی وغیرہ۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ: برش استعمال کرسکتا ہے بشرطیکہ حرام بالوں کا بنا ہوا نہ ہو لیکن سنت اس سے ادا نہ ہوگی۔ (نماز مسنون ص ۷۷)

مسئلہ : کچھ دانت وغیرہ گر جانے کی وجہ سے اگر مسواک کا استعمال نہ ہوسکے تو کسی بھی منجن تا ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے بوجہ مجبوری مسواک کا ثواب ملے گا۔ ورنہ مسواک کا ثواب نہ ملے گا۔ (نظام الفتاویٰ ص ۴۳ جلد اول)

وضوء کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱)　مسلمان ہونا، کافر پر وضوء واجب نہیں۔ (کیونکہ وضوء عبادت ہے اور کافروں کو عبادت کا حکم نہیں)۔

(۲)　بالغ ہونا۔ نابالغ پر وضوء واجب نہیں۔

(۳)　عاقل ہونا، دیوانہ، مست اور بے ہوش پر وضوء واجب نہیں۔

(۴)　پانی کے استعمال پر قادر ہونا، جس شخص کو پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر وضوء واجب نہیں (قدرت نہ ہونے کی صورتیں تیمم کے بیان میں آئیں گی)

(۵)　نماز کا اس قدر وقت باقی رہنا کہ جس میں وضوء اور نماز کی گنجائش ہو۔ اگر کسی شخص کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر وضوء واجب نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کافر ایسے تنگ وقت میں اسلام لایا کہ وضوء اور نماز دونوں کی گنجائش نہیں۔ یا کوئی نابالغ ایسے تنگ وقت میں بالغ ہوا۔

(علم الفقہ ص ۵۳ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۰ جلد اول)

مسئلہ: اگر کوئی نابالغ وضوء کرے تو وضوء صحیح متصور ہوگا۔ چنانچہ اگر مثلاً بالغ ہونے سے کچھ دیر پہلے وضوء کیا اور پھر بالغ ہوگیا تو اس کا وضوء بحال رہے گا، اس کیلئے جائز ہے کہ اسی وضوء سے نماز پڑھ لے۔ یہ صورت حال اگرچہ نادر الوقوع ہے لیکن مسافروں کیلئے اور صحراؤں میں جہاں پانی کی قلت ہو، زندگی بسر کرنے والوں کیلئے مفید ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۷ جلد اول)

وضوء کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱)　تمام اعضاء پر پانی کا پہنچ جانا، اگر کوئی جگہ بال کے برابر بھی خشک رہ جائے تو وضوء نہ ہوگا۔

(۲)　جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی وجہ سے جسم پر پانی نہ پہنچ سکے۔ مثال وضوء کے

اعضاء پر چربی (گھی، تیل وغیرہ) یا خشک موم لگا ہوا ہو۔ یا انگلی میں تنگ انگوٹھی ہو۔
(۳) جن حالتوں میں وضوء جاتا رہتا ہے اور جو چیزیں وضوء کو توڑتی ہیں وضوء کی حالت میں ان چیزوں کا نہ ہونا، بشرطیکہ وہ شخص معذور نہ ہو۔ (معذور کا وضوء ان حالتوں کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے جیسے کسی کو پیشاب کا مرض ہو کہ ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہے تو اس کا وضوء اسی حالت میں درست ہے) حیض و نفاس والی عورت وضوء کرے تو وضوء درست نہیں۔ جنبی (جس کو غسل کی حاجت ہو) وضوء کرے تو وضوء نہ ہوگا۔ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت وضوء کرے تو وضوء نہ ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۵۳ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۲ جلد اول)
مسئلہ: اگر حیض کی حالت میں وضوء کیا اور پھر حیض سے پاک ہوگئی تو اس وضوء کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ سرے سے درست ہی نہ تھا۔ (کتاب الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

وضوء کے فرائض

وضوء میں چار فرض ہیں (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پیروں کا دھونا۔ انہی چار چیزوں کا نام وضوء ہے۔

پہلا فرض

(۱) تمام منہ کا ایک مرتبہ دھونا۔ خواہ وضوء کرنے والا خود دھوئے یا کوئی دوسرا دھلوائے یا خود بخود دھل جائے جیسے کوئی شخص دریا میں غوطہ لگائے، یا بارش کا پانی چہرے پر پڑ جائے اور تمام منہ دھل جائے تمام منہ سے مراد وہ سطح ہے جو ابتدائے پیشانی سے ٹھوڑی تک اور دونوں کانوں کے بیچ میں ہے اور دھونا فقہاء کے نزدیک اس کا نام ہے کہ پانی ایک مقام سے دوسرے مقام پر بہہ جائے اور کم از کم دو قطرے عضوء سے دھونے کے بعد فوراً ٹپک جائیں۔
(۲) آنکھ کا جو گوشہ ناک کے قریب ہے اس کا دھونا فرض ہے اور اکثر اس پر میل آجاتا ہے اس کو دور کر کے پانی پہنچانا چاہئے۔
(۳) جو سطح رخساروں (کلوں) اور کان کے درمیان میں ہے اس کا دھونا فرض ہے خواہ ڈاڑھی نکلی ہو یا نہیں۔

(۴)　ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے۔ بشرطیکہ ڈاڑھی کے بال اس پر نہ ہو یا ہو لیکن اس قدر کم ہوں کہ جلد نظر آ جائے۔

(۵)　ہونٹ کا جو حصہ کہ ہونٹ بند ہونے کے بعد دکھلائی دیتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

دوسرا فرض

(۱)　دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک ایک مرتبہ دھونا خواہ وضوء کرنے والا خود دھوئے یا کوئی دوسرا دھلوائے یا اور کسی طریقہ سے دھل جائیں، دونوں ایک مرتبہ ملا کر دھوئے یا علیحدہ علیحدہ،

(۲)　انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال کرنا فرض ہے۔

(۳)　کسی شخص کے ایک جانب میں پورے دو پیر یا دو ہاتھ ہوتو وہ اگر دونوں ہاتھوں میں ہر ایک سے کام لیتا ہے یعنی چیزوں کو پکڑ سکتا ہے اور اٹھا سکتا ہے۔ دونوں ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔ اسی طرح اگر دونوں پیروں میں ہر ایک سے پیر کا کام لیتا ہے، چل سکتا ہے تو دونوں پیروں کا دھونا فرض ہے اور اگر دونوں سے کام نہیں لے سکتا تو اگر دونوں کے جڑے ہوئے انگوٹھے ہوں تب بھی دونوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ملے ہوئے نہ ہوں بلکہ جدا ہوں تو صرف اسی کا دھونا فرض ہے جو کام دیتا ہے۔

ہاتھ پیر کے درمیان سے اگر دوسرا ہاتھ پیر جما ہوتو اس کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ اس مقام سے جما ہو جس کا دھونا وضوء میں فرض ہے، مثلاً ہاتھ میں کہنی یا کہنی کے نیچے جما ہو پیر میں ٹخنے کے نیچے سے جما ہو اور اگر کہنی یا ٹخنے کے اوپر سے جما ہوتو اس قدر حصہ کا دھونا فرض ہے جو کہنی یا ٹخنے کے نیچے کے حصہ کے مقابلہ میں ہو۔

تیسرا فرض

سر کے کسی جزو کا مسح۔

چوتھا فرض

دونوں پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا بشرطیکہ (چمڑے کا) موزہ پہنے ہوئے نہ ہو اگر

انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال بھی فرض ہے۔

(علم الفقہ ص ۵۸ جلد اول شرح وقایہ ص ۵۱ جلد اول، ہدایہ ص ۴ جلد اول، مراقی الفلاح ص ۱۸، کبیری ص ۱۷ شرح نقایہ ص ۴، ابوداؤد ص ۲۰ جلد اول، قرآن کریم مائدہ پارہ نمبر ۶)

مسئلہ: وضوء میں پیروں کا دھونا فرض ہے اور نص قطعی (وَاَرْجُلَکُمْ) سے ثابت ہے، مسح اس صورت میں ہے کہ پیروں پر چمڑے کے موزے پہنے ہوں۔ مسح شیعوں کا قول ہے ہرگز درست نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۱۲۷ جلد اول بحوالہ رد المحتار ص ۸۶ جلد اول ومنیہ ص ۱۵)

وضوء کے واجبات

مسئلہ: وضوء میں چار واجب ہیں۔

(۱) بھویں یا ڈاڑھی یا مونچھ اگر اس قدر گھنی ہوں کہ ان کے نیچے کی جلد چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اس قدر بالوں کا دھونا واجب ہے جن سے جلد چھپی ہوئی ہے، باقی بال جو جلد کے آگے بڑھ گئے ہیں ان کا دھونا واجب نہیں۔

(۲) کہنیوں کا دھونا۔ اگر ایک ہی جانب کسی کے دو ہاتھ ہوں تو اسے دوسرے ہاتھ کی کہنیاں دھونا بھی واجب ہے بشرطیکہ دونوں سے کام لے سکتا ہو ورنہ اگر دونوں ہاتھ ملے ہوئے ہوں تب بھی دوسرے ہاتھ کی کہنی کا دھونا واجب ہے۔ اور اگر ملے ہوئے نہ ہوں تو صرف اسی ہاتھ کی کہنی کا دھونا واجب ہے جو کام دیتا ہے۔ ہاتھ کے درمیان سے اگر دوسرا ہاتھ نکلا ہو تو اس کے کہنی یا وہ حصہ کا جو کہنی کے مقابل ہو دھونا واجب ہے۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے، اگر سر پر بال ہوں تو صرف انہی بالوں کا مسح کرنا واجب ہے جو چوتھائی سر پر ہوں۔

(۴) دونوں پیروں کے ٹخنوں کا دھونا واجب ہے۔ اگر چمڑے کے موزے نہ ہوں، اگر ایک ہی جانب میں کسی شخص کے دو پیر ہوں تو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو کہنی کے بیان میں گزری ہے۔ (علم الفقہ ص ۵۹ جلد اول)

مسئلہ: ڈاڑھی یا مونچھ یا بھویں اگر اس قدر گنی ہوں کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہو فرض نہیں ہے بلکہ وہ بال ہی قائم مقام کھال کے ہیں ان پر سے پانی بہا

دینا کافی ہے، ایسی صورت میں اس قدر بالوں کا دھونا واجب ہے جو حد چہرہ کے اندر ہے باقی بال جو حد چہرہ مذکور سے آگے بڑھ گئے ہوں ان کا دھونا واجب نہیں ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۳ جلد ۱۱ بحوالہ درمختار ص ۹ جلد اول فتاوی دارالعلوم ص ۱۲۶ جلد اول)

مسئلہ: آنکھ، ناک، منہ کے اندر کا دھونا فرض نہیں ہے۔ (۲) ڈاڑھی یا مونچھ یا بھویں اگر اس قدر گھنی ہوں کہ جلد نظر نہ آئے تو اس جلد کا دھونا جو اس سے چھپی ہوئی ہے فرض نہیں۔ (۳) وضوء میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے اگر ان پر کوئی چیز لگ جائے جو پانی کو پہنچنے سے منع نہ کرے تو اس کا چھڑانا فرض نہیں ہے، مثلاً منہ یا ہاتھ یا پیر پر مٹی وغیرہ لگ جائے تو اس کا چھڑانا فرض نہیں ہے (جب کہ پانی پہنچ جائے)۔ (علم الفقہ ص ۵۸ جلد اول)

نوٹ: اگر چہ فقہاء کرام نے وضوء اور غسل کے احکام میں فرض اور واجب کی تفصیل نہیں کی ہے دونوں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے بلکہ بعض نے واجبات کو بھی فرض کے عنوان سے بیان کیا ہے اور بعض نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وضوء اور غسل میں کوئی واجب نہیں ہے مگر اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ وضوء اور غسل میں واجب اور فرض ہی دونوں عمل میں یکساں ہیں، جیسا فرض کے ترک (چھوٹنے) سے وضوء اور غسل نہیں ہوتا ویسا ہی واجب کے ترک ہونے سے بھی نہیں ہوتا، مگر ناظرین کے سہولت کیلئے فرائض کو علیحدہ بیان کیا ہے اور واجبات کو علیحدہ، مثلاً فقہاء کرام نے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا فرض لکھا ہے۔ ہم نے فرائض میں صرف ہاتھوں کو دھونا لکھا ہے کہنیوں کا دھونا واجبات میں لکھا ہے۔ (حاشیہ علم الفقہ ص ۵۹ جلد اول)

وضوء کی سنتیں

(۱) وضوء کی نیت کرنا اور نیت یہ نہیں ہے کہ زبان سے کچھ کہے بلکہ محض یہ ارادہ کرے کہ میں وضوء محض ثواب اور خدا کی خوشی کیلئے کرتا ہوں، نہ اپنے ہاتھ پیر منہ صاف کرنے کیلئے (درمختار)

(۲) (بسم اللہ العظیم والحمدللہ علی دین الاسلام) پڑھ کر وضوء شروع کرنا

(۳) منہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا مع گٹوں کے ایک بار دھونا، اور جب ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے تو ہاتھوں کو پھر یہیں سے دھونا چاہئے۔

(۴) تین بار کلی کرنا لیکن پانی ہر بار نیا ہو اور منہ بھر کر ہو اور کلی میں اس قدر مبالغہ کرے کہ پانی حلق کے قریب تک پہنچ جائے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو، اگر روزہ دار ہو تو اس قدر مبالغہ نہ کرنا چاہئے۔

(۵) کلی کرتے وقت مسواک کرنا، مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لے کہ مسواک کے ایک سرے کے قریب انگوٹھا اور دوسرے سرے کے نیچے آخر کی انگلی اور درمیان میں اور اوپر کی جانب اور انگلیاں رکھے اور مٹھی باندھ کر نہ پکڑے اور پہلے اوپر کے دانتوں کے طول میں داہنی طرف کرے پھر بائیں طرف اسی طرح پھر نیچے کے دانتوں میں اسی طرح اور ایک بار مسواک کرنے کے بعد مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑ دے اور نئے پانی سے بھگو کر پھر کرے، اسی طرح تین بار کرے اس کے بعد مسواک کو دھو کر دیوار وغیرہ سے کھڑی کر کے رکھ دے زمین پر ویسے ہی نہ رکھ دے، دانتوں کے عرض میں مسواک نہ کرنی چاہئے (یعنی مسواک کو دانتوں پر دائیں بائیں چلانا چاہئے نہ کہ اوپر نیچے) مسواک ایسی خشک اور سخت لکڑی کی نہ ہو جو دانتوں کو نقصان پہنچائے اور نہ ایسی تر اور نرم ہو کہ میل کو صاف نہ کر سکے، بلکہ متوسط درجے کی ہو، نہ بہت سخت اور نہ بہت نرم، زہریلے درخت کی بھی نہ ہو۔ پیلو یا زیتون یا کسی کڑوے درخت مثلاً نیم وغیرہ کی ہو تو بہتر ہے لمبائی میں ایک بالشت کی ہونا چاہئے، استعمال سے تراشتے تراشتے اگر کم ہو جائے تو مضائقہ نہیں، اور موٹائی میں انگوٹھے سے زیادہ نہ ہو، سیدھی ہو، گرہ دار نہ ہو، اگر مسواک نہ ہو یا دانت نہ ہو کپڑے یا انگلی سے مسواک کا کام لینا چاہئے۔

(۶) ناک میں تین بار پانی لینا اور ہر بار نیا پانی ہو اور اس قدر مبالغہ کیا جائے کہ پانی نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔

(۷) تین بار اس شخص کو منہ دھونے کے بعد جو محرم نہ ہو (یعنی جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھے۔ اور یہ شرط اس لیے کہ خلال کرنے میں بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور احرام باندھنے والے کو بال توڑنا منع ہے)۔ ڈاڑھی کا خلال کرنا بشرطیکہ ڈاڑھی گھنی ہو، خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں ڈالے اور ہاتھ کی پشت گردن کی جانب کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب

لے جائے۔

(۸)　ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا، کہنیوں کی طرف نہ دھونا چاہئے۔

(۹)　کہنیوں تک تین بار دھونے کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کا تین بار خلال کرنا (ہاتھ کی انگلیوں کا خلال اس وقت مسنون ہے کہ جب انگلیوں کی گھائی میں پانی پہنچ جائے اور اگر پانی نہ پہنچے تو پانی پہنچانا فرض ہے اور یہی کیفیت پیر کی انگلیوں کے مسح کی بھی ہے) اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچ لے۔

(۱۰)　تین بار پیر کے دھونے کے وقت پیر کی انگلیوں کا ہر بار خلال کرنا، پیر کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کرنا چاہئے اس طرح کہ داہنے پیر کی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

(۱۱)　پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مع انگلیوں کے اور ہتھیلیوں کے تر کر کے سر کے آگے کے حصہ پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لائے۔

(۱۲)　سر کے مسح کے بعد کانوں کا مسح کرنا لیکن کانوں کے مسح کے لیے از سر نو (نئے پانی سے) ہاتھوں کو تر نہ کرے بلکہ سر کے مسح کے لیے تر کرنا اس کے لیے بھی کافی، ہے ہاں اگر سر کے مسح کے بعد عمامہ یا ٹوپی یا ایسی چیز چھوئے جس سے ہاتھوں کی تری جاتی رہے تو پھر دوبارہ تر کر لے۔ کانوں کے مسح کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹی انگلی کو کان کے سوراخ میں ڈال کر حرکت دے اور شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصے کو اور انگوٹھے سے ان کی پشت پر مسح کرے۔ (بحر الرائق)

(۱۳)　ہر وضوء کا تین بار اس طرح دھونا کہ ہر بار پورا دھل جائے اور اگر ایک بار آدھا اور پھر دوسری بار باقی دھویا تو یہ دو بار نہ سمجھا جائے گا بلکہ ایک ہی بار سمجھا جائے گا۔

(۱۴)　وضوء اسی ترتیب سے کرنا جس ترتیب سے لکھا گیا یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی لینا پھر منہ دھونا پھر ڈاڑھی کا خلال کرنا پھر ہاتھوں کا دھونا پھر انگلیوں کا خلال کرنا پھر سر کا

مسح کرنا، پھر کانوں کا مسح پھر پیروں کا دھونا پھر پیر کی انگلیوں کا خلال۔

(۱۵) داہنے عضوء کو بائیں عضوء سے پہلے دھونا۔

(۱۶) ایک عضوء کے دھونے کے بعد دوسرے عضوء کے دھونے میں اس قدر دیر نہ کرنا کہ پہلا عضوء باوجود ہوا اور جسم کے معتدل ہونے کے خشک ہو جائے، ہاں اگر کسی ضرورت کی وجہ سے اس قدر دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ (یعنی بلا ضرورت اتنا وقفہ نہ ہو کہ پہلا عضوء خشک ہو جائے)

(۱۷) دھونے کے وقت اعضاء کو ہاتھ سے ملنا اور ہاتھ کا اعضاء پر پھیرنا۔

(علم الفقہ ص ۶ جلد اول، ہدایہ ص ۵ جلد اول، کبیری ص ۳۳ شرح نقایہ ص ۹ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۱۰۵ تا ص ۱۱۲ جلد اول)

وضوء کے مستحبات

وضوء میں چودہ مستحب ہیں:

(۱) وضوء کرنے کے لیے کسی اونچے مقام پر بیٹھنا تاکہ استعمال شدہ پانی جسم و کپڑوں پر نہ پڑے۔

(۲) وضوء کرتے وقت قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

(۳) وضوء کا برتن مٹی کا ہونا۔ (کانسی، پیتل وغیرہ کے برتن لوٹے سے بھی جائز ہے۔

(فتاوی دارالعلوم ص ۱۲۶ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۳۰۰ جلد اول)

(۴) وضوء کرنے میں کسی سے مدد نہ لینا یعنی دوسرے شخص سے اعضائے وضوء کو نہ دھلوانا (جبکہ کوئی معذوری و مجبوری نہ ہو) بلکہ خود ہی دھونا اور اگر کوئی دوسرا شخص پانی دیتا جائے اور اعضائے وضوء کو وہ خود ہی دھوئے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۵) اعضاء کو جہاں تک دھونا فرض یا واجب ہے، اس سے تھوڑا سا زیادہ دھوڈالنا۔

(۶) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

(۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۸) انگوٹھی وغیرہ اگر ایسی ہو کہ جسم تک پانی پہنچنے سے منع کرتے تو حرکت دینا۔

(۹) کانوں کے مسح کے وقت چھوٹی انگلی کا دونوں کے سوراخ میں ڈالنا۔
(۱۰) پیر دھوتے وقت داہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ملنا۔
(۱۱) سردیوں کے موسم میں پہلے ہاتھ پیروں کو تر ہاتھ سے ملنا تاکہ تمام عضوء دھوتے وقت پانی آسانی سے پہنچ جائے۔ (کیونکہ بعض مرتبہ پیر پھٹے ہوئے ہوتے ہیں پانی کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے)
(۱۲) ہر عضوء دھوتے وقت یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت پڑھنا اور عبادت کی نیت کرنا۔
(۱۳) وضوء میں اور وضوء کے بعد جو دعائیں احادیث شریف میں آئی ہیں ان کا پڑھنا۔ (یہ دعائیں وضوء کے مسنون طریقہ میں درج ہیں)
(۱۴) وضوء کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہوکر پینا۔

(علم الفقہ ص ۶۲ جلد اول وکتاب الفقہ ص ۱۲۳ جلد اول)

وضوء کے مکروہات

(۱) جو چیزیں وضوء میں مستحب ہیں ان کے خلاف کرنے سے وضوء مکروہ ہوجاتا ہے۔
(۲) پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔
(۳) پانی کا اس قدر کم خرچ کرنا کہ جس سے اعضاء کے دھونے میں نقصان ہو۔
(۴) حالت وضوء میں کوئی دنیا کی بات بلاعذر کرنا۔
(۵) بلاعذر دوسرے اعضاء کا وضوء میں دھونا۔
(۶) منہ اور دوسرے اعضاء پر زور سے چھینٹا مارنا۔
(۷) تین بار سے زیادہ عضوء کو دھونا۔
(۸) نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔
(۹) وضوء کے بعد ہاتھوں کا پانی جھٹکنا (علم الفقہ ص ۶۳ جلد اول ونور الایضاح ص ۸ وکتاب الفقہ ص ۱۲۳ جلد اول)

وضوء کا مسنون ومستحب طریقہ

وضوء کے لیے کسی مٹی (وغیرہ) کے برتن میں پانی لے کر اونچے مقام پر قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور دل

میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ وضوء خالص اللہ تعالی کی خوشی اور ثواب کے لیے کرتا ہوں بدن کا صاف کرنا، منہ ہاتھ دھونا مجھے مقصود نہیں، یہی ارادہ ہر عضوء کے دھوتے یا مسح کرتے وقت رہے اور پھر (**بسم اللہ العظیم والحمد للہ علیٰ دین الاسلام**) پڑھ کر داہنے چلو میں پانی لے اور دونوں ہاتھوں کو گٹون تک مل مل کر دھوئے، اسی طرح تین بار کرے پھر داہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور مسواک کو داہنے ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ چھوٹی انگلی مسواک کے ایک سرے پر اور انگوٹھا مسواک کے دوسرے سرے کے قریب اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر ہوں، اور اوپر کے دانتوں کے طول میں داہنی طرف سے ملتا ہوا بائیں طرف لائے پھر اسی طرح نیچے کے دانتوں کو ملے پھر مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑ ڈالے اور دھو کر پھر اسی طرح ملے اسی طرح تین بار ملے اور اس کے بعد دو کلیاں اور کرے تا کہ تین کلیاں پوری ہو جائیں، تین سے زیادہ بھی نہ ہوں۔ کلی اسی طرح کرے کہ پانی حلق تک پہنچ جائے یعنی غرغرہ کرے اگر روزہ دار نہ ہو۔

کلی کرتے وقت بعد بسم اللہ کلمہ شہادت کے بعد یہ دعاء پڑھتا جائے۔ **اللھم اعنی علی تلاوۃ القران و ذکرک و شکرک و حسن عبادتک۔**

ناک میں پانی لیتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے بعد یہ دعاء پڑھتا جائے **اللھم ارحنی رائحت الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار۔** پھر داہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ناک میں اس طرح لے کہ نتھنوں کی جڑ تک پانی پہنچ جائے اگر روزہ دار نہ ہو اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے، اس طرح تین بار کرے اور ہر بار نیا پانی ہو، پھر دونوں چلوؤں میں پانی لے کر تمام منہ کو مل کر دھوئے اس طرح کہ کوئی جگہ بال برابر بھی چھوٹنے نہ پائے، پھر اگر محرم (احرام نہ باندھا) نہ ہو تو ڈاڑھی کا خلال کرے اس طرح کہ داہنے چلو میں پانی لے کر ڈاڑھی کی جڑ تک تر کرے اور ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب لے جائے، اسی طرح دو مرتبہ اور منہ دھوئے اور ڈاڑھی کا خلال کرے تا کہ تین مرتبہ منہ دھل جائے اور تین بار ڈاڑھی کا خلال ہو جائے، تین بار سے زیادہ نہ ہونے پائے۔ اور منہ دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعاء پڑھتا جائے **اللھم بیض وجھی یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔**

پھر داہنے چلو میں پانی لے کر کہنیوں تک بہادے اور مل کر دھوئے کہ ایک بال برابر بھی خشک نہ رہ جائے، اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو اس کو حرکت دیدے اگر چہ انگوٹھی ڈھیلی ہو اور اسی طرح عورت اپنے چھلوں (کان میں پہنے ہوئے ہو) آرسی کنگن چوڑی وغیرہ کو حرکت دے۔ اسی طرح دوبارہ داہنے ہاتھ کو دھوئے، پھر اسی طرح تین بار بائیں ہاتھ کو دھوئے اور داہنا ہاتھ دھوتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے بعد یہ دعاء پڑھتا جائے ,,**اللھم اعطنی کتابی بیمینی و حاسبنی حسابا یسیرا،،**

اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعاء پڑھے **اللھم کا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظھری۔**

پھر دونوں ہاتھوں کو تر کر کے پورے سر کا مسح اس طرح کرے کہ دونوں ہتھیلیاں مع انگلیوں کے سر کے اگلے حصے پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے اور ان ہی ہاتھوں سے اگر خشک نہ ہو گئے ہوں اور اگر خشک ہو گئے ہو تو دوسری دفعہ تر کر کے کانوں کا مسح کرے اس طرح کہ چھوٹی انگلی دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالے اور سر کا مسح کرتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے بعد یہ دعا پڑھے **اللھم اظلنی تحت عرشک یوم لا ظل الاظل عرشک۔**

اور سر کا مسح ایک ہی بار کرے اور کانوں کے مسح کے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعاء پڑھے **اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔**

پھر داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے پہلے داہنا پیر تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال کرتا جائے، خلال داہنے پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے پھر بایاں پیر تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کو بھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال کرتا جائے، بائیں پیر کا خلال بائیں پیر کے انگوٹے سے شروع کرے۔ داہنا پیر دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعاء پڑھے۔ **اللھم ثبت قدمی علی الصراط المستقیم یوم تزل الاقدام۔**

اور بایاں پیر دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعاء پڑھے۔ اللھم اجعل ذنبی مغفورا وسعیی مشکورا وتجارتی لن تبورا۔

اب وضوء تمام ہو چکی ہے، اور وضوء خود ہی کرے (بغیر کسی مجبوری ومعذوری کے) کسی دوسرے سے نہ کرائے اور ایک عضوء دھونے کے بعد فورا دوسرا عضوء دھوڈالے کہ پہلا عضو باجود ہوا اور جسم کے معتدل ہونے کے خشک نہ ہونے پائے، اگر وضوء سے کچھ پانی بچ جائے (پیاس ہو تو کھڑے ہو کر پی لے اور کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعاء پڑھے۔

اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين واجعلني من عبادك الصالحين واجعلني من الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔

یہی وہ وضوء ہے کہ جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر کوئی میرے جیسا وضوء کرے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(علم الفقہ ص ۵۶ جلد اول، مسلم شریف ص ۱۲۲ جلد اول، وکتاب الفقہ ص ۱۲۴ جلد اول، ترمذی شریف ص ۳۴ جلد اول، بہشتی زیور ص ۴۸ جلد اول)

مسئلہ :وضوء کرنے کے بعد بعض حضرات انا انزلنا الخ پوری سوری سورت پڑھتے ہیں، اس کا کسی صحیح روایت میں ذکر نہیں ہے، بعض مشائخ کرام کے معمولات میں اس کا اور دیگر ادعیہ کے پڑھنے کا ذکر اگر چہ ملتا ہے لیکن صحیح احادیث میں اس کا ثبوت نہیں، جو روایات اس سلسلہ میں ذکر کی جاتی ہیں، وہ قابل اعتبار نہیں، اس کا التزام کرنا اور اس کو مستحب جاننا خلاف سنت ہے۔ (نماز مسنون ص ۸۲ تفصیل دیکھئے امداد الفتاوی جدید ص ۳۲ جلد اول)

ویسے پڑھنے میں تو ثواب ہے لیکن مستحب ومسنون سمجھ کر نہ پڑھے۔ (رفعت)

حنفیہ ان دعاؤں کو سنت میں شمار نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں یہ مستحب یا مندوب ہیں۔

(کتاب الفقہ ص ۱۲۵ جلد اول)

مسئلہ :وضوء کرنے کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے وقت آسمان کی طرف دیکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

سبحانک اللهم و بحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب اليک و اشهد ان محمدا عبدک و رسولک

(احسن الفتاوی ص ۱۷ جلد ۲، بحوالہ رد المحتار ص ۹۵ جلد اول، فتاوی رحیمیہ ص ۱۴۰ جلد ۷، شامی ص ۱۱۹ جلد اول وفتاوی محمودیہ ص ۲۷ جلد ۲)

(یعنی وضوء کے بعد آسمان کی طرف منہ دیکھتے ہوئے یہ دعاء پڑھے۔ یہ محض آداب میں سے ہے (رفعت قاسمی غفرلہ)

جو شخص وضوء کرتے وقت مذکورہ دعائیں پڑھتا ہے اس کے لیے (مغفرت کا) ایک پرچہ لکھ کر اور پھر اس پر مہر لگا کر رکھ دیا جاتا ہے، قیامت کے دن تک اس کی مہر نہ توڑی جائے گی (اور مغفرت کا حکم برقرار رہے گا۔ (حصن حصین عربی ص ۶۸)

وضوء کے ختم پر دعاء توبہ پڑھنے کا راز

وضوء میں ساتوں انداموں کو دھونا سات قسم کے گناہوں کے ترک کی طرف ایماء (اشارہ) ہے اور رجوع الی اللہ کی صورت اور صفائی ظاہر و باطن کی استدعاء اور زبان حال کی دعاء ہے۔ اس کے بعد دعاء توبہ کو زبان قال سے پڑھنا رحمت الٰہی کو جذب کرنے کے لیے بہت ہی مناسب و مؤکد مدعاء ہے، کیونکہ جب انسان کا ظاہر پانی سے پاک ہو جاتا ہے تو یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کا دل بھی اسی طرح پاک وصاف ہو جائے مگر وہاں تو دست قدرت الٰہی کے سوا کسی اور کی دسترس نہیں ہو سکتی۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۵)

بطور استحباب وضوء کا بچا ہوا پانی پینے کا راز

وضوء کا بچا ہوا پانی پینے میں یہ راز ہے کہ جس طرح انسان ظاہری اندا موں پر پانی ڈال کر ظاہری اندا موں کے گناہوں سے تائب اور طالب مغفرت ہوتا ہے ایسے ہی وضوء کرنے والے کی طرف سے وضوء کا بقیہ پانی پینے سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اے میرے خدا جس طرح تو نے میرے ظاہر کو پاک کیا، اسی طرح میرے باطن کو پاک وصاف کر۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۷)

وضوء کے پانی میں ایک خاص طرح کی برکت اور نیک تاثیر پیدا ہوتی ہے، اس لیے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو (اگر خواہش ہو تو) پی لینا چاہئے اور یہ پانی کھڑے ہو کر پینا بھی جائز ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۳۹۶ جلد اول)

وضوء میں چہرے کو کہاں تک دھویا جائے؟

وضوء کے فرائض چہارگانہ کی تفصیل جو حنفیہ کے نزدیک معتبر ہے۔

(۱) پہلا فرض چہرہ کا دھونا ہے، اس کے متعلقہ چار مسائل یہ ہیں۔

(۱)　اول چہرے کی حدود اربعہ، لمبائی اور چوڑائی میں کیا ہیں؟

(۲)　دوم یہ کہ ڈاڑھی، مونچھ اور پلکوں کے بال کو کہاں تک دھونا چاہیے؟

(۳)　سوم یہ کہ آنکھوں کا ظاہری اور باطنی کون سا حصہ دھونا واجب ہے اور کون سا واجب نہیں ہے؟

(۴)　چہارم یہ کہ ناک کے نتھنوں کو کہاں تک دھونا چاہیے۔

(۱)　چہرے کے حدود اربعہ یہ ہیں۔ بے ریش (بغیر ڈاڑھی کے) آدمی کا چہرہ لمبائی میں اس جگہ سے جہاں سے بالعموم بال اگتے ہیں، ٹھوڑی کے نیچے تک ہے۔

بال اگنے کی جگہ پیشانی کے اوپر ہے، جسے عامہ یا قورہ کہتے ہیں، پس بالعموم انسان کا چہرہ پیشانی کے اس کنارے سے شروع ہوتا ہے جہاں بال اگتے ہیں۔ بال اگنے کی غیر معمولی صورت یہ ہے کہ یا تو انسان اصلع ہوگا یا افرع ((یعنی ماتھا ننگا ہوگا یا کوتاہ پیشانی)، اصلع (چوڑے ماتھے والا) وہ شخص ہے جس کے سر کے بال آگے کی جانب سے اُڑ گئے ہوں، یہاں تک کہ وہ ایسا ہو جائے کہ گویا اس کے بال پیدا ہی نہیں ہوئے۔ ایسی صورت میں یہ حکم ہے کہ وہ تمام جگہ جہاں گنج ہے (جو بالوں سے خالی جگہ ہے) دھونا واجب نہیں ہے، بلکہ صرف وہاں تک دھونا واجب ہے جہاں بالعموم سر کے بال پیدا ہوتے ہیں یعنی پیشانی سے کسی قدر اوپر کا حصہ۔

افرع (یعنی کوتاہ پیشانی) وہ شخص ہے جس کے بال اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ اس کی پیشانی پر آ جائیں۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ پلکوں کے قریب تک پہنچ جاتے ہیں اس کو اغم (یعنی بادل کی طرح چھائے ہوئے بال والا) کہتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہی حکم ہے جو اصلع کا ہے یعنی اس کو بھی پیشانی سے کسی قدر اوپر تک دھونا واجب ہے۔ کیونکہ اکثر اشخاص کے سر کے بال اسی جگہ پیدا ہوتے ہیں، ایسی صورت میں اکثریت ہی کی پیروی کی جائے گی اگر کوئی شخص خلقی (پیدائشی) طور پر بیشتر انسانوں سے مختلف ہو تو اس شخص پر عام انسانوں سے ہٹ کر کوئی حکم عائد نہیں کیا جاتا۔

اب سمجھنا چاہئے کہ چوڑائی میں چہرے کی حد ایک کان کی جڑ سے دوسرے کان کی جڑ تک ہے جس کو بعض لوگ وتد کہتے ہیں۔ (وتد کان کی لو کے اوپر چھوٹا سا ابھرا ہوا حصہ یا پردہ گوش)۔

واضح ہو کہ ٹھوڑی اور کان کے درمیان کی جو خالی جگہ ہے وہ بھی قدرتی طور پر چہرے میں شامل ہے لہذا اس کا دھونا بھی واجب ہے۔

حنفیہ کے نزدیک چہرے کی تعریف اس کی لمبائی اور چوڑائی کے اعتبار سے یہی ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۸ جلد اول وامداد الفتاوی ص ۳۱ جلد اول)

وضوء میں ڈاڑھی اور مونچھ سے متعلق مسائل

مسئلہ: چہرے پر جو بال ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر ڈاڑھی اور مونچھ کے بال ہیں۔ ڈاڑھی کے بال کے متعلق حکم یہ ہے کہ چہرے کی جلد کے ساتھ جو بال ہیں اوپر سے لے کر ٹھوڑی کی نچلی جلد تک، جن کو بشرہ کہتے ہیں، ان کا دھونا واجب ہے۔ اور جو اس کے آگے بڑھے ہوئے بال ہیں، ان کا دھونا واجب نہیں ہے۔ لہذا ایسے اشخاص جن کی ڈاڑھیاں لمبی ہیں انہیں صرف وہ بال جو چہرے کی جلد پر ہیں اور وہ بال جو ٹھوڑی کی اوپری سطح پر ہیں دھونا واجب ہیں۔ اس کے علاوہ زائد بالوں کا دھونا واجب نہیں ہے۔

اگر بال چھوٹے ہیں کہ چہرے کی جلد کی سطح پر پانی پہنچایا جا سکے تو اس میں خلال کرنا (یعنی ہاتھ کی انگلیوں سے کنگھی کی طرح چلانا) واجب ہے، بصورت دیگر بالوں کو اوپر ہی سے دھونا کافی ہے۔

مونچھ کے بالوں کے متعلق مسائل میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر مونچھیں گنجان اور گھنیری ہوں کہ پانی ڈالنے سے جلد تک نہ پہنچے، تو وضوء باطل ہوگا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وضوء باطل نہ ہوگا بلکہ ڈاڑھی کی طرح اوپر سے دھولینا کافی ہے جہاں تک وضوء کا تعلق ہے قول مفتی یہ ہے کہ باطل نہ ہوگا، لیکن غسل کے باب میں گھنیری مونچھوں کو یہ رعایت نہیں ہے (یعنی صرف اوپر سے دھولینے پر اکتفاء کیا تو غسل باطل ہو جائے گا)۔

غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں بڑھانے سے منع

فرمایا، کیونکہ اسے میں غذا کی کثافت چمٹ کر رہ جاتی ہے، اس لیے سختی کے ساتھ حکم ہے کہ اس کو دھویا جائے اور بے فائدہ اس کو (مونچھ کو) بڑھنے نہ دیا جائے۔

وضوء میں پلکوں کے بال سے متعلق مسائل

اب رہے وہ بال جو پلکوں سے اوپر ہوتے ہیں (یعنی موئے ابرو یابھنویں) تو اس کی بابت حکم یہ ہے کہ اگر بال چھوٹے ہوں کہ پانی سطح جلد تک پہنچ جائے تو اس کو ہلانا واجب ہے تاکہ پانی اس کے نیچے پہنچ جائے۔ اگر گھنیرے ہوں تو خلال کرنا واجب نہیں ہے۔

ناک کی بابت یہ حکم ہے کہ اس کلی کی تمام نمایاں سطح کو دھونا چاہئے، کیونکہ وہ چہرے کا ایک حصہ ہے۔ اگر ذرا سا حصہ بھی خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو دھونے سے رہ گیا تو وضوء فاسد ہو جائے گا۔

دونوں نتھنوں کے درمیان جو پردہ ہے اس کا نچلا حصہ ناک میں شامل ہے حنفیہ کے نزدیک ناک کے اندرونی حصہ کا دھونا فرض نہیں ہے، البتہ اگر چہرہ پر زخم ہو اور گہرائی تک اس کا اثر ہو تو اس میں پانی پہنچانا واجب ہے۔ (جب کہ زخم میں تکلیف نہ ہو) جس طرح چہرے کا تکامیش یعنی جھریوں میں پانی پہنچانا واجب ہے۔

مسئلہ: وضوء کرنے کے بعد اگر ڈاڑھی منڈوائی (کٹوائی) تو وضوء باطل نہیں ہوگا۔

(کتاب الفقہ ص ۸۹ جلد اول و احسن الفتاویٰ ص ۱۶ جلد ۲ و امداد الفتاویٰ ص ۳۰ جلد اول)

مسئلہ: بغیر ناک میں پانی ڈالے ہوئے وضوء درست ہے مگر خلاف سنت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۵ جلد ۱ بحوالہ رد المختار ص ۱۰۷ جلد ۱)

مسئلہ: غسل میں ناک میں ہڈی کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے بلکہ ہڈی جہاں شروع ہوتی ہے وہاں تک پانی پہنچانا فرض ہے جو معمولی اہتمام سے لت ہو سکتا ہے۔ (پانی دماغ کی طرف سانس کے ذریعہ کھینچنے کی ضرورت نہیں صرف جس طرح وضوء میں ناک میں پانی ڈالتے ہیں وہ صحیح ہے)۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۸ جلد ۲ و کشف الاسرار ص ۱۹ جلد اول و فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵ جلد ۲)

وضوء میں کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا راز

(۱) تقویت وتصفیہء خون وجگر کے لیے ہاتھوں کا دھونا بہت مفید ہے، ہاتھوں کی وہ رگیں جو

بالواسطہ اور بغیر واسطہ دل وجگر کو پہنچتی ہیں، وہ دھونے میں شامل ہو جائیں اور جو رگیں دل و جگر تک پہنچتی ہیں وہ کچھ ہاتھوں کی انگلیوں سے اور کچھ کف دست وساعد (ہتھیل اور بازو) سے اور کچھ کہنیوں سے شروع ہوتی ہیں، اسی وجہ سے کہنیوں تک ہاتھوں کا دھونا مقرر ہوا تا کہ تمام رگیں دھونے میں شامل ہو جائیں۔ ہاتھوں کے اور منہ کے دھونے سے دل اور جگر کو تقویت پہنچتی ہے اور پانی کا اثر رگوں کے ذریعہ سے اندر جاتا ہے۔

جو لوگ فن سرجری کے ماہر ہیں وہ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ اکحل رگ جس کا دوسرا نام مہری عظام اور تیسرا نام انہر البدن ہے، جب کبھی دلی وجگری وجلدی بیماریوں کے دور کرنے کے لیے اور تصفیہ خون کے لیے اس رگ کا خون نکالنا تجویز کرتے ہیں تو کہنیوں کے برابر ہی اس رگ پر نشتر لگا کر خون نکالا کرتے ہیں کیونکہ اس جگہ میں یہ رگ ظاہر و باہر بھی ہوتی ہے۔

نیز علاوہ دل وجگر کے اس کا اثر سارے بدن پر حاوی بھی ہے، پس ہاتھوں کا دھونا کہنیوں تک بھی اس لیے مقرر ہوا کہ انہر البدن کے ذریعے پانی کا اثر پورا پورا اندر چلا جائے۔

(۲) جب کہ وضوء میں اصل اطراف بدن کا دھونا مقرر ہے تو ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا اس لیے ٹھہرا کہ اس سے کم کا اثر نفس انسانی پر کچھ محسوس نہیں ہوتا کیونکہ کہنی سے کم عضوء ناتمام ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۲۲ جلد ۱)

وضوء میں کہنیوں سے متعلق مسائل

مسئلہ: فرائض وضوء میں سے دوسرا فرض کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے۔ کہنی سے مراد جوڑ کی وہ ابھری ہوئی ہڈی ہے جو ہاتھ کے نچلے سرے پر ہوتی ہے۔ اس کے متعلق چند مسائل ہیں۔ ایک یہ کہ اگر انسان کی انگلیاں پانچ سے زائد ہوں تو اس کا دھونا واجب ہے، لیکن اگر پورا ہاتھ زیادہ ہو اور وہ زائد ہاتھ اس کے قدرتی ہاتھ کے برابر ہے تو اس کا دھونا واجب ہے اگر اس سے نکلا ہوا ہے تو صرف وہاں تک دھونا واجب ہے جہاں تک برابر ہے اور زائد حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، لیکن مستحب یہی ہے کہ اسے بھی دھولیا جائے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ میں کوئی چیز چپک جائے یا ناخنوں میں کوئی چیز مثلاً مٹی

یا آٹا جم جائے تو لازم ہے کہ پہلے اس کو نکال دیا جائے اور پانی ناخنوں کی جڑ تک پہنچایا جائے، ورنہ وضوء باطل ہو جائے گا۔ ناخنوں کی جڑ سے مراد وہ حصہ ہے جو انگلیوں کے گوشت سے پیوست (چپکا ہوا) ہے۔

مسئلہ: اگر ناخن اتنا بڑھا ہوا ہے کہ انگلی سے آگے نکل گیا ہے تو اس کا دھونا واجب ہے، ورنہ وضوء باطل ہو جائے گا۔ اور وہ میل کچیل جو ناخنوں کے نیچے ہو اس کی بابت قول مفتیٰ بہ یہ ہے کہ اس سے وضوء میں کوئی خلل نہیں پڑتا (جب کہ پانی پہنچ جائے اور تر ہو جائے) خواہ وضوء کرنے والا شہری ہو یا دیہاتی باشندہ، یہ حکم دشواری سے بچانے کے لیے ہے۔ لیکن اہل تحقیق حنفیہ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ بڑھے ہوئے ناخنوں کے نیچے جو میل کچیل چمٹ گیا ہو اس کو دھوڈالنا چاہئے۔ اگر یہ نہ کیا تو وضوء باطل ہو جائے گا (جبکہ خشکی رہ جائے)

یوں بھی یہ کام پسندیدہ ہے، کیونکہ ناخن کے نیچے جو بہت سی گندگی جم جاتی ہے وہ مرض کا باعث ہوتی ہے۔ تاہم روٹی پکانے والوں کو جن کے ناخن لمبے ہوں اور ان کے نیچے کچھ آٹا جم کر رہ جائے، ان کے پیشے کے تقاضوں کے پیش نظر معاف قرار دیا گیا ہے۔

مسئلہ: مہندی لگانے یا رنگنے سے جو رنگ لگا رہ جائے اس سے وضوء میں خلل نہیں آتا، البتہ بستہ مہندہ اگر ہاتھ پر جمی رہ گئی تو اس سے وضوء میں خلل پڑے گا کیونکہ وہ جسم پر پانی پہنچنے سے مانع ہوتی ہے۔

مسئلہ: کسی شخص کے ہاتھ کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہے تو واجب ہے کہ جو حصہ باقی ہے اس کو دھویا جائے اگر وہ پورا عضو جس کا دھونا فرض تھا کٹ گیا تو اس کا دھونا بھی ساقط ہو گیا۔ (کتاب الفقہ ص ۹۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ وضوء میں ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال تو ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کے بعد کیا جائے، اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال ان کو دھونے کے بعد کیا جائے، افضل یہی ہے۔

(مظاہر حق ص ۳۹۵ جلد اول)

مسئلہ: رنگ ریز جو کپڑا رنگنے کا کام کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر جو رنگ لگا ہوتا ہے، اس کو اتارنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ لکڑی اور لوہے وغیرہ پر کرنے کا چپکنے والا روغن اگر جم گیا ہو تو

اس کو اتارے بغیر وضوء نہ ہوگا۔ ہاں اگر ایسے روغن کی تہہ نہیں جمی صرف رنگ نظر آتا ہو تو وضوء ہو جائے گا اس لیے کہ یہاں پانی کے پہنچنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص۲۰ جلد۲ بحوالہ ردالمحتار ص۱۴۲ جلد اول)

وضو میں پاؤں کو ٹخنوں تک کیوں دھوتے ہیں؟

(۱) پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے میں یہ راز ہے کہ وہ رگیں جو پاؤں سے دماغ کو پہنچتی ہیں وہ کچھ پاؤں کی انگلیوں سے شروع ہوتی ہے اور ان سب کو شامل کر لینے سے دماغ کے بخارات ردیہ بجھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاؤں کا دھونا ٹخنوں تک وضوء میں مقرر ہوا ہے۔

(۲) چونکہ پاؤں اکثر ٹخنوں تک ننگے (کھلے) رہتے ہیں اور ان پر اجرام موذیہ اور گرد غبار پڑتا رہتا ہے، لھذا پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے کا حکم ہوا ہے۔

(۳) پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے میں یہ راز بھی ہے کہ اس سے کم ناتمام عضو ہے لھذا سارے عضو کا دھونا مقرر ہوا تا کہ اس دھونے کا اثر بالاستیعاب ہو۔ (المصالح العقلیہ ص۲۴)

وضو میں پیر اور ٹخنوں سے متعلق مسائل

فرائض وضوء میں سے تیسرا فرض دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھونا ہے ٹخنہ اس ہڈی کو کہتے ہیں جو پنڈلی کے نچلے کنارے پر پیر کے اوپر ابھری ہوئی ہوتی ہے وضوء کرنے والے پر واجب ہے کہ ایڑی کے ڈھلوان کی طرف خاص دھیان دے، اسی طرح قدم کے نچلے حصہ میں جو پھٹن ہے اس کے دھونے کی طرف خاص توجہ دی جائے۔

اگر پیر کا کچھ حصہ یا تمام کا تمام کٹ جائے تو اس کا حکم وہی ہے جو کٹے ہوئے ہاتھ کے متعلق اوپر بیان ہوا ہے۔

مسئلہ: اگر ہاتھ یا پیر میں تیل لگایا اور پھر وضوء کیا، پانی اس کے اوپر سے بہہ گیا اور چکنائی کے باعث عضو میں جذب نہ ہوا تو اس سے وضوء میں کوئی خلل نہیں ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر پاؤں پھٹ گیا ہے اور اس پر مرہم یا ویزلین وغیرہ لگایا اور اس کے نیچے پانی پہنچانا نقصان دہ ہے تو دھونا واجب نہیں ہے۔ اگر نقصان نہ ہو تو لازم ہے کہ اس پٹی وغیرہ کو

اتار کر نیچے کی جگہ کو دھویا جائے۔

مسئلہ: اگر پاؤں میں پھٹن وغیرہ ہو کہ اس کا دھونا یا کم از کم پاؤں کو پانی میں ڈبو کر بغیر مسلے جلدی سے نکال لینا مضر ہو تو فریضہ غسل (دھونا) ساقط ہو جائے گا۔ اس کو چاہیے کہ تر ہاتھ اس پر پھیر لے یعنی پیروں کا مسح کر لے۔ اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو مسح بھی ساقط ہو جائے گا اور صرف اس حصے کا دھونا واجب ہوگا جو نقصان دہ نہ ہو۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ علم وعمل ص ۳۴ میں لکھا ہے:

وضوء سے قبل پیروں کو پانی سے تر کر لیا جائے۔ یہ اچھا عمل ہے، کر سکتے ہیں، مقصود پیروں کے دھونے میں مبالغہ ہے۔ اور پیروں کو پہلے سے تر کر لینا اس کے لیے (دھونے میں) معین ہے، مگر اس کو سنت طریقہ نہ سمجھا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۷ جلد ۴)

وضوء میں سر کے مسح سے متعلق مسائل

فرائض وضوء میں سے چوتھی چیز ایک چوتھائی سر کا مسح کرنا، اور چوتھائی سر کی مقدار ہتھیلی کے برابر قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا واجب ہے کہ پوری ہتھیلی کے برابر سر کے حصے کا مسح کیا جائے۔ لہٰذا اگر ہاتھ میں پانی لگا ہوا ہے اور اس ہاتھ کو سر پر پیچھے یا آگے سے یا کسی بھی طرف سے ہتھیلی کے برابر جگہ پر پھیر لیا تو مسح جائز ہوگا۔ اس بناء پر کہ مسح کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہتھیلی ہی سے مسح کیا جائے، بلکہ چوتھائی سر پر (ہتھیلی کے برابر جگہ پر) تر ہاتھ کا پانی پہنچ جائے تو کافی ہے۔

مسئلہ: ہاتھ سے مسح کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ کم از کم تین انگلیوں کو استعمال کیا جائے تا کہ خشک ہونے سے پہلے چوتھائی سر تک پانی پہنچ جائے۔

مسئلہ: اگر صرف دو انگلیوں کو مسح کیلئے استعمال کیا گیا تو بسا اوقات چوتھائی سر تک ہاتھ پہنچنے سے پہلے ہی (انگلی) خشک ہو جائے گی اور پانی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا جہاں تک پانی پہنچانا مقصود ہے۔

مسئلہ: اگر انگلیوں کے سرے سے مسح کیا جن سے اتنا پانی ٹپک رہا تھا کہ پانی وہاں تک پہنچ گیا جہاں تک پہنچانا مطلوب تھا تو مسح صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔

بدیں جہت کہ نئے پانی سے سر کا مسح کرنا شرط صحت نہیں ہے لہٰذا اگر ہاتھ تر تھا تو مسح

جائز ہوگا، لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے تر عضو کی تری لے کر اس سے مسح کیا جائے، مثلاً کہنی دھونے کے بعد ہاتھ خشک ہوگیا پھر ہاتھ کو کہنی کے پانی سے تر کیا اور اس سے سر کا مسح کر لیا تو یہ کافی نہیں ہے۔

مسئلہ : جس شخص کے سر کے بال لمبے ہوں کہ پیشانی یا گردن تک لٹک رہے ہوں اور اسی یعنی لٹکے ہوئے حصہ پر مسح کر لیا تو جائز نہ ہوگا، کیونکہ غرض چوتھائی سر کا مسح کرنے سے ہے، پس اگر سر منڈا ہوا ہے تب تو کوئی بات ہی نہیں (کہ سر کا مسح ہو ہی سکتا ہے لیکن) اگر سر پر بال ہیں تو ان بالوں پر مسح لازم ہے جو سر کے کسی حصہ کے اوپر اُگے ہوئے ہیں یعنی جو بال لٹک رہے ہیں وہ تو سر پر ہے ہی نہیں، لہذا اُس کا مسح کرنے سے سر کا مسح نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ : اگر سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا ہے اور کچھ نہیں ہے، تو جس حصہ پر بھی مسح کر لیا جائے وہ صحیح ہوگا۔

مسئلہ: سر پر مسح کرنے کے بعد بال منڈانے سے وضوء باطل نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر برف کا ٹکڑا لے کر سر پر پھیرا گیا تو مسح ہوجائے گا (جبکہ مسح کی غرض سے ہو تو)

مسئلہ: اگر سر اور چہرے کو ایک ساتھ دھوڈالا تو مسح ہوجائیگا، لیکن مکروہ ہے۔

مسئلہ : عمامہ وغیرہ پر بغیر معذوری کے مسح کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح عورت کیلئے جائز نہیں ہے رومال یا اوڑھنی وغیرہ سے ڈھکے ہوئے سر کا اوپر سے مسح کرے۔ البتہ اگر وہ اتنی پتلی چیز ہے کہ پانی اس سے جذب ہوکر بال تک پہنچ جاتا ہو تو جائز ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۹۲ جلد اول وفتاوی دار العلوم ص ۱۲۵ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۹۲ جلد اول)

مسئلہ : سر کے مسح میں سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کرے، اگر ایک سے کرے گا تو مسح ادا ہوجائے گا مگر طریقہ سنت کے موافق نہ ہوگا۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۳۰ جلد اول بحوالہ عالمگیری ص ۴ جلد اول)

مسئلہ: گردن کا مسح انگلیوں کی پشت کو کھینچ کر جیسا کہ مشہور ہے درست ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۳۲ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۱۱۵ جلد اول)

مسئلہ : اگر عطر کا پھایہ کان کے نرمہ میں رکھا ہو تو مسح کے وقت اس کا نکالنا سنت ہے (اسلئے کہ کان کے اندر کے تمام حصہ کا مسح سنت ہے اور وہ پھایہ نکالے بغیر ممکن نہیں ہے اور سنت کا

موقوف علیہ سنت ہوتا ہے لہٰذا اس کا نکانا سنت ہوا) اور اگر سوراخ میں رکھا ہو تو اس کا نکالنا مستحب ہے (اسلئے کہ کان کے سوراخ میں انگلی ڈالنا مستحب ہے جو بغیر پھاہا نکال لے ممکن نہیں ہے، لہٰذا نکالنا مستحب ہوا)

(امداد الفتاویٰ ص ۳۵ جلد اول مع حاشیہ استاذی مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ)

مسئلہ: معذوری کے وقت صرف ایک ہاتھ سے مسح کر سکتا ہے (سر اور دونوں کانوں کا)۔

(امداد الفتاویٰ ص ۳۵ جلد اول)

مسئلہ: جو شخص وضوء میں صرف چوتھائی سر کے مسح پر اکتفا کرتا ہے اور کبھی بھی سارے سر کا مسح نہیں کرتا تو اس کی عادت ڈالنا مکروہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۳۶ جلد اول)

مسئلہ: اگر کسی کے سر میں اس قدر درد ہو یا زخم وغیرہ ہو کہ سر کا مسح نہ کر سکے، اس کو سر کا مسح معاف ہے۔ (علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۱۱۹ جلد اول)

وضوء میں ناک کو صاف کرنے کی حکمت

ہر مذہب و ملت کے لوگ ناک کی بلغمی رطوبتوں کو رفع کرنا پسندیدہ نظر سے دیکھتے ہیں، اگر ناک کو اندر سے نہ دھویا جائے تو ناک کے منجمد بلغم سے دماغ میں برا اثر پہنچتا ہے جو بعض اوقات باعث ہلاکت ہوتا ہے۔

نیز اہل عرب کے عرف میں ناک کے لفظ کو عزت اور بڑائی کے محل پر استعمال کرتے ہیں، چنانچہ جب وہ کسی کے لیے بددعاء کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی ناک کو خاک آلودہ کرے۔

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی عزت کو بڑائی کے مقام سے ذلت میں گرادے۔ پس ناک کا دھونا اپنے کبر و غرور کو چھوڑنے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی کسر نفسی دکھانے کی طرف ایماء پر ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۲۳)

بیٹھ کر سونے میں کونسی صورت سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: بیٹھ کر سونے کی کون سی صورتیں ناقض وضوء نہیں ہیں؟

جواب: (۱) اگر کسی چیز کے ساتھ ٹیک لگائے بغیر سویا اور گرا نہیں یا گرتے ہی فوراً بیدار ہو گیا تو وضوء نہیں ٹوٹا۔

(۲) سجدہ کی مسنون ہیئت پر سونا ناقض وضوء نہیں یعنی وضوء کو نہیں توڑتا، اگر چہ غیر نماز میں ہو۔ (اس کی ہیئت یہ ہے کہ پیٹ رانوں سے الگ ہو اور بازو بھی پہلو سے علیحدہ ہوں)

(۳) اگر پوری مقعد (سرین) زمین پر قائم نہیں اور ٹیک لگا کر سویا، خواہ اپنی ران وغیرہ ہی پر ہو تو وضوء ٹوٹ گیا، لہٰذا دو زانوں بیٹھ کر ران وغیرہ پر ٹیک لگا کر سونے سے وضوء جاتا رہے گا، اسی طرح چار زانو بیٹھ کر ران پر ٹیک لگائی اور اتنا جھک گیا کہ پوری مقعد زمین پر قائم نہیں رہی تو بھی وضوء جاتا رہا، البتہ اگر پوری مقعد زمین پر قائم رہے مثلاً گھٹنے کھڑے کر کے ہاتھوں سے پکڑ لیے، یا کپڑے وغیرہ سے کمر کے ساتھ باندھ لیے اور گھٹنوں پر سر رکھ کر سو گیا یا چار زانو بیٹھ کر کہنیوں سے رانوں پر ٹیک لگا کر صرف اتنا جھکا کہ پوری مقعد زمین پر قائم رہی تو وضوء نہیں ٹوٹا۔

(۴) اگر پوری مقعد زمین پر قائم رہے اور ٹیک لگا کر اتنی گہری نیند سویا کہ اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو گر جائے، اس صورت میں اختلاف ہے، عدم نقض مُفتی بہ ہے۔ یعنی وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۳۲ جلد اول فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵ جلد اول و مظاہر حق ص ۳۳۵ جلد اول، علم الفقہ ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ: بحالت مراقبہ چار زانو سونا ناقض وضوء نہیں ہے جبکہ کسی چیز سے سہارا دے کر نہ بیٹھا ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۶ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۱۳۲ جلد اول فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵ جلد اول و مظاہر حق ص ۳۳۵ جلد اول، علم الفقہ ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ: بحالت مراقبہ چار زانو سونا ناقض وضوء نہیں ہے جبکہ کسی چیز سے سہارا دے کر نہ بیٹھا ہو۔ (فتاویٰ دارالعوم ص ۱۴۶ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۱۳۲ جلد اول و عالمگیری مصری ص ۱۲ جلد اول و امداد الفتاویٰ ص ۳۸ جلد اول)

مسئلہ: اگر باوضوء کسی چیز سے تکیہ یا ٹیک لگا کر سویا کہ اگر وہ چیز ہٹا لی جائے تو یہ گر پڑتا تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (شرح نقایہ ص ۱۱ و ہدایہ ص ۹ جلد اول)

مسئلہ: نفس سونا ناقض وضوء نہیں یعنی وضوء کو نہیں توڑتا، بلکہ نیند میں ایک طرح کی جو غفلت پیدا ہو جاتی ہے اور ریح (ہوا) کے نکلنے نہ نکلنے کی خبر باقی نہیں رہتی ہے وہ ناقض وضوء ہے۔ (جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور ریح وغیرہ نکلنے کا گمان غالب ہے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ: اگر کوئی بیٹھنے کی ایسی حالت میں سو گیا کہ وہ نیند سے بوجھل ہو کر جھوم رہا تھا، پھر وہ گر پڑا اور گرتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تو اس کا وضوء نہیں ٹوٹا، نیز اس شخص کا بھی وضوء نہیں ٹوٹتا جو اس طرح اونگھتا ہو کہ وہ اپنے پاس کی جانے والی بات چیت کا اکثر حصہ سمجھتا ہو۔

(درمختار ص ۸ جلد اول اردو)

مسئلہ: وضوء کو وہ نیند توڑتی ہے جو آدمی کی قوت سے ماسکہ کو اس طرح زائل کر دے کہ اس کی مقعد (پاخانہ کا مقام) زمین سے نہ لگی رہے، اور قوت ماسکہ اس قوت کو کہتے ہیں جس سے آدمی اندر کی ریح (ہوا) کو روکتا ہے، اور کسی کروٹ پر سوتا ہے، چار طرح کا سونا ناقض وضوء ہے۔ (۱) کروٹ (۲) کسی ایک کولھے پر ٹیک لگا کر (۳) چت (۴) پٹ۔ ان چاروں صورتوں میں قوت ماسکہ (روکنے والی طاقت) باقی نہیں رہتی، اور اگر ایسی نیند ہو کہ اس سے قوت ماسکہ زائل نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے تو وضوء نہیں توڑے گی اگرچہ وہ نماز میں یا غیر نماز میں قصداً سو گیا ہو۔ (درمختار ص ۷ جلد اول، ومشکوٰۃ ص ۸۳ جلد اول)

قہقہہ سے نماز جنازہ ٹوٹنے اور وضوء نہ ٹوٹنے کی وجہ کیا ہے؟

سوال: اگر باوضوء شخص نماز میں قہقہہ مار کر ہنسے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، وضوء نہیں ٹوٹتا، اس کی کیا وجہ ہے اور کیا حکمت ؟

جواب: قیاس عقلی یہ ہے کہ قہقہہ سے وضوء بالکل نہ ٹوٹے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گیا کہ آپ نے ایک شخص کو قہقہہ کرنے کی وجہ سے وضوء اور نماز کے لوٹانے کا حکم فرمایا ہے، اس لئے حکم ماننا مسلمانوں پر ضروری ہو گیا ہے، اگرچہ اس کے ناقص فہم میں اس کی حکمت نہ آئے۔ لیکن چونکہ یہ حکم قیاس ظاہری کے خلاف ہے اس لئے جس موقع پر وارد ہوا ہے اسی پر رکھا جائے گا، دوسرے مواقع پر وضوٹوٹنے کا حکم نہ کیا جائے گا اگرچہ ان میں قہقہہ

کرنا بہ نسبت اس کے زیادہ قبیح ہو۔ مثلاً نمازِ جنازہ میں قہقہہ کرنا، یہ ہی قاعدہ ہے اصول کا کہ جو حکم قیاسی نہیں ہوتا اس کو اپنے موقع سے متجاوز نہیں کرتے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۸ جلد اول بحوالہ ہدایہ فصل نواقض الوضوء ص ۳۶ جلد ا۔
تفصیل دیکھئے : درمختار اردو ص ۱۱ جلد اول)

قہقہہ اور قے سے وضوء ٹوٹنے کا راز

بہتا ہوا خون اور زیادہ قے بدن کو آلودہ کرنے والی اور نفس کو پلید کرنے والی چیزیں ہیں اور نماز میں قہقہہ لگانا ایک قسم کا جرم ہے جس کا کفارہ ہونا چاہئے۔
اگر ان چیزوں سے شارع علیہ السلام وضوء کرنے کا حکم دیں تو کچھ عجب نہیں ہے اور قہقہہ کا جرم اس لیے ہے کہ نماز میں قہقہہ کسی نفسانی پلیدی کے باعث ہوتا ہے جس کے ازالہ کے لیے وضوء کرنا لازم ہوا۔ (المصالح العقلیہ مولانا تھانوی ص ۳۸ و اسرارِ شریعت)

ہنسی سے متعلقہ مسائل

مسئلہ :۔ اگر نماز میں اتنی زور سے ہنسی نکل گئی کہ اس کے آپ بھی آواز سنی اور اس کے پاس والوں نے بھی سب سن لی جیسے کھل کھلا کر ہنسنے میں سب پاس والے سن لیتے ہیں اس سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی ٹوٹ گئی اور اگر ایسا ہو کہ اپنے آپ کو تو ہنسی کی آواز سنائی دے مگر سب پاس والے نہ سن سکیں، اگر بہت ہی پاس والے سن لیں تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی وضوء نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضوء ٹوٹا نہ نماز گئی، نیز اگر چھوٹا بچہ یا بچی جو ابھی جوان نہ ہوئے ہوں زور سے نماز میں ہنسے یا سجدہ تلاوت میں بالغ کو ہنسی آئے تو وضوء نہیں جاتا ہاں وہ سجدہ اور نماز جاتی رہے گی جس میں ہنسی آئی ہے۔ (بہشتی زیور ص ۵۲ جلد اول بحوالہ عالمگیری)

مسئلہ :۔ جنازے کی نماز اور تلاوت کے سجدے میں قہقہہ لگانے سے وضوء نہیں جاتا، بالغ ہو یا نابالغ۔ (منیہ ص ۴۷ باب ما ینقض الوضوء)

مسئلہ :۔ بالغ کے ہنسنے میں یہ بھی شرط ہے کہ یہ ہنسی رکوع اور سجدے والی نماز میں آئی ہو، (خواہ وہ ہنسی دیر تک نہ رہی ہو)۔ سجدہ تلاوت، نماز جنازہ وغیرہ میں قہقہہ سے سجدہ

اور نماز جنازہ تو باطل ہو جاتا ہے لیکن وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر نماز سے خارج ہونے کے ارادہ سے سلام کی بجائے قصداً قہقہہ لگا دیا تو وضوء تو ٹوٹ جائے گا لیکن نماز فاسد نہ ہوگی یعنی نماز ہو جائے گی کیونکہ حنفیہ کے نزدیک سلام کے علاوہ کسی اور طریقہ سے بھی خروج من الصلوٰۃ یعنی نماز کو کسی اور طریقہ سے بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۱۴۳ جلد اول وعلم الفقہ ص ۷۰ واحسن الفتاویٰ ص ۲۴ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۳۴ جلد اول)

لیکن (ایسا کرنا اچھا نہیں کیونکہ نماز ایک عبادت ہے اور یہ طریقہ غیر مناسب ہے۔
محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ:۔ ہنسی کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قہقہہ کہ دوسرا بھی اس کی ہنسی کو سنے۔ دوسری قسم ضحک کہ وہ ہنسی خود سنے، دوسرا نہ سنے۔ تیسری قسم تبسم جس میں مطلق آواز نہ ہو صرف دانت کھل جائیں (جس کو مسکرانا بھی کہتے ہیں) قہقہہ سے نماز اور وضوء دونوں باطل ہوتے ہیں، ضحک سے نماز باطل ہوتی ہے، وضوء باطل نہیں ہوتی۔ اور تبسم سے نہ نماز جاتی ہے اور نہ وضوء۔

(درمختار اردو ص ۱۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ بالغ آدمی رکوع وسجدہ والی نماز میں زور سے ہنسے، جس کے لئے اس نے مستقل طور پر وضوء یا تیمّم کیا ہو، پھر وہ اس نماز میں حقیقتاً ہو یا حکماً ہو، حکماً کی صورت یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے اسے حدث ہوا جس سے وضوء ٹوٹ گیا، چنانچہ وہ خاموشی سے نماز چھوڑ کر وضوء کرنے کے لئے چلا کہ وضوء کر کے بقیہ نماز پوری کر لے، وضوء کر کے آ رہا تھا کہ کسی بات پر وہ زور سے ہنسے لگا، تو یہاں گو حقیقتاً نماز کے حکم میں نہیں ہے مگر حکماً نماز ہی میں ہے اس لئے کہ پہلی نماز پر بنیاد رکھنے والا تھا تو ان دونوں صورتوں میں اس نمازی کا وضوء ٹوٹ جائے گا۔ اور زور سے ہنسنا اسے کہا جاتا ہے کہ جسے اس کے آس پاس والا سنے۔

مسئلہ:۔ اگر مقتدی کا امام نماز میں زور سے ہنسا یا عمداً اس نے حدث کیا پھر اس کے بعد مقتدی زور سے ہنسا، خواہ وہ مقتدی مسبوق ہی کیوں نہ ہو تو اس حالت میں مقتدی کا وضو قہقہہ سے نہیں ٹوٹے گا۔ اس وجہ سے کہ جب امام زور سے ہنسا یا اس نے جان بوجھ کر حدث کیا تو نماز باطل ہوگئی، اب مقتدی جب زور سے ہنسا تو وہ ہنسنا نماز کے خارج میں پایا گیا، اور نماز سے باہر زور سے ہنسنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے۔

مسئلہ :۔اگر امام نے قصداً نماز میں کلام کیا، اور پھر مقتدی قہقہہ مار کر ہنسا تو مقتدی کا وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ :۔سلام پھیرنے کے وقت قصداً قہقہہ لگائے، یہاں پر قصداً وعمداً کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ ''خروج بصنعہ'' یعنی اپنے فعل سے نماز سے باہر آنا پایا جائے تو اس صورت میں نماز باطل نہیں ہوگی، مگر وضوء جاتا رہے گا۔نماز اس وجہ سے باطل نہیں ہوگی کہ نماز کے اخیر میں قہقہہ پایا گیا ہے، اور یہ جو کہا کہ سلام پھیرنے کے وقت امام نے قہقہہ لگایا پھر مقتدی نے لگایا تو وضوء نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر امام نے عمداً (جان بوجھ کر) کلام کیا، اس کے بعد مقتدی زور سے ہنسا تو مقتدی کا وضوء نہیں ٹوٹے گا، یہاں پر یہ بتایا کہ قہقہہ اور کلام میں فرق ہے، کلام نماز کو قطع (ختم) کردیتا ہے۔لہذا اس صورت میں جب طہارت (پاکی) ختم نہیں ہوئی تو مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوئی اور قہقہہ نماز کے اندر پایا گیا، اور جو قہقہہ نماز کے اندر ہو وہ وضوء کو توڑ دیتا ہے، بخلاف پہلی صورت کے کہ امام نے قہقہہ لگایا عمداً حدث کیا تو اس کی وجہ سے اس کی طہارت (پاکی) جاتی رہی تو اب اس حال میں مقتدی کا قہقہہ حالت نماز میں نہیں پایا گیا، لہذا اس سے اس کا وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

(کشف الاسرار ترجمہ درمختار ص ۱۲ جلد اول وعلم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

پیٹ میں قراقر ہونا یا ریح روکنا

مسئلہ :۔وضوء کرتے ہوئے یا نماز پڑھتے ہوئے ریح کو روک لیا اور خارج نہ ہونے دیا تو وضوء باقی ہے اور نماز صحیح ہے، اس لئے کہ ریح کا نکل جانا ہے ناقص وضوء۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۶ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۱۲۶ جلد اول)

(اگر نماز پڑھنے میں دھیان بٹے تو نماز مکروہ ہوجائے گی۔رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔اگر ریح نکلنے کا یقین ہوجائے خواہ آواز اور بدبو ہو یا نہ ہو، اور وہ شخص معذور نہ ہو تو وضوء پھر کرنا چاہیے۔اور اگر محض شبہ ہو اور اختلاج سا ہو تو وضوء نہیں گیا، نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۸ جلد اول بحوالہ عالمگیری فصل ثانی سنن وضوء ص ۸ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کسی وقت پیٹ میں قراقر ہوکر شبہ ہوجائے تو اس قسم کے شک سے وضوء ہرگز نہیں ٹوٹتا جب تک ریح (ہوا) نکلنے کا یقین نہ ہوجائے، آواز سن لے یا بدبو آجائے۔غرض یہ

کہ کسی طرح یقین ہو جائے کہ ریح نکل گئی، جب تک شک رہتا ہے وضوء نہیں ٹوٹتا، نماز درست اور صحیح ہو جاتی ہے۔

(الجواب المتین ص ۱۰ ومظاہر حق ص ۳۳۲ جلد اول وفتاوی رشیدیہ ص ۲۸۳ جلد اول)

ریح نکلنے سے وضوء کیوں ٹوٹتی ہے؟

سوال:۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر وضوء، ہوا خارج ہونے کی وجہ سے ٹوٹی تو صرف وضوء کرے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ جہاں سے ہوا نکلی ہے اس کو تو دھویا نہ جائے، اس کے علاوہ وضوء کرلیا جائے، وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ اس کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، صرف وضوء کا حکم فرمایا ہے۔ کسی کی جرأت ہے جو اس کی وجہ دریافت کرے، یہ امر تعبدی ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص ۱۱۵ جلد ۷ ہدایہ ص ۸ جلد اول)

ریح (ہوا) کے نکلنے سے بدبو کی وجہ سے اندرونی حالت نفس کو ایک قسم کی نجاست ویبوست وضعف لاحق ہوتا ہے (اضمحلال وکدورت) اور فرشتوں سے دوری ہو جاتی ہے اور شیاطین وجنات اس کو گھیر لیتے ہیں، اس کے بعد وضوء کرنے کا حکم ہوا کیونکہ وضوء سے نجاست ویبوست وضعف دور ہو جاتا ہے اور فرشتوں سے قرب اور شیاطین وخبائث سے دوری حاصل ہوتی ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۵)

مسئلہ:۔ ریح ناقص وضوء تو ہے مگر نجاست غلیظہ نہیں ہے بلکہ طاہر (پاک) ہے (جبکہ نجاست اس کے ساتھ نہ نکلے تو) اس کے نکلنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

(کشف الاسرار ص ۸۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔ ہر وہ چیز نجاست غلیظہ ہے جو آدمی کے بدن سے نکلے اور وضوء یا غسل کو واجب کرنے والی ہو (علاوہ ریح کے) چنانچہ پیشاب، منی مذی، ودی، پیپ، منہ بھر کر قے، خون بہتا ہوا، حیض ونفاس کا خون، یہ ساری چیزیں نجاست غلیظہ ہیں، علاوہ شہید کے اس خون کے جو اس کے بدن پر ہے کہ یہ پاک ہے۔ (کشف الاسرار ص ۸۴ جلد ۲)

کیا وریدی انجکشن ناقض وضوء ہے؟

مسئلہ:۔ورید(INTERVENOUS)انجکشن میں سوئی کے ورید میں پہنچنے کا یقین حاصل کرنے کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ پچکاری میں خون آجائے، جب تک پچکاری میں خون نظر نہیں آتا اس وقت تک دوا بدن میں داخل نہیں کی جاتی، عضلاتی اور جلدی انجکشن میں خون نہیں نکلتا اسلئے صرف وریدی انجکشن ناقض وضوء ہے(یعنی وضوء توڑنے والا ہے) عضلاتی اور جلدی نہیں۔

باقی رہا تداوی بالمحرم کا مسئلہ تو اگرچہ پچکاری میں خون نکل کر دوا کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے دوا نجس ہوجاتی ہے لیکن انجکشن خارجی استعمال میں داخل ہے یہی وجہ ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔اور خارجی طور پر تداوی بالمحرم جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص۲۴ جلد۲)

مسئلہ:۔اگر کسی نے سوئی کی نوک چبھوئی، اس کی وجہ سے خون نکلا، مگر اپنی جگہ سے وہ نہیں بہا، تو یہ بھی ناقض وضوء نہیں ہے۔(کشف الاسرار ص۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔وضوء ٹوٹنے (نقض وضوء) کے لئے خون کا نکلنا اور نکالنا دونوں برابر ہیں، لہذا جس طرح خون نکلنا ناقض وضوء ہے اسی طرح خون نکالنے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔اسی لئے وریدی انجکشن بھی ناقض وضوء ہے۔یعنی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص۲۷ جلد۲ بحوالہ ردالمحتار ص۱۲۷ جلد اول)

مسئلہ:۔انجکشن لگوانا یا بدن میں دوا، خون، گلوکوز چڑھوانا، اگر ان چیزوں کے استعمال سے خون پیپ وغیرہ کچھ بدن سے نہ نکلے تو وضوء نہیں ٹوٹے گا۔اس لئے کہ ناقض وضوء خروج نجاست ہے(یعنی گندگی کے نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے)اور وہ یہاں پر نہیں پایا گیا۔لیکن اگر انجکشن کے ذریعہ خون بدن سے نکالنا مقصود ہو تو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا۔یہ ناقض وضوء ہے۔(نظام الفتاویٰ ص۴۴ جلد اول بحوالہ عالمگیری ص۶ جلد اول و درمختار ص۹۰ جلد اول)

مسئلہ:۔انجکشن اور جونک کے ذریعہ خون نکالنے سے اگر نکلا ہوا خون بہہ پڑنے کی مقدار

ہوتو وضوء ٹوٹ جاے گا۔

کبیری میں ہے کہ فصد لگایا اور بہت سارا خون زخم سے نکالا اور زخم کے ظاہری حصے پر ذرہ برابر بھی خون نہیں لگا، اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا۔

پہلے زمانہ میں آلہ فصد (انجکش کی طرح) سینگی تھی، آج کے جدید دور میں انجکشن اسی آلہ فصد کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ جونک (خون چوسنے والا جانور) کے ذریعہ خون نکالا جاتا ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۸ جلد۴ بحوالہ درمختار ص ۱۲۹ جلد اول وکبیری ص ۱۳۴)

وریدی انجکشن رگ میں لگنے والا INTERVENOUS گوشت میں لگنے والا عضلاتی MUSCULLAR جلد میں لگنے والا جلدی SUBQUITENIUS محمد رفعت قاسمی)

کیا مخصوص حصہ کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ :۔عضو مخصوص کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اگرچہ شہوت کے ساتھ ہو (جبکہ مذی وغیرہ نہ نکلی ہو) خواہ ہتھیلی سے چھوا جائے یا انگلیوں کے اندرونی جانب سے۔

مسئلہ :۔اسی طرح بدن کے کسی بھی حصے کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، چنانچہ اگر کسی نے اپنے پاخانے کے مقام کو ہاتھ لگایا تو وضوء نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر انگلی یا کوئی اور چیز مثلاً حقنہ (دوائی چڑھانے کی نلکی) کا سرا داخل کیا گیا اور وہ چھپ گیا تو وضوء ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ عمل اندرونی حصے میں کچھ ڈالنے اور نکالنے کے برابر ہے جو نواقض وضوء میں سے ہے یعنی وضوء ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ :۔اگر کچھ حصہ داخل ہوا اور غائب نہیں ہوا تھا کہ اس کو نکال لیا تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ تر (بھیگا ہوا) ہے یا اس میں بدبو ہے تو وضوء ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ اسی طرح عورت اگر اپنی انگلی یا روئی وغیرہ اندر نہانی (شرم گاہ) میں ڈالے اور تر نکلے تو وضوء ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (کتاب الفقہ ص ۱۴۰ جلد اول ومظاہر حق ص ۳۳۷ جلد اول)

مسئلہ:۔شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا جبکہ مذی نہ نکلی ہو۔

(آپ کے مسائل ص ۴۱ جلد۲)

مسئلہ:۔ چھونا، اجزائے بدن میں سے کسی جزو بدن سے بھی ہو، ناقض وضوء نہیں ہے یعنی وضوء نہیں ٹوٹتا، خواہ چھونے والا اور جس کو چھوا گیا ہو دونوں برہنہ (ننگے) ہوں۔ چنانچہ اگر کوئی وضوء کر کے اپنی بیوی کے ساتھ ایک ہی پلنگ (بیڈ وغیرہ) پر لیٹ گیا اور وہ دونوں برہنہ تھے، اور ایک کا وجود دوسرے سے لگ گیا، تو دونوں میں سے کسی کا وضوء نہیں ٹوٹے گا، بشرطیکہ دو باتیں پیش نہ آئی ہوں۔ ایک یہ کہ مذی وغیرہ خارج نہ ہوئی ہو، دوسرے یہ کہ شرمگاہیں باہم (آپس میں) نہ لگی ہوں۔ اسی صورت میں مرد کا وضوء ٹوٹ جائے گا، اگر اس کو ایستادگی ہوئی اور دونوں کے درمیان بدن کی حرارت کے احساس سے مانع ہونے والی کوئی چیز حائل نہ رہی ہو۔ لیکن عورت کا وضوء محض شرمگاہوں کے باہم مس کرنے (چھونے ہی) سے ٹوٹ جائے گا جب کہ مرد کو ایستادگی ہوئی ہو۔

مسئلہ:۔ اگر دو عورتیں برہنہ حالت میں اکٹھی لیٹیں اور ان کی شرمگاہیں باہم مل جائیں تو دونوں کا وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (کتاب الفقہ ص ۱۳۷ جلد اول، درمختار ص ۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ دو بالغ آدمیوں کی شرمگاہیں مل جائیں خواہ دونوں مرد ہو یا عورتیں، یا ایک مرد اور دوسری عورت، بشرطیکہ درمیان میں کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس نہ ہو سکے۔

(علم الفقہ ص ۶۷ تا ۶۹ جلد اول و آپ کے مسائل ص ۳۸ جلد ۲)

مسئلہ:۔ مرد و عورت کے عضو مخصوص کو شرمگاہ کہا جاتا ہے، شہوت کے وقت ان میں قدرتی طور پر ابھار (ایستادگی) پیدا ہو جاتا ہے، اسے انتشار کہتے ہیں۔ اس کھلی مباشرت سے دونوں کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے جب کہ دونوں کی شرمگاہیں انتشار کے ساتھ (درمیان میں کوئی چیز کپڑا وغیرہ حائل نہ ہوں) آپس میں مل جائیں چاہے مذی بھی نہ نکلے، خواہ یہ مباشرت (ملنا) دو عورتوں کے درمیان ہو، خواہ دو مردوں کے درمیان، یا ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان۔

(درمختار ص ۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ وضوء کے بعد کسی کا ستر (جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا ضروری ہے) دیکھ لیا یا اپنا ستر کھل گیا، یا بغیر کپڑوں کے (برہنہ) ننگے ہو کر غسل کیا تو اس کا وضوء درست ہے، پھر وضوء

دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ بغیر مجبوری کے کسی کا ستر دیکھنا یا اپنا ستر دکھانا گناہ کی بات ہے۔ (بہشتی زیور ص ۵۳ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۳ جلد اول)

مسئلہ: مرد یا عورت کا ستر دیکھنے سے یا ستر برہنہ ہو جانے سے اپنا اپنا ستر دیکھنے سے وضوء نہ جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۷۰ جلد اول)

مسئلہ: وضوء کے دوران گھٹنے کھل جانے سے وضوء میں کوئی نقص نہیں آتا، البتہ دوسروں کے سامنے بلاضرورت گھٹنے کھولنے کا سخت گناہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۴ جلد ۲ فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵ جلد اول)

مسئلہ: مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں تیل یا کوئی دوا یا پانی ڈالیں یا پچکاری سے یا اور کسی طرح سے اور وہ باہر آئے تو اس سے وضوء نہ ٹوٹے گا، اس لئے کہ خاص حصہ میں نجاست نہیں رہتی، تاکہ یہ احتمال نہ ہو کہ یہ تیل وغیرہ اس نجاست پر ہو کر واپس آیا ہے۔

(علم الفقہ ص ۷۰ جلد اول)

مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں جاذب وغیرہ رکھیں

مسئلہ: مرد کو عورت یا عورت کا خاص حصہ یا کسی کا مشترک حصہ یا اپنا خاص حصہ چھونے سے وضوء نہ جائے گا، اور اسی طرح عورت کا وضوء مرد یا مرد کا خاص حصہ یا مشترک حصہ یا اپنا خاص حصہ یا مشترک حصہ چھونے سے نہ جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں کوئی چیز روئی، کپڑے وغیرہ کے رکھ لیں اور نجاست (ناپاکی) اندر سے نکل کر اس کپڑے کو تر کردے تو وضوء نہ جائے گا بشرطیکہ کپڑے کی باہر کی جانب اس نجاست کا کچھ اثر نہ ہو یا وہ کپڑا اس خاص حصہ میں اس طرح رکھا ہو کہ باہر سے نظر نہ آئے۔

مثال نمبر ۱: کسی مرد نے اپنے خاص حصہ میں روئی رکھ لی اور پیشاب یا منی نے اپنے خاص مقام سے آکر اس روئی یا کپڑے کو تر کردیا مگر روئی کا وہ حصہ جو باہر سے دکھائی دیتا ہے تر نہیں ہوا یا وہ روئی اس خاص حصہ میں ایسا چھپی ہوئی ہو کہ باہر سے بالکل نظر نہیں آتی تو اس صورت میں اگر پوری روئی تر ہو جائے تب بھی اس مرد کا وضوء نہ جائے گا۔

مثال نمبر۲:۔ یا کسی عورت نے اپنے خاص حصہ میں روئی یا کپڑا رکھ لیا اور پیشاب یا حیض نے اپنے مقام سے آکر اس روئی کو تر کر دیا مگر اس روئی یا کپڑے کا وہ حصہ جو باہر سے دکھائی دیتا ہے تر نہیں ہو یا وہ روئی اس خاص حصہ میں ایسی چھپ گیا کہ باہر سے نظر نہ آتا ہو تو اس صورت میں اگر پوری روئی یا کپڑا تر ہو جائے تب بھی اس عورت کا وضوء نہ جائے گا۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی مرد یا عورت اپنے مشترک حصہ میں روئی یا کپڑا وغیرہ رکھ لیں اور روئی یا کپڑے کا وہ حصہ جو اندر ہے نجاست سے تر ہو جائے مگر وہ حصہ جو باہر ہے تر نہ ہو یا وہ بھی تر ہو جائے اور وہ روئی وغیرہ مشترک حصہ میں ایسی چھپ گئی ہو کہ باہر سے نظر نہ آتی ہو تو ان سب صورتوں میں وضوء نہ جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۷۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی مردہ جانور کے ساتھ برا کام کرے تو اس کا وضوء نہ جائے گا جب تک کہ مذی یا منی نہ نکلے۔

مسئلہ:۔ منی اپنے مقام سے نکلی مگر اس نے اپنے خاص حصہ کو اس زور سے دبالیا کہ منی باہر بالکل نہیں نکلی تو وضوء نہ جائے گا۔ (اور غسل واجب نہ ہوگا)

مسئلہ:۔ اگر دو شخص اپنے خاص حصوں کو ملا دیں مگر درمیان میں مثل موٹے کپڑے وغیرہ کے کوئی ایسی چیز حائل ہو جو ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت (گرمی) نہ محسوس ہونے دے تو وضوء نہ جائے گا خواہ دونوں مرد ہوں یا دونوں عورتیں یا ایک عورت دوسرا مرد، بالغ ہوں یا نابالغ۔ (علم الفقہ ص ۷۲ جلد اول)

شرم گاہ میں انگلی کرنے پر وضوء کا حکم

مسئلہ:۔ اگر کسی نے اپنی بیوی کے شرمگاہ میں انگلی داخل کی تو عورت کا وضوء ٹوٹ گیا خواہ انگلی پر کپڑا ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ جب انگلی نکلے گی تو اس پر نجاست ضرور لگی ہوگی اور خروج نجاست ناقص وضوء ہے۔ البتہ اگر انگلی فرج داخل میں یعنی گول سوراخ کے اندر نہیں گئی تو وضوء نہیں گیا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۰ جلد اول ۲)

مسئلہ:۔ نماز کے دوران نماز میں پاخانہ کے مقام سے کیڑا باہر نکل آئے تو نماز اور وضوء ٹوٹ جائے گا، لہذا نماز نہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲ جلد ۲ بحوالہ رد المحتار ص ۱۲۶ جلد اول)

شرمگاہ کے باہر کے حصہ پر انگلی لگانے پر وضوء کا حکم

سوال:۔کیا یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی سیلان کی مریضہ عورت نماز یا تلاوت کے دوران کچھ وقفے سے کھال کے اندر انگلی سے چھوکر دیکھ لیا کرے کہ آیا پانی نکلا ہے یا نہیں اور اگر اس نے اسی طریقہ سے دیکھا مگر جگہ بالکل پاک تھی تو اس صورت میں اس کی شرمگاہ دیکھنے اور چھونے سے وضوء ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب:۔اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا، البتہ آگے گول سوراخ کے اندر انگلی داخل کرنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے کہ انگلی کے ساتھ اندرونی نجاست بھی باہر آئے گی۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۶ جلد ۲)

مسئلہ:۔کسی نے وضوء کرنے کے بعد اپنی شرمگاہ پر تری دیکھی جو بہہ رہی تھی تو وہ دوبارہ وضوء کرے اور اگر اس کو یہ معلوم نہ ہوسکے کہ وہ ہے کیا؟ یعنی صرف وہم سا ہو، حقیقت کچھ نہ ہو تو توجہ نہ دے اور شیطانی وسوسہ سمجھ کر نظر انداز کردے۔(کشف الاسرار ص ۱۸ جلد اول)

ناخن پالش کے ہوتے ہوئے وضوء کا حکم

مسئلہ:۔آج کل عورتیں اپنے ناخنوں پر جو پالش لگاتی ہیں اس پالش کے ناخن پر موجود ہوتے ہوئے وضوء اور غسل صحیح نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس کی وجہ سے پانی ناخن تک نہیں پہنچتا ہے۔ایسی صورت میں عورتوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی اور جتنی نمازیں اب تک پڑھی ہیں ان سب کا لوٹانا واجب ہے۔(احسن الفتاویٰ ص ۲۶ جلد ۲ نماز مسنون ص ۷۲)

مسئلہ:۔ایسی تزئین حرام ہے جو شرعی فرائض کی صحت سے مانع ہو جو چیزیں بدن تک پانی پہنچنے سے مانع ہوں ان کی موجودگی میں وضوء اور غسل صحیح نہیں ہوتا، اگر بال برابر بھی جگہ خشک رہ جائے گی تو وضوء اور غسل نہ ہوگا۔حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے گندھے ہوئے خشک آٹے کو صحت وضوء سے مانع قرار دیا ہے، حالانکہ وہ ناخن پالش جتنا سخت نہیں ہوتا اور اس کی ضرورت بھی ہے تو ناخن پالش کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟ جتنی بھی نمازیں ناخن پالش لگا کر پڑھی گئی ہیں وہ واجب الاعادہ ہیں اور ساتھ ساتھ توبہ واستغفار بھی کرے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۷ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۴۳ جلد اول)

مسئلہ :۔سرخی، پاؤڈر، کریم لگا کر وضوء ہو جاتا ہے جبکہ ان میں کوئی ناپاک چیز ملی ہوئی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اگر ناخن پالش وغیرہ کی طرح سرخی کی تہہ جم جاتی ہے تو وضوء اور غسل کے لئے اس کا اتارنا ضروری ہے (جب کہ پانی نہ پہنچتا ہو۔)

مسئلہ :۔وضوء کرتے وقت عورت کے سر پر دوپٹہ اوڑھنا ضروری نہیں ہے لیکن عورت کو جہاں تک ہو سکے سر ننگا نہیں کرنا چاہیے، مگر وضوء ہو جائے گا۔ (آپ کے مسائل ص ۴۳ جلد ۲)

مسئلہ :۔سر یا داڑھی پر مہندی خشک ہو جانے کے بعد وضوء صحیح ہونے کے لئے سوکھی ہوئی مہندی کا اتارنا ضروری ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۴۲ جلد ۲)

(مہندی کا رنگ وضوء میں اور غسل میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ رفعت)

مرض سیلان میں حفاظت وضوء کی تدبیر

سوال:۔کسی عورت کو پانی (پیشاب گاہ سے) خارج ہوتا ہے لیکن اس کو یہ بالکل پتہ نہیں چلتا کہ پانی کس وقت اور کب آتا ہے جب تک وہ اس کو نہیں دیکھتی، کبھی تو کم بہتا ہے اور کبھی زیادہ، نماز کرنے سے پہلے اس نے دیکھا کہ تو کچھ بھی ناپاکی نظر نہ آئی لیکن نماز کے دس منٹ کے بعد دیکھا تو پانی نکلا ہوا تھا جو کہ کھال کے اندر تھا اور اس سے شلوار گیلی نہیں ہوئی تھی، نماز تقریباً پون گھنٹہ تک جاری رہی، پچیس منٹ بعد دیکھا تو پانی نکلا ہوا تھا، تو کیا اس صورت میں نماز ہو گئی یا نہیں؟

جبکہ اس کو یہ ہرگز خبر نہیں کہ یہ پانی دوران نماز خارج ہوا تھا یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد، اگر اس سے نماز ٹوٹی ہے تو کیا ساری نماز جو اس وقت پڑھی گئی تھی لوٹائے یا صرف فرض؟

جواب:۔جب نماز کے اندر وضوء ٹوٹنے کا یقین نہ ہو نماز ہو جائے گی، ایسی مریضہ شرمگاہ کے اندر اسفنج رکھ لیا کرے، یہ پانی کو جذب کرتا رہے گا، جب تک اسفنج کے اس حصہ پر رطوبت نہیں آئے گی جو شرمگاہ کے گول سوراخ سے باہر ہے اس وقت تک وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

(احسن الفتاویٰ ص ۸ جلد ۲)

مسئلہ :۔اکثر عورتوں کے سفید رطوبت ہمیشہ بہتی رہتی ہے وہ خواہ کسی وجہ سے ہو، ناقض وضوء ہے (اس کے آنے اور نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتی ہے) اور ناپاک ہے، لیکن اگر یہ رطوبت ہر وقت بہتی رہتی ہو تو وہ عورت معذور ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۱۲ جلد اول)

بواسیر کی جو رطوبت باہر نہ آئے اس کا کیا حکم

سوال:۔ بواسیر کی پھنسی سے مواد نکلنے کے بعد داد کی طرح ہو جائے اور ان کے اندر رطوبت ہو مگر سائل نہ ہو (بہتی ہوئی نہ ہو) البتہ اٹھتے بیٹھتے کپڑے کو لگی ہو تو اس صورت میں کیا وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے؟

جواب:۔ جو رطوبت زخم سے باہر نہ بہے اور سائل نہ ہو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا، اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ قاعدہ کلیہ فقہاء لکھتے ہیں: **مالیس بحدث لیس بنجس**، پس جو صورت آپ نے تحریر فرمائی ہے اس میں وضوء نہ ٹوٹتا اور نہ کپڑا ناپاک ہوتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۷ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۱۳۰ جلد اول باب نواقض الوضوء)

مسئلہ:۔ اگر کسی بواسیر والے کے بواسیر کے مسے باہر (مقعد سے) نکل آئے تو اگر اس نے اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تب تو اس کا وضوء ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ خود اندر چلے گئے ہیں تو وضوء نہیں ٹوٹے گا، البتہ اگر نجاست ظاہر ہو تو وضوء ٹوٹ جائے گا، نیز اسی طرح کسی مقعد (پاخانہ کی مقام) سے کیڑے کا کچھ حصہ نکلا پھر وہ خود ہی اندر گھس گیا تو ناقض وضوء نہیں ہے۔ (جبکہ نجاست نہ کرے) (کشف الاسرار ص ۱۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ بواسیر والے کے یا عام کسی آدمی کے مقعد (پاخانے کے مقام) سے کانچ نکل آئی تو اگر خود بخود نکل کر اندر چلی گئی تو وضوء نہیں ٹوٹا جب تک نجاست ظاہر نہ ہو اور اگر ہاتھ یا کپڑا وغیرہ سے اندر کریں تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (کشف الاسرار ص ۹۴ جلد اول)

پاگل اور مجنون کے وضوء کا حکم

مسئلہ:۔ اگر کسی کے حواس میں خلل ہو جائے لیکن یہ خلل جنون اور مدہوشی کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وضوء نہ جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۷۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ بے عقل، مجنون، مرگی زدہ، مدہوش اور مخبوط الحواس پر وضوء واجب نہیں ہے۔ اگر وہ وضوء کریں گے تو وضوء صحیح نہ ہوگا، چنانچہ اگر کسی فاتر العقل نے وضوء کر لیا اور گھڑی بھر یعنی وضوء کرنے کے بعد اس مرض سے نجات ہو گئی تو اس وضوء سے نماز درست نہ ہوگی۔ اور جنون

زدہ انسان کا بھی یہی حکم ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ بے ہوشی، غشی اور جنون (پاگل پن والا) (اگر باوضوء ہوں تو) وضوء کو توڑ ڈالتے ہیں اور اس نشہ سے بھی ٹوٹ جاتا ہے جس سے آدمی جھومنے لگے، خواہ یہ نشہ بھنگ کھانے کی وجہ سے کیوں نہ ہوا ہو۔ (یا شراب وغیرہ سے) (درمختار اردو ص ۱۰ اجلد اول)

مسئلہ :۔ پاگل کے لئے غسل مستحب ہے جس کو افاقہ ہو گیا ہو اور اسی طرح بے ہوش کے واسطے افاقہ کے بعد غسل مستحب ہے۔

مسئلہ :۔ اگر بے ہوشی ہوگئی یا جنون سے عقل جاتی رہی تو وضوء جاتا رہتا ہے چاہے بے ہوشی وجنون تھوڑی دیر ہی رہا ہو، اسی طرح اگر تمبا کو (بیڑی وسگریٹ) وغیرہ کوئی بھی نشہ کی چیز کھالی ہو اور اتنا نشہ ہو گیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم ادھر ادھر بھکتا اور ڈگمگاتا ہے تو بھی وضوء جاتا رہا۔ (بہشتی زیور ص ۵۲ جلد اول بحوالہ عالمگیری باب ماینقض الوضوء ص ۱۷ جلد اول۔ مظاہر حق جدید ص ۳۲۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ وضوء کرنے کے بعد عقل جاتی رہے، خواہ جنون سے مرگی کے دورہ سے یا بے ہوشی سے، یا ایسی چیز کے استعمال کرنے سے جو عقل کھودیتی ہے مثلاً شراب، گانجا اور بھنگ وغیرہ تمام غافل کرنے والی چیزیں، نیند بھی ان ہی میں سے ہے جن سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، یہ اس لئے نہیں کہ نیند خود وضوء توڑنے والی ہے بلکہ اس لئے کہ نیند کی حالت میں وضوء توڑنے والی بات لاحق ہوسکتی ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۱۴۱ جلد اول)

اور نیند کی وجہ سے اس کا علم نہیں رہے گا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ :۔ محض شراب پینے سے وضوء نہیں ٹوٹتا جب تک نشہ نہ ہو، البتہ منہ ناپاک ہو جاتا ہے اس لئے کہ شراب نجس ہے اور اس کا پینا حرام ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۶ جلد ۲)

مسئلہ :۔ ہمیشہ شراب پینے والے کے بدن سے پسینہ نکلے تو اس پسینہ کے نکلنے کی وجہ سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ (علم الفقہ ص ۷۲ وص ۷۳ جلد اول وکتاب الفقہ ص ۱۲ اجلد اول)

مسئلہ:۔ کوئی گناہ کرنے سے یا کافر ہو جانے سے وضوء نہیں جاتا۔

مسئلہ :۔ حقہ، بیڑی، سگریٹ، پان سے وضوء نہیں ٹوٹتا (جبکہ نشہ کی وجہ سے عقل نہ جائے)

لیکن نماز سے پہلے منہ کی بدبو کا دور کرنا ضروری ہے، اگر منہ سے حقہ سگریٹ کی بدبو آتی ہو، تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۴۱ جلد ۳ وفتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ کسی نے وضوء کیا اور اس کے بعد اپنے کسی مسلمان بھائی کی غیبت کی یا جھوٹ بولا یا کافر ہو گیا تو اس کا وضوء نہیں جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۷۳ جلد اول)

یعنی وہ غیبت کرنے والا اور جھوٹ بولنے والا اور کافر ہونے کے بعد مسلمان ہونے والا اسی وضوء سے نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ اور کسی وجہ سے وضوء نہ ٹوٹا ہو۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

وضوء میں گرمی دانے سے پانی نکلنے کا حکم

مسئلہ:۔ موسم گرما اور برسات میں اکثر گرمی دانے نکل آتے ہیں اور کھجل دینے سے ان میں سے پانی نکلتا ہے، اگر دانہ ٹوٹنے سے پانی از خود نہیں بہا، بلکہ ہاتھ یا کپڑا لگنے سے پھیل گیا تو وضوء نہیں ٹوٹا، اور اگر پانی، زخم سے ابھر کر اوپر آگیا اور دانہ سوراخ سے زائد جگہ میں پھیل گیا، مگر اوپر ابھرنے کے بعد نیچے نہیں اترا تو اس کے ناقض ہونے میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ ناقض نہیں ہے یعنی اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۹ جلد ۲، بحوالہ ردالمحتار ص ۱۲۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ کھجلی کے دانوں سے بعض مرتبہ مسلسل پانی بہتا ہے، اگر وہ پانی اپنی جگہ سے بہہ جائے تو ناقض وضوء بھی ہے (یعنی جب وہ پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ سے پھیل جائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا) اور جس کپڑے پر لگ جائے وہ بھی نجس ہو جائے گا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر چھاتی سے پانی نکلتا ہے اور درد بھی ہوتا ہے تو وہ نجس ہے اس سے وضوء جاتا رہے گا، اور اگر درد نہیں ہے تو نجس نہیں ہے اور اس سے وضوء بھی نہ ٹوٹے گا۔

(بہشتی زیور ص ۵۲ جلد اول، بحوالہ درمختار ص ۱۷ جلد اول)

وضوء کرنے کے بعد کانچ نکل آئی

مسئلہ:۔ اگر کسی کے مشترک حصہ کا کوئی جزء باہر نکل آئے جس کو ہمارے عرف عام میں کانچ نکلنا کہتے ہیں تو اس سے وضوء جاتا رہتا ہے خواہ وہ خود بخود اندر چلا جائے یا کسی لکڑی،

کپڑے یا ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ اندر پہنچایا جائے۔
(بہشتی زیور ص۱۳ جلد اول بحوالہ شامی ص۱۵۵، علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ جونک یا کھٹمل یا کوئی اور جانور اگر اس قدر خون پیئے کہ وہ جسم پر چھوڑا جائے تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جائے گا تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ کسی نے جونک لگوائی (ایک جانور ہوتا ہے چھپکلی سے چھوٹا، خون چوستا ہے) اور جونک میں اتنا خون بھر گیا کہ اگر بیچ میں اس کو کاٹ دیا جائے تو خون بہہ پڑے گا تو وضوء جاتا رہا اور اگر اتنا نہ پیا ہو بلکہ بہت کم پیا ہو تو وضوء نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ:۔ مچھر، مکھی یا کھٹمل نے خون پیا تو وضوء نہیں ٹوٹا۔ (بہشتی زیور ص۱۵ جلد اول کبیری ص۳۴)

چچڑی، وضوء توڑنے میں جونک کی طرح ہے، اگر جونک اور چچڑی بڑی نہ ہوں کہ اس سے بہتا خون نہ نکلے تو اس کے کاٹنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا جیسے مچھر اور مکھی کہ ان کے کاٹنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا کیونکہ ان میں بہنے والا خون نہیں ہوتا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

وضوء میں پھوڑے اور پھنسی سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ کسی نے اپنے پھوڑے یا چھالے کے اوپر کا چھلکا یعنی کھوڑن نوچ ڈالا اور اس کے نیچے خون یا پیپ دکھلائی دینے لگی لیکن وہ خون، پیپ اپنی جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے کسی طرف نکل کے بہا نہیں تو وضوء نہیں ٹوٹا اور اگر بہہ پڑا تو وضوء ٹوٹ گیا۔

مسئلہ:۔ کسی کے پھوڑے میں بڑا گہرا گھاؤ ہو گیا تو جب تک خون، پیپ اسی گھاؤ کے سوارخ کے اندر ہی اندر ہے، باہر نکل کر بدن پر نہ آئے، اس وقت تک وضوء نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ:۔ اگر پھوڑے پھنسی کا خون خود سے نہیں نکلا، بلکہ اس نے دبا کر نکالا ہے تب بھی وضوء ٹوٹ جائے گا جبکہ وہ خون بہہ جائے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کے زخم سے ذرا سا خون نکلنے لگا، اس نے اس پر مٹی ڈال دی یا کپڑے سے پونچھ لیا، پھر اس کے بعد ذرا سا نکلا پھر اس نے پونچھ ڈالا، اسی طرح کئی دفعہ کیا کہ خون بہنے نہ پایا تو دل میں سوچے (خیال کرے) اگر ایسا معلوم ہو کہ اگر یہ پونچھا نہ جاتا تو بہہ پڑتا تو وضوء ٹوٹ جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو کہ پونچھا نہ جاتا تب بھی نہ بہتا تو وضوء نہ ٹوٹے گا۔

(بہشتی زیور ص۵۰ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص۱۷ جلد اول وشرح تنویر ص۲۵ جلد اول وکتاب الفقہ ص۱۲۹ جلد اول)

مسئلہ :۔ کسی کے پھوڑا یا پھنسی ہو اور اس سے خون پیپ نکلتا ہے، اسی وجہ سے اس پر روئی (وغیرہ) رکھ کر پٹی باندھ دی ہے، اندر اندر خون نکلتا رہتا ہے پٹی باندھنے کی وجہ سے باہر نہیں آتا، اگر اتنا خون نکلے کہ اسے روکا نہ جاتا تو زخم کے مقام سے آگے بڑھ جاتا تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۸ جلد ۴ بحوالہ کبیری ص ۱۳۰ و شامی ص ۱۲۹ جلد اول و علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ :۔ زندہ آدمی کے جسم سے اگر خون یا پیپ یا کوئی ناپاک چیز نکلے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ کوئی چیز انسان کے جسم سے ٹپک جائے یا اپنے مقام سے بہہ کر اس مقام پر پہنچ جائے جس کا دھونا وضوء یا غسل میں فرض یا واجب ہے۔

مسئلہ :۔ اگر زندہ آدمی کے جسم سے کوئی ناپاک چیز نکلے اور اپنے مقام سے نہ بہے مگر ایسی ہو کہ اگر وہ جسم پر چھوڑ دی جائے تو ضرور اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلی جائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ :۔ جسم کے کسی حصہ سے سپید پانی نکلے اور اس کے نکلنے سے انسان کو تکلیف ہو تو وضوء ٹوٹ جائے گا خواہ ظاہر میں کوئی زخم معلوم ہوتا ہو یا نہیں اور اگر اس کے نکلنے سے تکلیف نہ ہو مگر کوئی طبیب (ڈاکٹر وغیرہ) حاذق تجویز کرے یا اور کسی طریقہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ پیپ ہے اور کسی زخم سے آئی ہے تب بھی وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۶۶)

وضوء میں زخم سے متعلق مسائل

مسئلہ :۔ اگر کسی کے کوئی زخم ہو، اس میں سے کیڑا نکلے یا کان سے نکلا، یا زخم میں سے کچھ گوشت کٹ کر (از خود) گر پڑا اور خون نہیں نکلا تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(بہشتی زیور ص ۴۹ جلد اول، مظاہر حق جدید ص ۳۲۷ جلد اول)

مسئلہ :۔ اگر زخم کو پانی نقصان دیتا ہے تو اس جگہ کو دھونے کی بجائے اس پر مسح کر سکتے ہیں۔

مسئلہ :۔ اگر زخم میں سے خون ہر وقت رستا رہتا ہے اور کسی وقت بھی موقوف نہیں ہوتا تو ہر نماز کے پورے وقت کے اندر ایک بار وضوء کر لینا کافی ہے اور کبھی رستا ہے اور کبھی نہیں تو جب بھی خون نکل کر بہہ جائے تو دوبارہ وضوء کرنا ہوگا۔ (آپ کے مسائل ص ۳۷ جلد ۲)

مسئلہ :۔ زخم سے خون وغیرہ نکل کر زخم ہی میں رہے اور زخم ایسا ہو کہ جس کا دھونا نقصان

کرے تو وضوء نہ جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۷۱ جلد اول)

مسئلہ :۔ اعضائے وضوء پر اگر زخم ہو اور وضوء کے بعد اس زخم کے اوپر کی کھال (کھرٹن وغیرہ) الگ کردی جائے تو اس سے وضوء نہ جائے گا اور نہ اس مقام کو دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگی، خواہ جلد (کھال کھرٹن) کے جدا ہونے میں تکلیف ہو یا نہ ہو۔
(علم الفقہ ص ۷۲ جلد اول)

مسئلہ :۔ اگر کسی نے فصد کرائی (زخم وغیرہ سے خون نکلوایا) یا نکسیر پھوٹی یا چوٹ لگی اور خون نکل آیا یا پھوڑے پھنسی سے یا بدن بھر میں اور کہیں سے خون نکلا یا پیپ نکلی تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر زخم کے منہ پر ہی رہے، زخم کے منہ سے آگے نہ بڑھے تو وضوء نہیں گیا۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کے سوئی چبھ گئی اور خون نکل آیا لیکن بہا نہیں تو وضوء نہیں ٹوٹا اور اگر ذرا بھی بہہ پڑا تو وضوء ٹوٹ گیا۔ (بہشتی زیور ص ۵۰ جلد اول بحوالہ غنیۃ ص ۱۲۸)

مسئلہ :۔ اگر زخم پر پٹی باندھی اور خون وغیرہ کی تراوٹ پٹی پر ظاہر ہوگئی تو اب وضوء نہ رہا کیونکہ وضوء کرنے کے بعد خون وغیرہ ظاہر ہونے سے وضوء ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ تراوٹ بجائے بہنے کے ہے، اور یہ پٹی نہ ہوتی تو خون بہہ جاتا۔ (کشف الاسرار ص ۹۴ و رکن دین ص ۶)

مسئلہ :۔ اگر کسی کے ایسا زخم تھا کہ ہر وقت بہا کرتا تھا، اس نے وضوء کیا، پھر دوسرا زخم پیدا ہوگیا اور وہ بہنے لگا تو وضوء ٹوٹ گیا، پھر سے وضوء کرے۔
(بہشتی زیور ص ۵۴ جلد اول بحوالہ شرح البدایہ ص ۶۷ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۰ جلد اول)

مسئلہ :۔ ایک زخم سے خون رستا رہتا ہے اور کپڑے کو لگتا رہتا ہے مگر بہتا نہیں تو ایک مجلس میں مختلف دفعات میں کپڑے پر لگنے والے خون کا اندازہ کیا جائے، اگر یہ مجموعہ اس قدر نظر آئے کہ اگر کپڑا اس کو جذب نہ کرتا تو خون بہہ پڑتا تو وضوء ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں، اگر ایک مجلس میں تو اتنا خون کپڑے پر نہیں لگا مگر مختلف مجالس کا مجموعہ اتنا ہوگیا تو وہ ناقض نہیں ہے۔
(یعنی اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔) (احسن الفتاویٰ ص ۲۸ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۲۵ جلد اول)

مسئلہ :۔ زخم کے دبنے یا دبانے سے اگر رطوبت سائلہ (بہنے والی) نکلے جو کہ موقع زخم سے باہر بہہ جائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اگر نکل کر زخم ہی میں رہے تو وضوء نہیں ٹوٹتا۔ الغرض بلا قصد دب جانا یا قصداً دبانا برابر ہے۔ اور اگر خود دب کر بہنے والی رطوبت باہر نکل آئے جو

دبا کر نکالی جائے اور بہے زخم سے باہر تک تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۷ جلد اول وص ۳۱۹ جلد اول، بحوالہ ردالمختار ص ۱۲۷ جلد اول)

وضوء میں آنکھ سے پانی نکلنے سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ تیز روشنی سے، دھوپ کی تپش سے، پیاز کاٹنے سے، نماز میں کھانسی روکنے سے، آنکھوں میں سے پانی نکل آنا ناقض وضوء نہیں ہے، یعنی اس سے وضوء نہیں ٹوٹتی۔ اگر آنکھ دکھنے آئی اور اس وقت چکنا پانی یا پیپ نکلے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے، بلا درد اور بغیر تکلیف کے پانی نکلے اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۶ جلد ۴، بحوالہ درمختار ص ۱۳۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ پاک چیز کے نکلنے سے وضوء نہیں جاتا جیسے آنکھ سے آنسو یا جسم سے پسینہ۔
(علم الفقہ ص ۷۳ جلد اول ودرمختار ص ۹۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ آنکھ کے اندر اگر کوئی پھنسی، دانہ وغیرہ ٹوٹ گیا اور باہر نہیں نکلا تو وضوء نہیں ٹوٹا، اور اگر باہر نکل آیا تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (شرح نقایہ ص ۷۶ علم الفقہ ص ۷۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا اور وہ ٹوٹ گیا، یا خود اس نے توڑ دیا اور اس کا پانی بہہ کر آنکھ میں تو پھیل گیا لیکن آنکھ سے باہر نہیں نکلا تو اس کا وضوء نہیں ٹوٹا، اور اگر آنکھ سے باہر وہ پانی نکل پڑا تو وضوء ٹوٹ گیا۔ (بہشتی زیور ص ۵۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ سرمہ کی تیزی یا اس کی چوٹ سے جو پانی آنکھ سے نکلتا ہے اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۶ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۳۷ جلد اول کتاب الطہارت)

مسئلہ:۔ آنکھوں سے جو پانی درد کے ساتھ برآمد ہو اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ وہ پانی جو دکھتی آنکھ سے نکلے جب تک متغیر نہ ہو مثلاً اس میں سرخی وغیرہ نہ ہو بلکہ صاف پانی ہو تو وہ ناقض نہ ہوگا اور نجس بھی نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۴ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۳۷ جلد اول وآپ کے مسائل ص ۳۷ جلد ۲ وفتاویٰ رشیدیہ ص ۲۸۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ نزلہ کی وجہ سے آنکھ سے پانی بہے تو وضوء نہ ٹوٹے گا اور اگر آنکھ سے پانی کسی زخم کی وجہ سے نکلے خواہ وہ زخم ظاہر میں معلوم ہوتا ہو یا کسی طبیب (ڈاکٹر وغیرہ) کی تشخیص سے معلوم

ہو تب تو اس پانی کے نکلنے سے وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (بہشتی زیور ص ۵۲ جلد اول، تفصیل کے دیکھئے (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۵ جلد اول و شامی ص ۱۲۷ جلد اول)

وضوء میں کان اور دانت سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ اگر کسی کے کان کے اندر دانہ ٹوٹ جائے تو جب تک خون، پیپ سوراخ کے اندر اسی جگہ تک رہے جہاں پانی پہنچانا غسل کرتے وقت فرض نہیں ہے تب تک تو وضوء نہیں ٹوٹتا اور جب ایسی جگہ پر آجائے کہ جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔

(بہشتی زیور ص ۵۰ جلد اول بحوالہ، ردالمختار ص ۱۷ جلد اول و شرح تنویر ص ۲۵۰ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۱۲۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ کسی کے کان میں درد ہوتا ہے اور کان سے پانی نکلا کرتا ہے تو یہ پانی جو کان سے بہتا ہے نجس ہے اگر چہ کچھ پھوڑا یا پھنسی نہ معلوم ہوتی ہو، پس اس کے نکلنے سے وضوء ٹوٹ جائے گا، جب کان کے سوراخ سے نکل کر اس جگہ تک آجائے جس کا دھونا غسل کرتے وقت فرض ہے۔

مسئلہ:۔ اسی طرح اگر ناف سے پانی نکلے اور درد بھی ہوتا ہو تو اس سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ (بہشتی زیور ص ۵۲ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۱۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ کان کے میل نکلنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، البتہ کان بہتے ہوں اور کان میں انگلی ڈالنے سے انگلی کو پانی لگ جائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا اور وہ پانی بھی نجس ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۴۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر کان یا آنکھ میں کچھ درد تکلیف ہو اور اس وقت کان یا آنکھ سے مواد یا پانی خارج ہو اور ایسی جگہ تک آجائے کہ جس کا وضوء یا غسل میں دھونا ضروری ہے تو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا اور دوسرا وضوء کیئے بغیر نماز پڑھنا صحیح نہ ہوگا۔ اگر پڑھی ہو تو اس نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا۔ اور اگر کچھ درد تکلیف نہ ہو، اور ایسے ہی پانی نکلے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۸ جلد ۷ بحوالہ درمختار ص ۱۳۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو دانت سے کاٹے یا پکڑے اور اس پر خون کا اثر پایا جائے تو کپڑا یا ہاتھ دانتوں پر رکھ کر دیکھا جائے اگر اس پر خون نہ نکلے تو وضوء نہ جائے گا۔

(علم الفقہ ص ۷۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ دانتوں میں کسی نے خلال کیا اور خلال میں خون کی سرخی دکھائی دی یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اور اس چیز پر خون کا دھبہ معلوم ہوا لیکن تھوک میں خون کا رنگ بالکل معلوم نہیں ہوتا تو وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (بہشتی زیور ص ۵۰ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۱۶ جلد اول و کبیری ص ۱۳۱)

مسئلہ:۔ دانت سے خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ بشرطیکہ اتنا خون نکلا ہو کہ تھوک کا رنگ سرخی مائل ہو جائے یا منہ میں خون کا ذائقہ آنے لگے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۷ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر دانتوں پر مسی جم جائے تو وہ مانع وضوء نہیں ہے مگر مانع غسل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۸۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے روٹی یا کوئی پھل وغیرہ کھایا، اس میں خون کا اثر نظر آیا جو مسوڑھوں سے آرہا تھا تو اس کو چاہیئے کہ وہاں پر انگلی رکھ کر دیکھے، اگر انگلی میں خون کا اثر دکھائی دے تو وضوء ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں۔ (کشف الاسرار ص ۱۸)

مسئلہ:۔ ڈکار آنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا خواہ ڈکار بدبودار ہو۔ (علم الفقہ ص ۷۰ جلد اول)

وضوء میں بال اور ناخن وغیرہ سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ وضوء کرنے کے بعد ناخن کٹانے سے وضوء میں کوئی نقصان نہیں آتا اور نہ وضوء کو دہرانے کی ضرورت ہے۔ اور نہ اتنی جگہ کو پھر تر کرنے کی ضرورت ہے۔ وضوء باقی رہے گا۔

(بہشتی زیور ص ۵۳ جلد اول بحوالہ شرح تنویر ص ۱۵۰ و علم الفقہ ص ۳۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ ناخن میں میل ہونے پر بھی وضوء ہو جاتا ہے، مگر ناخن بڑھانا خلاف فطرت ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۴۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر ناخن پر آٹا جم گیا ہو تو جب تک اس کو دھوئے گا نہیں اور دور نہیں کرے گا، وضوء نہ ہوگا۔ (شرح نقایہ ص ۳۷ جلد اول، درمختار ص ۱۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ میل اور مٹی جو ناخنوں میں ہو وضوء اور غسل بغیر چھڑائے ہو جائے گا جبکہ اس کے نیچے پانی پہنچ جائے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۳۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ وضوء کرنے کے بعد بال کاٹنے یا ناخن تراشنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اسی طرح سینٹ وغیرہ لگانے سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۴۳ جلد ۳)

مسئلہ:۔ وضوء کرنے کے بعد اگر سر کے بال یا داڑھی کے بال یا بھنویں کٹوادی جائیں تو اس سے وضوء یا سر کا مسح باطل نہ ہوگا یعنی اس جگہ کو دوبارہ دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔
(علم الفقہ ص ۳ جلد اول، کبیری ص ۱۴۵)

وضوء میں تھوک، بلغم اور زکام سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ تھوک یا بلغم اگر کسی ایسی چیز کے ساتھ ہو مثلاً کھانے یا پت یا ایسی چیز کے ساتھ جو قے میں نکلے جب کہ وہ پاک ہو تو اس صورت میں اگر تھوک اور بلغم زیادہ ہو اور وہ چیز کم اور اس قدر ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تو وضوء نہ جائے گا اور اگر تھوک اور بلغم اور وہ چیز برابر ہوں مگر دونوں میں کوئی اس قدر نہ ہو جس سے منہ بھر سکے تب بھی وضوء نہ جائے گا۔
(علم الفقہ ص ۷۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ تھوک یا بلغم نکلنے سے وضوء نہ جائے گا خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو یعنی منہ بھر کر بھی ہو تب بھی نہیں ٹوٹتا۔ (علم الفقہ ص ۷۳ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۲ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۲۸ جلد اول باب نواقض الوضوء، وبہشتی زیور ص ۵۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ تھوک خون میں ملا ہوا اگر خارج ہو تو جو غالب ہوگا اس کا حکم ہوگا۔
(شرح وقایہ ص ۶۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ خون ناک سے نکل کر نتھنے میں آجائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔
(علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

نتھنا ناک کا نرم حصہ ہوتا ہے جس کا غسل میں دھونا واجب ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ:۔ قے میں اگر بلغم خارج ہو تو وضوء نہیں ٹوٹتا۔
(شرح نقایہ ص ۱۱ جلد ا، ہدایہ ص ۸ جلد ا، کبیری ص ۱۲۹)

مسئلہ:۔ ناک سے اگر خون نکلے مگر اس مقام تک نہ پہنچے جو نرم ہے یعنی نتھنے تک نہ پہنچے تو وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ (علم الفقہ ص ۷۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ کسی کے تھوک میں خون معلوم ہو تو اگر تھوک میں خون بہت کم ہے اور تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو وضوء نہیں گیا، اور خون زیادہ ہے یا برابر اور رنگ سرخی مائل ہے

تو وضوء ٹوٹ گیا۔ (بہشتی زیور ص ۵۰ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۱۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ بلغم کی قے وضوء کو مطلقاً نہیں توڑتی۔ (درمختار ص ۵ جلد اول ترجمہ اردو)

مسئلہ:۔ ناک کے راستہ سے جو تیل یا کوئی پتلی رقیق چیز دماغ کی طرف چڑھ جائے اور وہ پھر باہر نکل آئے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ وہ پاک جگہ سے خارج ہوئی ہے۔

(کشف الاسرار ص ۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی نے ناک سنکی (صاف کی) اور اس میں جمے ہوئے خون کی پھٹکیاں نکلیں تو وضوء نہیں گیا۔ وضوء جب ٹوٹتا ہے کہ پتلا خون نکلے اور بہہ پڑے۔

مسئلہ:۔ کسی نے اپنی ناک میں انگلی ڈالی پھر جب اس کو نکالا تو انگلی میں خون کا دھبہ معلوم ہوا لیکن وہ خون بس اتنا ہی تھا کہ انگلی میں تو ذرا سا لگ جاتا ہے لیکن بہتا نہیں ہے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (بہشتی زیور ص ۵۰ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۱۷ جلد اول وشرح تنویر ص ۲۵۰ جلد اول وکتاب الفقہ ص ۱۲۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ زکام میں بلغم میں یا فضلہ ناک میں بستہ (جمے ہوئے) خون کا ریشہ آجاتا ہے، یہ بستہ خون ناقض وضوء نہیں ہے۔ یعنی اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۵۰ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۱۲۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ ناک میں اگر محض ریزش منجمد ہوگئی تو وہ ناقض وضوء نہیں ہے، اگر پیپ ہے تو وہ ناقض وضوء ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۳۹ جلد ۹)

مسئلہ:۔ جو پانی آنکھ، ناک، کان وغیرہ سے درد کے ساتھ نکلے وہ سب ناقض وضوء ہے۔

(کشف الاسرار ص ۹۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ نزلہ اور زکام کی وجہ سے جو پانی ناک سے بہتا ہے وہ نجس اور ناپاک نہیں ہے کیونکہ یہ کسی زخم سے خارج نہیں ہوتا، نہ کسی زخم پر سے گزر کر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (آپ کے مسائل ص ۸۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔ ماء رمد (آنکھ کا صاف پانی) اور زکام کا پانی ناقض وضوء نہیں ہے، اس لئے کہ منہ کی طرح ناک اور آنکھ اصلی رطوبت کا محل ہے، منہ میں زخم ہونے کی صورت میں جب تک پیپ کا یقین یا خون نظر نہ آئے اس وقت تک لعاب ناقض نہیں ہے اگرچہ کسی عارضہ کی وجہ

سے لعاب کثرت سے بہے، یہی حکم ناک، کان اور آنکھ کا ہونا چاہیئے ۔ (اور) ماہرین فن ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ زکام اور رمدے کے پانی کا زخم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۱ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۲۲۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ نکسیر پھوٹنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۷ جلد ۲)

وضوء میں قے سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ منہ بھر کر قے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور منہ بھر قے کی تعریف یہ ہے کہ جس کے روکنے پر آدمی قادر نہ ہو، اور اگر تھوڑی تھوڑی قے کئی دفعہ ہو تو اس کے مجموعہ کا اعتبار کیا جائے۔ (در مختار ص ۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی دفعہ قے ہوئی لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر ایک دفعہ میں گرتی (ہوتی) تو منہ بھر کر ہو جاتی تو اگر ایک ہی متلی کی برابر باقی رہی اور تھوڑی قے ہوتی رہی تو وضوء ٹوٹ گیا، اور اگر ایک ہی متلی برابر نہیں رہی بلکہ پہلی مرتبہ کی متلی جاتی رہی تھی اور جی یعنی طبیعت اچھی ہو گئی تھی پھر دوبارہ متلی شروع ہوئی اور تھوڑی قے ہو گئی۔ پھر جب یہ متلی جاتی رہی تو تیسری دفعہ پھر متلی شروع ہو کر قے ہوئی تو وضوء نہیں ٹوٹا۔

(بہشتی زیور ص ۵۲ جلد اول بحوالہ در مختار ص ۱۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی کی قے میں خون گرے تو اگر پتلا اور بہتا ہوا ہو تو وضوء ٹوٹ جائے گا چاہے کم ہو یا زیادہ، اور اگر جمے ہوئے ٹکڑے گرے تو منہ بھر کر ہو تو وضوء ٹوٹ جائے گا اور اگر کم ہو تو نہ وضوء ٹوٹے گا۔ (بہشتی زیور ص ۵۰ جلد اول بحوالہ در مختار ص ۱۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی ناپاک چیز قے میں نکلے جیسے کیڑا وغیرہ تب بھی وضوء نہ ٹوٹے گا۔ (جب کہ منہ بھر کر نہ ہو) (علم الفقہ ص ۳۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ دماغ، پیٹ، منہ سے بہنے والا خون نکلے تو وضوء ٹوٹ جائے گا خواہ منہ بھر کر ہو یا کم ہو۔ (علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ جس چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس (ناپاک) ہوتی ہے اور جس سے وضوء نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں، تو اگر تھوڑا سا خون نکل کر زخم سے بہا نہیں یا ذرا سی قے

ہوئی منہ بھر کر نہیں ہوئی اور اس میں کھانا یا پانی یا پت یا جما ہوا خون نکلا تو یہ تھوڑا سا خون اور یہ تھوڑی سی قے نجس نہیں ہے، اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اس کا دھونا واجب نہیں۔ اور اگر منہ بھر کر قے ہوئی یا خون زخم سے بہہ گیا تو وہ نجس ہے اس کا دھونا واجب ہے، اور اگر اتنی (منہ بھر کر) قے کر کے کسی برتن مثلاً کٹورے، گلاس یا لوٹے کو منہ لگا کر کلی کے واسطے پانی لیا تو وہ برتن ناپاک ہو جائے گا۔ اس لئے چلو سے یعنی ہاتھ سے پانی لینا چاہیئے۔
(بہشتی زیور ص ۵۳ جلد اول، کبیری ص ۴۹، شامی ص ۱۴۵ جلد اول)

(برتن وغیرہ کو بعد میں پاک کر کے استعمال کریں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ :۔ اگر چھوٹا بچہ جو دودھ پیتا ہے اس کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ اگر قے منہ بھر کر نہ ہو تو وہ نجس نہیں ہے اور جب منہ بھر کر ہو گی تو نجس ہو گی، اگر کپڑے پر گر جائے اور بغیر دھوئے نماز پڑھے تو نماز نہ ہو گی۔ (حوالہ بالا)

مسئلہ :۔ قے جو منہ بھر کر ہو وہ نجاست غلیظہ ہو، بقدر درہم (کپڑوں پر لگ جائے تو) معاف ہے، درہم سے زیادہ ہو تو نماز نہ ہو گی۔ جسم دار نجاست میں وزن کا اعتبار ہے اور پتلی ہو تو مساحت (پھیلاؤ) کا اعتبار ہو گا یعنی بقدر ہتھیلی معاف ہے، اس سے زیادہ معاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۶ جلد ۴ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۸۹)

وضوء نہ ہونے پر متعلقہ مسائل

وضوء ٹوٹنے سے جو شرعی حالت انسان کے جسم میں پیدا ہوتی ہے وہ حدث اصغر ہے۔

مسئلہ :۔ حدث اصغر کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ نفل ہو یا فرض، پنج وقتی ہوں یا عیدین کی ہو یا جنازہ کی۔

مسئلہ :۔ وضوء نہ ہونے کی صورت میں سجدہ کرنا حرام ہے خواہ تلاوت کا ہو یا شکرانے کا، یا ویسے ہی کوئی شخص سجدہ کرے۔

مسئلہ :۔ قرآن مجید اور ایسی چیز کا چھونا جو قرآن مجید کے ساتھ چسپاں ہو جیسے اس کپڑے کو جلد پر چڑھا کر سی دیا جاتا ہے (یعنی چولی یا جلد وغیرہ کے) مکروہ تحریمی ہے خواہ ان اعضاء سے چھوئے جو وضوء میں دھوئے جاتے ہیں مثلاً ہاتھ منہ یا ان اعضاء سے جو وضوء میں نہیں

دھوئے جاتے جیسے بازو سینہ وغیرہ یا ایسے کپڑے سے چھوئے جو اس کے جسم پر ہو جیسے آستین، دامن، عمامہ، رومال چادر وغیرہ۔

مسئلہ :۔ اگر کاغذ یا کسی اور چیز پر جیسے کپڑا، جھلی وغیرہ پر قرآن مجید کی آیت لکھی ہو تو اس پورے کاغذ کا چھونا مکروہ تحریمی ہے، خواہ اس مقام کو چھوئے جس میں وہ آیت لکھی ہوئی ہے یا اس کو مقام کو جو سادہ بغیر لکھا ہوا ہے۔

مسئلہ :۔ کاغذ وغیرہ کے سوا کسی اور چیز پر قرآن مجید یا اس کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جس میں لکھا ہوا ہے، سادہ مقام کا چھونا مکروہ نہیں ہے جیسے کسی پتھر یا دیوار یا روپیہ پر کوئی آیت قرآن شریف کی لکھی ہوئی ہو تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہے۔

مسئلہ :۔ قرآن شریف کے علاوہ اور آسمانی کتابوں میں مثلاً توریت، انجیل، زبور وغیرہ کے صرف اس مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو، سادے مقام کو چھونا مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ قرآن شریف اگر جز دان میں ہو یا ایسے کپڑے میں لپٹا ہوا ہو جو اس کے ساتھ چسپاں نہ ہو تو اس کا چھونا مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی ایسے کپڑے سے قرآن شریف چھوئے جو جسم پر نہ ہو یا کپڑے کے سوا کسی اور چیز سے مثلاً لکڑی وغیرہ سے چھوئے تو مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ حدث اصغر (وضوء ٹوٹنے) کی حالت میں قرآن مجید کسی کاغذ پر لکھنا مکروہ نہیں ہے، بشرطیکہ اس کاغذ کو نہ چھوئے نہ لکھے ہوئے کو نہ سادہ کو، اس لئے کہ کاغذ وغیرہ پر ایک آیت بھی لکھی ہو تو اس پورے کاغذ کو چھونا مکروہ ہے۔

مسئلہ :۔ کاغذ وغیرہ کے علاوہ کسی اور چیز پر مثلاً پتھر وغیرہ پر قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں ہے، بشرطیکہ لکھے ہوئے کو نہ چھوئے خواہ سادے مقام کو چھوئے۔

مسئلہ:۔ ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں ہے، خواہ کسی چیز پر لکھے۔

مسئلہ :۔ حدث اصغر (وضوء نہ ہونے) کی حالت میں قرآن مجید کا پڑھنا، پڑھانا خواہ دیکھ کر پڑھے پڑھائے یا زبانی، تو درست ہے۔ (جبکہ قرآن کریم کو ہاتھ نہ لگے۔)

مسئلہ:۔نابالغ بچوں کو وضوء نہ ہونے کی حالت میں بھی قرآن مجید کا دینا اور چھونا مکروہ نہیں ہے۔(علم الفقہ ص۸۰ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر قرآن کریم کا ترجمہ کسی اور زبان میں ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کا بھی وہی حکم ہے جو قرآن کریم کا ہے۔(بحر الرائق، درمختار)

مسئلہ:۔قرآن مجید کی جو آیتیں منسوخ التلاوت ہیں ان کا حکم وہ ہے جو قرآن کریم کے سوا دوسری آسمانی کتابوں کا ہے وہ اگر کسی چیز پر لکھی ہوں تو اس کے صرف اسی مقام کا چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو، سارے مقام کا چھونا مکروہ نہیں ہے۔(علم الفقہ ص۸۱ جلد اول)

مسئلہ:۔بغیر وضوء کے نماز، سجدہ تلاوت، نماز جنازہ، خانہ کعبہ کا طواف اور قرآن کریم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔حیض ونفاس والی عورت اور جنبی (ناپاک) اور بے وضوء شخص کے لئے قرآن کریم کی طرح تورات اور تمام کتب آسمانی کو ہاتھ لگانا بھی مکروہ ہے۔

(شامی ص۱۶۰ جلد اول، کبیری ص۶۰)

مسئلہ:۔اگر خانہ کعبہ کا طواف کسی نے بغیر وضوء کے کرلیا تو وہ طواف صحیح ہوگا لیکن یہ فعل یعنی بغیر وضوء کے طواف کرنا حرام ہے کیونکہ طواف کے لئے حدث سے پاک ہونا واجب ہے۔(کتاب الفقہ ص۵۷ جلد اول)

وضوء کے متفرق مسائل

مسئلہ:۔اگر لاعلمی (مسئلہ نہ معلوم ہونے) کی بناء پر حیض کی حالت میں طواف زیارت کرے گی تو حج ادا ہو جائے گا لیکن توبہ استغفار لازم ہوگا اور اونٹ یا گائے ذبح کرنی پڑے گی (یعنی دم لازم آئے گا) فتاوی رحیمیہ ص۵۲ جلد۲

مسئلہ:۔اگر وضوء کے ابتداء میں بسم اللہ کہنا بھول گیا تو درمیان میں کہنے سے سنت ادا نہ ہوگی، کیونکہ وضوء عمل واحد ہے۔ برخلاف کھانا کھانے کے، اس کا ہر لقمہ اور ہر گھونٹ الگ الگ عمل ہے۔اس لئے درمیان میں بھی کہنے سے سنت ادا ہو جائے گی۔

(نماز مسنون ص۵۷ کبیری ص۲۲، امداد الفتاویٰ ص۴۱ جلد اول)

مسئلہ:۔زبان سے وضوء کی نیت کرنا مستحب ہے۔(احسن الفتاویٰ ص ۹ جلد۲)

مسئلہ:۔بعض حضرات وضوء سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں،اس کا حکم نہیں ہے یہ خلاف سنت ہے۔(نماز مسنون ص ۷۵)

مسئلہ:۔صرف ایک ہاتھ سے بلا عذر وضوء کرنے کی کراہت کی نہ کوئی روایت نظر سے گذری نہ روایت اس کی موجب معلوم ہوتی ہے بلکہ بعضے اعضاء تو دونوں ہاتھوں سے دھل نہیں سکتے جیسے کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور بعض اعضاء میں دو ہاتھ سے دھونے میں دشواری ہوتی ہے جبکہ ایک ہاتھ میں لوٹا (وضوء کا برتن ہو) جیسے پیر۔(امداد الفتاویٰ ص ۳۳ جلد اول)

مسئلہ:۔بغیر کسی عذر کے کسی دوسرے سے وضوء کرنے میں مدد نہ لینا چاہیئے۔

(شرح نقایہ ص ۹ جلد اول،کبیری ص ۳۱)

مسئلہ:۔بیوی کا بوسہ لینے سے وضوء نہیں ٹوٹتا جبکہ مذی نہ نکلے۔

(آپ کے مسائل ص ۳۹ جلد۲)

مسئلہ:۔جوتوں کے اندر نجاست نہیں ہوتی،اس لئے وضوء کے بعد جوتے پہننے سے دوبارہ وضوء لازم نہیں ہوتا۔(آپ کے مسائل ص ۴۱ جلد۲)

مسئلہ:۔آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔(آپ کے مسائل ص ۴۱ جلد۲)

مسئلہ:۔اونٹ کا گوشت یا کوئی پکی ہوئی چیز کھانے سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(علم الفقہ ص ۴۷ جلد اول)

مسئلہ:۔گناہوں کے کاموں سے وضوء نہیں ٹوٹتا لیکن مکروہ ضرور ہو جاتا ہے اس لئے دوبارہ وضوء کر لینا مستحب ہے۔(آپ کے مسائل ص ۴۱ جلد۲)

مسئلہ:۔وضوء کے دوران سلام وجواب میں کوئی حرج نہیں ہے۔کھانا کھانے کے دوران سلام نہیں کرنا چاہیئے اور کھانا کھانے والے کے ذمہ سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۴۴ جلد۲)

مسئلہ:۔وضوء کرنے والے کو سلام کرنا درست ہے جبکہ وہ دعاء نہ پڑھ رہا ہو ورنہ مکروہ ہے

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۰ جلد۵)

مسئلہ:۔ وضوء کرنے کی حالت میں اذان کا جواب دیتا رہے اور وضوء بھی کرتا رہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۶۴ جلد ۲ بحوالہ شامی ص ۲۶۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ عورت کے پستان سے دودھ نکلنے سے وضوء نہیں جاتا خواہ وہ دودھ خود ٹپکے یا نچوڑا جائے یا بچہ چوسے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ عورت کے دودھ پلانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر نماز کی حالت میں بچہ دودھ پی لے اور دودھ نکل بھی آئے تو نماز جاتی رہے گی اور اگر دودھ نہ نکلے تو نماز ہو جائے گی۔
(امدادالفتاویٰ ص ۴۱ جلد اول و فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ دودھ پینے والے بچہ کا پیشاب ناپاک ہے، بغیر پاک کئے ہوئے نماز اس کپڑے میں درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر بالوں میں تیل لگا ہوا اور پانی ڈھلک جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔
(امدادالمسائل ص ۴۳)

مسئلہ:۔ اگر کسی کے ہاتھ پاؤں پھٹ گئے ہوں اور اس میں موم یا روغن وغیرہ یا اور کوئی دوا بھر لی اور اس کے نکالنے میں تکلیف ہو تو بغیر اس کے نکالے اوپر ہی اوپر پانی بہا دیا تو وضوء درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۴۸ جلد اول، فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۱ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۹۵ جلد اول)

بغیر وضوء قرآن کریم کو ہاتھ لگانا

مسئلہ:۔ پورے قرآن شریف یا اس کے کسی حصے کو بلا وضوء ہاتھ لگانا یا اس کا لکھنا چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

پہلی شرط:۔ ناگزیر صورت حال ہے، مثلاً قرآن شریف کے پانی میں ڈوب جانے یا آگ میں جل جانے کا اندیشہ ہے تو اس کو اس سے بچانے کے لئے (بے وضوء ہی) اٹھا لینا جائز ہے۔

دوسری شرط:۔ یہ ہے کہ قرآن کریم ایسے غلاف میں ہو جو اس سے جڑا ہوا نہ ہو، مثلاً وہ جس تھیلی (کپڑے وغیرہ کی) میں ہو یا چمڑے میں یا کاغذ میں یا رومال میں لپٹا ہو وغیرہ ان حالات میں اس کو ہاتھ لگانا اور اٹھانا جائز ہے، لیکن اس کی بندھی ہوئی جلد اور ہر وہ

چیز جو فروخت کی صورت میں بغیر وضاحت کے اس کے ساتھ شامل متصور ہوتی ہے اس کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، اگر چہ وہ چیز قرآن مجید سے جدا ہو، اسی قول پر فتویٰ ہے۔

تیسری شرط:۔ یہ ہے کہ ہاتھ لگانے والا نابالغ ہو، اور پڑھنے کی غرض سے ہاتھ لگائے، یہ حکم زحمت اور دشواری سے بچنے کی غرض سے ہے۔ بالغ اور حائضہ عورت کو خواہ معلم ہو یا متعلم ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔

چوتھی شرط:۔ ہاتھ لگانے والا مسلمان ہو۔

اگر شرائط مذکورہ نہ پائی جائیں تو ناپاک، بے وضوء، شخص کے لئے قرآن شریف کو ہاتھ لگانا یعنی جسم کے کسی حصہ سے چھونا حلال نہیں ہے۔

کتاب اللہ کو ہاتھ لگائے بغیر قرآن شریف کی تلاوت بغیر وضوء کے (حفظ یا کوئی اوراق کھولتا رہے تو) جائز ہے۔

مسئلہ:۔ جس شخص کو غسل کی حاجت (ناپاک) ہو یا حائضہ عورت کے لئے حرام ہے تلاوت بھی۔

مسئلہ:۔ بغیر وضوء کے تفسیر کو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔ اس کے علاوہ فقہ اور حدیث وغیرہ کی کتابوں کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز ہے۔ یہ ایسے امور ہیں جن کی اجازت دے دی گئی ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۷۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ بغیر وضوء کے کیسٹ میں آواز بھرنا اور اس کا ہاتھ میں لینا سب جائز ہے۔ کیونکہ کیسٹ میں صرف ہوا محبوس ہوتی ہے، کلمات جیسی کوئی چیز محبوس ہو کر مقید نہیں ہوتی، بخلاف کتابت کے کہ اس میں کلمات جیسی چیز محبوس ہو کر مقید ہوتی ہے اس لئے کتابت بے وضوء کرنا اور اس کو بے وضوء چھونا کچھ بھی جائز نہیں ہوگا۔

(نظام الفتاویٰ ص ۲۵ جلد اول بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۰ جلد اول کتاب الطہارت)

مسئلہ:۔ قرآن کریم کے ٹیپ یا پلیٹ (کیسٹ وغیرہ) کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۹ جلد ۲ و امداد الفتاویٰ ص ۱۴۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ بلا وضوء قرآن کریم کے اس صفحہ کو ہاتھ لگانا جہاں قرآن کریم کی آیت نہ لکھی ہو

جیسا کہ قرآن کریم میں اوپر کے صفحہ پر آیت قرآنی کے حروف نہیں ہوتے، اس کو بھی بے وضوء چھونا جائز نہیں، بلکہ جلد پر بھی ہاتھ لگانا منع ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص۱۹ جلد۲، بحوالہ ردالمحتار ص۱۶۰ جلداول)

(کیونکہ وہ جلدیں سب ایک کے ہی حکم میں ہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ:۔ اخبار وغیرہ میں لکھی ہوئی آیات قرآن کو جہاں آیت قرآن لکھی ہو صرف اس جگہ بے وضوء ہاتھ لگانا منع ہے، دوسرے مواضع کو ہاتھ لگانا جائز ہے، البتہ چھوٹی سے چھوٹی آیت یعنی چھ حروف سے بھی کم ہو، تو ایک قول کے مطابق اس پر بھی ہاتھ لگانے کی گنجائش ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص۱۹ جلد۲، بحوالہ ردالمحتار ص۱۶۰ جلداول)

مسئلہ:۔ تفسیر میں غیر قرآن زیادہ ہو تو اس کو بلا وضوء ہاتھ لگانا جائز ہے مگر جہاں قرآن لکھا ہو وہاں پر ہاتھ نہ لگائے۔ حدیث کی کتابوں کو بلا وضوء چھونا جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص۲۷ جلد۲، امداد الفتاویٰ ص۱۴۵ جلداول و فتاویٰ محمودیہ ص۲۶ جلد۱۲)

تاجران کتب کے لئے بلا وضوء قرآن مجید چھونا

مسئلہ:۔ تاجران کتب کے لئے بغیر وضوء کے قرآن کریم کا بلا واسطہ چھونا کسی طرح جائز نہیں ہے، رومال سے چھوئے اور چاقو یا قلم سے اوراق کھول کر دکھائے ہاتھ نہ لگائے۔ اور جن کتابوں میں ایک دو آیت قرآنی لکھی ہوئی ہوں اس کو بلا وضوء پڑھنا جائز ہے، مگر موضع آیت کو ہاتھ سے چھونا جائز نہیں ہے۔ (امداد الاحکام ص۲۴۱ جلداول)

دستانے پہن کر بلا وضوء قرآن پاک چھونا

سوال:۔ قرآن شریف حفظ کرنے کی غرض سے قرآن کریم کو بار بار چھونا پڑتا ہے تو دستانے پہن کر جو خاص قرآن کریم چھونے کے لئے مخصوص ہوں بلا وضوء ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ چونکہ دستانہ بھی ملبوس (پہنے ہوئے) ہے، اس لئے قرآن شریف چھونا جائز نہیں ہے۔ بلکہ رومال وغیرہ سے چھونا جائز ہے، جو بدن سے الگ ہو (منفصل ہو)۔

(امداد الاحکام ص۲۵۰ جلداول)

مسئلہ :۔ بغیر وضوء، حفظ بغیر قرآن شریف کو ہاتھ لگائے ہوئے مردوں کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے جبکہ جنابت نہ ہو یعنی غسل کی حاجت نہ ہو۔ (امداد الاحکام ص ۳۱۷ جلد اول)

مسئلہ :۔ قرآن وحدیث اور اسم الہٰی اگر دوسری زبانوں میں تحریر ہوں تو وہ بھی واجب التعظیم ہیں۔ (امداد الاحکام ص ۲۴۳ جلد اول)

مسئلہ :۔ جو بالغ ہوں ان کو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر باوضوء پڑھنا چاہیئے اور جو نابالغ ہوں ان کو بلا وضوء ہاتھ میں لے کر پڑھنا درست ہے، بالغوں کو اگر پانی کا انتظام دشوار ہو تو بلا وضوء قرآن شریف کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے بلکہ کپڑے یا قلم وغیرہ سے ورق الٹنا چاہیئے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۷ ج ۶ وص ۲۴ ج ۱)

مسئلہ :۔ نابالغ بچہ کا قرآن پاک چھونا یا اس تختی وغیرہ کو چھونا جس پر قرآن کریم لکھا ہوا ہے، مکروہ نہیں ہے اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ باوضوء کوئی بالغ آدمی قرآن پاک کو اٹھا کر بے وضوء نابالغ بچے کو دے، یا بے وضوء لڑکے سے باوضوء بالغ آدمی قرآن پاک طلب کرے۔ اسی طرح قرآن پاک کا ضرورت کے وقت لینا دینا جائز ہے اور وہ ضرورت بچوں کا قرآن پاک ازبر یاد کرانا ہے، کیونکہ بچپن میں رٹ لینا ایسا ہے جیسا پتھر پر نقش کرنا۔ (اور نابالغوں سے ہر وقت وضوء کرانا مشقت میں ڈالنا ہے۔ اور بلوغ کے انتظار میں یاد نہ کرانا حفظ قرآن کے مسئلہ کو نقصان پہنچانا ہے۔) اس لئے بچوں کے لئے قرآن پاک چھونے میں وضوء شرط نہیں ہے، وہ بلا وضوء بھی چھو سکتے ہیں۔

(کشف الاسرار ص ۵۰ جلد اول)

مسئلہ :۔ بغیر وضوء کے قرآن کریم کو چھونا درست نہیں ہے، ہاں اگر ایسے کپڑے سے چھوئے جو کپڑا بدن سے الگ ہو تو درست ہے مثلاً دوپٹہ وغیرہ نیز قرآن کریم کا حفظ پڑھنا بغیر وضوء کے درست ہے اور اگر قرآن شریف کھلا ہوا رکھا ہو اور اس کو بغیر ہاتھ لگائے صرف دیکھ کر پڑھا تو درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۳ جلد اول بحوالہ شامی ص ۱۵۵ جلد اول)

☆☆

معذور کی تعریف اور حکم

یہ تو معلوم ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نہایت واضح طور پر یہ تصریح موجود ہے کہ اس کے حکم میں کوئی دشواری یا تنگی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "**وماجعل علیکم فی الدین من حرج**" یعنی دینی احکام کی بجا آوری میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے۔

چنانچہ ہر وہ چیز جس میں حرج یا دشواری ہو مکلف انسان پر واجب نہیں ہے۔ ان میں ایسے امراض کے مریض داخل ہیں جو مرض کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے ہیں، مثلاً ضعف مثانہ کا مرض جس میں مسلسل ہمہ وقت یا بیشتر اوقات میں برابر پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں۔

اسی طرح مذی وغیرہ کا مسلسل خارج ہوتے رہنا ایسے امراض کو "سلس" کہا جاتا ہے، اس میں وہ مرض بھی داخل ہے جس میں برابر دست چلے آتے رہتے ہیں یا معدہ کا مرض جس کو پیچش (DYSENTERY) کہتے ہیں، اس میں پاخانہ کے ساتھ خون اور پیپ برابر آتی رہتی ہے۔

اس میں اور ایسے ہی دوسرے امراض میں مختلف اقسام کی طہارت (پاکی) وغیرہ کا خاص شرعی طریقہ ہے جو ان امراض کے مناسب حال ہے۔

حنفیہؒ کے نزدیک اس کے متعلق چند امور ہیں۔

اول:۔ سلس (حدث دائمی) کی تعریف۔

دوم:۔ اس کا شرعی حکم۔

سوم:۔ وہ امور جن کی بجا آوری معذور انسان پر واجب ہے۔

تعریف:۔ سلس البول مرض کی ایک خاص کیفیت ہے جس میں مسلسل پیشاب چلا آتا ہے یعنی نکلتا رہتا ہے، یا بار بار ریاح خارج ہوتی رہتی ہیں یا استحاضہ (عورتوں کی بیماری کا خون) یا دائمی پیچش اور اسی طرح کے اور مشہور امراض۔

پس جو شخص ان امراض میں سے کسی کا مریض ہو، اس کو معذور کہا جاتا ہے، لیکن معذور جب متصور ہوگا کہ نماز مفروضہ کا پورا وقت اسی وضوء ٹوٹنے والی کیفیت میں گذر

جائے۔ اگر حدث کی یہ کیفیت اتنے عرصہ جاری نہ رہے تو مریض معذور متصور نہ ہوگا۔ اسی طرح جب تک ایک نماز مفروضہ کا پورا وقت بغیر حالت حدث کے نہ گزر جائے اس کو عذر سے خالی نہیں تصور کیا جائے گا۔ البتہ عذر کی کیفیت لاحق ہو خواہ نماز کے وقت کسی حصہ میں بھی ہو تو عذر مانا جائے گا، چنانچہ اگر ظہر کا وقت شروع ہوتے ہی اسے پیشاب کا مرض آ گیا تو ظہر کے ختم ہونے تک اسے معذور تصور کیا جائے گا، اور یہ معذوری جاری رہے گی جب تک کہ نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے، یعنی ظہر کا وقت گزرنے کے بعد عصر کا وقت آ گیا اور وہ پورا گزر جائے اور پیشاب کا قطرہ نہ آ جائے۔

اگر ابتدائے وقت ظہر سے اس کا وقت ختم ہونے تک کسی کا عذر جاری رہا اور وہ معذور رہا، پھر وقت عصر کے دوران کسی حصہ میں قطرہ آیا اور پھر بند ہو گیا، خواہ ایک ہی بار آیا تو وہ (ہمہ وقت) معذور ہی متصور ہو گیا۔

حنیفہؒ کے نزدیک معذور کی یہی تعریف ہے۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضوء کرنا چاہیئے اور اس وضوء سے فرائض اور نوافل نمازیں جو بھی ہوں پڑھی جاسکتی ہیں۔ (یعنی ایک وضوء سے ایک ہی وقت کی نماز فرض اور نوافل وغیرہ) نماز مفروضہ کا وقت ختم ہو جائے تو وقت ختم ہوتے ہی وہ وضوء، جو عذر کے باعث حدث لاحق ہونے پر کیا گیا تھا، ٹوٹ جائیگا، یعنی اگر عذر کی حالت لاحق ہونے سے پہلے وہ باوضوء تھا تو وقت ختم ہونے پر وہ وضوء نہ جائے گا، بلکہ اس وقت جائے گا جب عذر کے حدث کے علاوہ کوئی اور حدث لاحق ہو، مثلاً ریح کا خارج ہونا یا کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا وغیرہ۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ معذور شخص کا وضوء ٹوٹنے کے لئے یہ قید ہے کہ نماز مفروضہ کا وقت ختم ہو جائے۔ پس اگر سورج طلوع ہونے کے بعد عید کی نماز کیلئے وضوء کیا اور ظہر کا وقت آ گیا تو وضوء نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ظہر کی نماز کا وقت آ جانے اور عید کا وقت نکل جانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ یہ وضوء (عید کی نماز کا) جس وقت کیا گیا وہ فرض نماز کا وقت نہیں تھا، بلکہ ایسا وقت تھا جس میں کوئی نماز فرض نہ تھی۔ لہذا اس عید کے وضوء سے جو نماز جی چاہے پڑھی جاسکتی ہے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ختم ہو جائے۔ ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی وضوء

ٹوٹ جائے گا، کیونکہ وہ نماز مفروضہ کا وقت ہے۔لیکن اگر سورج نکلنے سے پہلے وضوء کیا تو سورج نکلتے ہی وضوء ٹوٹ جائے گا کیونکہ فرض نماز (نماز فجر) کا وقت (سورج نکلنے پر) ختم ہوجاتا ہے اسی طرح اگر ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد وضوء کیا۔پھر عصر کا وقت آ گیا تو وضوء جاتا رہا، کیونکہ ظہر کا وقت ختم ہوگیا۔(کتاب الفقہ ص۱۶۵ جلداول تفصیل احسن الفتاویٰ ص ۷۷ جلد۲ وفتاویٰ دارالعلوم ص ۲۹۸ جلداول بحوالہ ردالمحتار ص ۲۸۰ جلداول)

قابل غور بات

اب وہ بات بیان کی جاتی ہے جو معذور انسان کو کرنا چاہیئے ۔وہ یہ ہے کہ معذور شخص کو چاہیئے کہ اپنی معذوری کی حالت کو دور کرنے یا اس کو حتیٰ المقدوم کم کرنے کی کوشش کرے، اس طرح کہ ضرر نہ ہو، یعنی لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو علاج کرائے، کیونکہ اگر یہ ممکن تھا کہ مرض سے نجات پانے کے لئے اطبا(ڈاکٹر وغیرہ) کی تجویز کے مطابق اپنا علاج کراسکے اور ایسا نہ کیا (یعنی گنجائش ہونے پر علاج نہ کیا گیا) تو گنہگار ہوگا۔

فقہاء نے یہ تصریح کردی ہے کہ ایسے مریضوں کو اپنا علاج کرانا واجب ہے اور تا بہ مقدور (جہاں تک ممکن ہوسکے) اس مرض کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

یہاں سے یہ مسئلہ نکلا کہ ایسے مریض جو علاج نہیں کرتے اور مرض بڑھ جاتا ہے، حالانکہ اس کا علاج کرنے کے قابل ہیں، تو گنہگار ہیں۔(کتاب الفقہ ص ۱۶۶ جلداول)

معذور کیسے وضوء کرے؟

واضح ہو کہ گدی وغیرہ بطور علاج ایسے مریضوں پر واجب ہے جیسے استحاضہ کی حالت میں عورتیں حفاظت کے پیش نظر رکھتی ہیں (یعنی عورتوں کو ماہواری کے خون کے علاوہ رگ پھٹنے سے مسلسل خون آتا رہتا ہے۔) جس کے باعث بہاؤ بند ہوجاتا ہے یا کم ہوجاتا ہے۔اسی طرح نماز میں کھڑے ہونے سے پیشاب آجاتا ہو، یا خون بہنے لگتا ہو، یا ایسی ہی کوئی بات ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لینی چاہیئے ۔اور اگر رکوع یا سجدے میں ایسی کیفیت ہوتی ہو تو رکوع اور سجدہ نہ کیا جائے بلکہ اشارہ سے (نماز) پڑھی جائے۔

مسئلہ:۔اگر (مرض) عذر لاحق ہونے کے باعث کپڑوں پر نجاست لگ جائے اور خیال یہ ہو کہ دھو بھی لیا جائے تو نماز سے پہلے وہ پھر نجس ہو جائے گا،تو اس کا دھونا واجب نہیں ہے۔لیکن اگر یہ خیال ہو کہ نماز ادا کرنے سے پہلے نجس نہ ہوگا تو دھو لینا واجب ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۱۶۷ جلد اول وفتاوی دار العلوم ص ۲۹۶ جلد اول بحوالہ رد المحتار ص ۲۸۱ جلد اول)

مسئلہ:۔معذور کو چاہیئے کہ اس طریقے سے جیسا کہ اوپر بیان ہوا،وضوء کرنے کے بعد سوائے ایک فرض نماز کے دوسری نماز نہ پڑھی جائے،بلکہ لازم ہے کہ ہر فرض کے لئے وضوء کے متعلق ان تمام پیش بندیوں پر عمل کیا جائے۔پھر اسی وضوء سے نماز فرض کیساتھ نوافل بھی جو جی چاہے پڑھی جاسکتی ہیں۔خواہ نفل نماز فرض سے پہلے یا بعد میں پڑھی جائے۔یہ بات نیت کے بیان میں بتائی جاچکی ہے کہ معذور اشخاص کے لئے واجب ہے کہ وضوء کے وقت اباحت الصلوٰۃ کی نیت کی جائے۔بایں طور کہ اپنے دل میں یہ کہے (ارادہ کرلے) کہ اس وضوء سے میری نیت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے میرے لئے نماز ادا کرنا مباح ہو۔

اس طرح سے نیت کرنے کا حکم اس لئے ہے کہ یہ وضوء حقیقی معنوں میں وضوء نہیں ہے،کیونکہ وہ وضوء پیشاب وغیرہ مسلسل آنے کے باعث باطل ہو جاتا ہے۔

یہ تو دین اسلام میں یہ سہولت رکھی گئی ہے کہ اس وضوء سے نماز پڑھی جائے تو ثواب سے محرومی نہ ہوگی،کیونکہ شریعت کے تمام احکام میں لوگوں کی بہتری اور دنیا وآخرت دونوں جہان کی بھلائی مد نظر ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۱۷۰ جلد اول وآپ کے مسائل ص ۳۳۲ جلد ۲ وص ۳۲۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔زخم سے مواد رستا رہتا ہے تو وہ شخص معذور ہے،اس کو ایک وضوء سے دوسرے وقت کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔وقت نکلنے سے اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔دوسرے وقت کے لئے پھر تازہ وضوء کرنا چاہیئے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۲۹۵ جلد اول بحوالہ رد المحتار احکام المعذور ص ۲۸۱ جلد اول)

مذی کے مریض کے لئے وضوء کا حکم

مسئلہ:۔مسلسل مذی کے مرض کی صورت میں کسی کو معذور تصور نہیں کیا جائے گا،سوا اس کے

جبکہ پیہم مذی کا اخراج کسی مرض کے باعث نہ ہو اور مذی کے نکلنے میں حسب معمول لذت محسوس نہ ہو۔ اگر مرض کے باعث ہو تو ایسا نہیں ہے لیکن شادی شادہ نہ ہونے کے باعث مذی کے اخراج ہونے (نکلنے) میں لذت محسوس ہوتی ہے، بایں طور کہ محض دیکھنے یا خیال کرنے سے ہمیشہ مذی آجاتی ہے تو بہر حال اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا، خواہ یہ کیفیت ہمہ وقت ہو۔ (یعنی صرف مرض کی وجہ سے مسلسل نکلتی ہے) جیسا کہ پیشاب کے مسائل میں گذر چکا ہے تو معذور ہے۔ اگر مذی خارج ہونے میں لذت معلوم ہوتی ہو چاہے ہمیشہ نکلنے میں یہی ہو تو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ (کتاب الفقہ ص ۱۶۸ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۲۸۹ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۲۸۰ جلد اول، احکام المعذ ور)

مسئلہ:۔ مذی اور ودی کے نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ (ہدایہ ص ۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ مرد کے عورت کو ہاتھ لگانے سے یا یوں ہی خیال کرنے اگر آگے کی راہ سے عورت یا مرد کے پانی (مذی) آجائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اس پانی کو جو جوش کے وقت نکلتا ہے مذی کہتے ہیں۔

مسئلہ:۔ بیماری کی وجہ سے رینٹ کی طرح لیسدار پانی آگے کی طرف سے عورتوں کو آتا ہے وہ پانی نجس ہے اور اس کے نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(بہشتی زیور ص ۷ جلد اول بحوالہ ہدایہ ص ۳۹ جلد اول وشرح التنویر ص ۱۳۹)

مسئلہ:۔ اگر قطرہ پیشاب وغیرہ کا آنا حد عذر شرعی کو نہیں پہنچا تو جبکہ قطرہ کا باہر آنا یقینی ہو تو وضوء کرنا ضروری ہے۔ اور اگر حد شرعی کو پہنچ گیا ہے بایں طور کہ تمام وقت نماز میں اتنا وقت بھی اس کو نہیں ملتا کہ وضوء پورا کر کے نماز پڑھے اور قطرہ سے محفوظ رہا ہو تو وہ شخص معذور شرعی ہوگیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ تمام وقت میں ایک بار وضوء کر کے تمام وقت کی (یعنی اس ایک ہی وقت کی مع سنت ونوافل) جو نماز چاہے پڑھے، اعادہ وضوء کی ضرورت اس وقت میں نہیں ہے۔ جب وقت نکل جائے گا وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۸۵ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۱۴۴ جلد اول وص ۲۸۱ جلد اول باب نواقض وضوء وامداد الفتاویٰ ص ۳۴ جلد اول)

جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا مصنوعی ہوں وہ وضوء کیسے کرے؟

مسئلہ:۔اگر کسی شخص کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو وہ اعضاء وضوء پر پانی بہالے۔اگر اس پر قدرت نہ ہوتو تیمم کرلے۔اگر ہاتھوں پر زخم ہوں یا بازو پورے کٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر کسی طرح پانی بہانے کی قدرت بھی نہ ہوتو چہرے کو زمین یا دیوار وغیرہ سے تیمم کی نیت سے مل لے۔اگر چہرے پر زخم وغیرہ کی وجہ سے اس پر بھی قادر نہ ہوتو بغیر طہارت کے ہی نماز پڑھتا رہے۔(احسن الفتاویٰ ص ۲۷ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۲۳۳ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر ٹخنے کے اوپر سے پاؤں کٹا ہوا ہے تو مصنوعی پاؤں کو کھولنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس پاؤں کا دھونا ساقط ہو چکا ہے۔(مصنوعی پاؤں وغیرہ کا دھونا ضروری نہیں ہے)۔(آپ کے مسائل ص ۳۲۹ جلد ۳)

قعدہ اور سجدہ سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے

سوال:۔ایک شخص کو بواسیر کی شکایت ہے، وہ جب نماز پڑھتا ہے تو رکوع اور سجدہ کی حالت میں اور بیٹھنے کی صورت میں بھی ہمیشہ فضلہ خارج ہوتا رہتا ہے، ہاں جب تک وہ کھڑا رہتا ہے اس وقت یہ صورت پیش نہیں آتی، تو ایسی حالت میں نماز کس طرح اداء کرے، صرف کھڑے کھڑے نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب:۔اگر بیٹھنے کی کوئی ایسی ہیئت ہو سکتی ہو کہ اس میں فضلہ خارج نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے اور رکوع وسجدہ کے لئے اشارے سے کرے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو حالت قیام میں (کھڑے ہی کھڑے) نماز پڑھے اور رکوع وسجدہ کے لئے اشارہ کرے۔اگر پاخانہ کے مقام میں کوئی کپڑا او غیرہ لگانے سے فضلہ خارج نہ ہو اور کپڑے کی بیرونی جانب تک نجاست نہ پہنچے تو اس طرح نماز ادا کرے۔(احسن الفتاویٰ ص ۸۰ جلد ۲ وفتاویٰ دارالعلوم ص ۲۹۰ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۲۸۳ جلد اول فصل احکام المعذور)

مسئلہ :۔ جس شخص کا بیٹھنے اور سجدہ کرنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہو اور رکوع وسجود سے بھی عاجز ہے تو ایسا مریض کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے۔ استلقاء جائز نہیں۔ (ایسے مریض کو چت لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔) حالت قیام میں رکوع وسجود کے لئے اشارہ صحیح ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۸۰ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۷۰۹ جلد اول وبحوالہ بحر ص ۲۷۳ جلد اول)

پیشاب کے مریض کے لئے وضوء کا حکم

مسئلہ :۔ پیشاب کے سوراخ میں رکھی ہوئی روئی کا اندرونی حصہ تر ہو گیا جب تک روئی کا ظاہری حصہ تر نہ ہو گا وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

(احسن الفتاویٰ ص ۳۷ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۳۸ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۹ جلد اول)

مسئلہ :۔ جس شخص کو قطرہ آتا ہے، اگر سوراخ کے اندر قطرہ نظر آتا ہو تو وضوء باقی رہے گا، جب تک باہر کی طرف یعنی منہ پر ظاہر نہ ہو گا وضوء نہ ٹوٹے گا۔ (یعنی قطرہ باہر نہ نکلے اندر نظر آئے تو وضوء نہیں ٹوٹے گا۔)

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۵ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۳۵ جلد اول کتاب الطہارت)

مسئلہ :۔ جس کو پیشاب کا مرض ہو اگر وہ شخص اپنے پیشاب کے سوراخ میں روئی بھر دے اور روئی کا ظاہری اور باہری حصہ پیشاب سے تر ہو جائے تو اس کا وضوء ٹوٹ جائے گا لیکن یہ اس وقت ناقض وضوء ہو گا جب روئی پیشاب کے سوراخ سے اوپر اٹھی اور ابھرئی ہوئی ہو یا اس کے برابر، اور اگر وہ سوراخ کے سرے سے اونچی ہے یعنی اندر کی طرف ہے تو اس صورت میں روئی کے تر ہونے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ اس وجہ سے کہ اس صورت میں نکلنا پایا نہیں گیا، یہی حکم اس روئی کا ہے جو کوئی پیچھے پاخانے کی جگہ (مقعد) میں ڈال لے یا اندر (عورت) شرم گاہ میں ڈال لے، یعنی اگر وہ روئی اس مقام سے ابھری ہوئی باہر ہے یا کم از کم برابر کی سطح میں ہے اور تری اوپر آگئی ہے تو ناقض وضوء ہے۔ (وضوء ٹوٹ جائے گا) ورنہ نہیں لیکن اگر روئی کا اوپری حصہ تر نہ ہو بلکہ صرف اندر کا حصہ تر ہو جائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے۔

مسئلہ :۔اور اگر وہ روئی سوراخ سے نکل کر گر گئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ تر ہے تب تو وضوء ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اور یہی حکم اس شخص کے وضوء کا ہے جس نے اپنی انگلی اپنے پیچھے کے مقام میں ڈالی لیکن پوری انگلی اندر نہیں گئی، یعنی اگر انگلی تر نکلی تو وضوء ٹوٹ جائے گا، اور خشک نکلی ہے تو نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ :۔اور اگر کوئی پوری انگلی اس طرح ڈال لے کہ وہ غائب کر دے (چھپ جائے تو اس کا وضوء بھی ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ روزہ دار تھا اور اس نے استنجاء کے وقت ایسا کیا کہ پوری انگلی اندر پچھلے حصہ میں ڈال لی تو اس کا روزہ باطل ہو جائیگا (کشف الاسرار ص ۱۴ جلد اول)

استنجے کے وقت انگلی اندر کرنے سے روزہ باطل اس لئے ہو جائے گا کہ انگلی کے ساتھ باہر سے اندر پانی چلا گیا، کیونکہ استنجے کے وقت انگلی پانی سے تر تھی۔ تفصیلی احکام روزہ سے متعلق دیکھئے، احقر کی مرتب کردہ کتاب ''مکمل ومدلل مسائل روزہ'' (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

معذور کے کپڑوں کا حکم

مسئلہ :۔جس مریض کے زخم سے خون رستا ہے، وہ کپڑا بدلتا ہے تو وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے تو اس کے کپڑے کی طہارت (پاکی) کا یہ حکم ہے کہ اگر یقین ہو کہ کپڑا دھونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے سے پہلے دوبارہ ناپاک نہیں ہوگا تو بالاجماع دھونا ضروری ہے اور اگر دوبارہ ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو تو دھونا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ :۔اگر کپڑا دھونے یا بدلنے کے بعد نماز ختم کرنے سے پہلے پھر تر ہو جائے (بھیگ جائے) تو اس کا دھونا یا بدلنا واجب نہیں ہے، ورنہ واجب ہے۔

مسئلہ :۔مریض کے ناپاک کپڑے بدلنا مشکل ہو تو ایسے مریض کو اسی حالت میں نماز پڑھ لینا چاہیئے۔(احسن الفتاویٰ ص ۷۵ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۶۳ جلد اول وص ۲۸۲ جلد اول وبہشتی زیور ص ۵۵ جلد اول، شرح التنویر ص ۱۶۱ جلد اول)

مسئلہ :۔اگر نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد کوئی زخم ہو گیا جس سے خون بند نہیں ہو رہا ہے تو نماز کے آخر وقت تک انتظار کرے، اگر خون بند نہ ہو تو وضوء کر کے نماز پڑھ لے، پھر اگر دوسری نماز کے وقت میں بھی پورے وقت میں خون جاری رہا تو پہلی نماز کا اعادہ (لوٹانا) ضروری

نہیں ہے اور اگر دوسری نماز کا وقت ختم ہونے سے قبل خون رک گیا تو پہلی نماز کا اعادہ واجب ہے۔(البتہ وقت ثانی ختم ہونے سے قبل زوال عذر کا) عذر کے ختم ہونے کا) ظن غالب ہو تو آخر وقت میں نماز پڑھنا فرض نہیں۔لہذا بہتر ہے کہ پڑھ لے اور بعد میں قضا کرے۔

(احسن الفتاویٰ ص۲۸۲ جلد اول)

مسئلہ :۔ اگر زخم کے منہ سے پیپ باہر آجاتی ہو، اگر چہ پھایہ کے اندر رہتی ہو، وضوء ٹوٹ جاتا ہے لیکن جس کا زخم ہر وقت بہتا ہو بوجہ معذور ہونے کے، اس کا وضوء نہ ٹوٹے گا۔

(احسن الفتاویٰ ص۳۴ جلد اول)

کیا معذور اشراق کی وضوء سے ظہر پڑھ سکتا ہے؟

سوال:۔ کوئی معذور آدمی ہے، اس نے وضوء کر کے فجر کی نماز پڑھ لی، پھر طلوع آفتاب کے بعد (نیا) وضوء کر کے اشراق پڑھی اور کچھ دیر کے بعد اسی وضوء سے چاشت کی نماز پڑھی، کیا ہوگئی؟

جواب:۔ چاشت ہوگئی، بلکہ اسی وضوء سے ظہر کی نماز بھی پڑھ سکتا ہے، کیونکہ معذور کا وضوء وقت کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔اس لئے ظہر کا وقت ختم ہونے تک فرائض ونوافل جو چاہے پڑھے۔(احسن الفتاویٰ ص۷۸ جلد۲ بحوالہ رد المختار ص۲۸۲ جلد اول)

کیا معذور وقت سے پہلے وضوء کر سکتا ہے؟

سوال:۔ معذور شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضوء کرتا ہے، مغرب کے وقت وضوء کرنے میں ایک دو رکعت جماعت سے فوت ہو جاتی ہے تو ایسے وقت میں وقت سے پہلے وضوء کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ جبکہ وہ شخص معذور ہے تو قبل از وقت (وقت سے پہلے) وضوء کرنا درست نہیں ہے۔بس وقت کے بعد ہی وضوء کرے اگر چہ جماعت فوت ہو جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۲۸۹ جلد اول بحوالہ رد المختار ص۲۸۰ جلد اول)

مسئلہ :۔ اگر کسی شخص کو کوئی ایسا مرض ہو جس میں وضوء کی توڑنے والی چیزیں برابر جاری

رہتی ہوں یعنی اس کو کسی نماز کے وقت اتنی مہلت نہ ملتی ہو کہ وہ اس مرض سے خالی ہوکر نماز پڑھ سکے تو ایسے شخص کو ہر نماز کے وقت نیا وضوء کرنا چاہیئے اس لئے کہ اس کا وضوء نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے جو مرض اس کو ہے اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور نماز کا وقت آنے سے نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ :۔ اگر کسی ایسے شخص نے جس کا وضوء مرض کی وجہ سے باقی نہیں رہتا تھا آفتاب نکلنے کے بعد وضوء کیا اور سوا اس مرض کے اور کوئی وضوء توڑنے والی چیز نہیں پائی گئی تو ظہر کا وقت آنے سے اس کا وضوء نہیں جائے گا ہاں ظہر کا وقت جانے سے اس کا وضوء ٹوٹ جائے گا اور عصر کے واسطے اس کو دوسرا وضوء کرنا ہوگا۔ اور پھر جب تک اس کا وہ مرض بالکل دفع نہ ہو جائے یعنی ایک نماز کا پورا وقت اس کو ایسا نہ ملے کہ جس میں وہ مرض ایک دفعہ بھی نہ پایا جائے تو وہ شخص معذور سمجھا جائے گا۔

مثال:۔ کسی کی آنکھ سے کیچ (میل) آتی ہو اور ہر وقت آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہو یا کسی کو سلس البول یعنی ہر وقت اس کا پیشاب جاری رہتا ہو۔ یا کسی کو ریاحی مرض ہو یعنی اس کے مشترک حصہ سے ہر وقت ہوا نکلتی ہو، یا پاخانہ جاری ہو، یا کسی کے زخم سے ہر وقت خون یا پیپ یا پانی جاری ہو، یا کسی کی نکسیر کا مرض ہو، یعنی اس کی ناک سے ہر وقت خون آتا ہو۔ یا کسی کے خاص حصہ سے منی یا مذی ہر وقت بہتی ہو، یا کسی عورت کو استحاضہ ہو۔ (یعنی عورت کو حیض ونفاس کا خون نہیں آتا، بلکہ ویسے ہی کسی بیماری کی وجہ سے خون آتا رہتا ہو۔)

(علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ :۔ جس کو ایسا مرض ہو جس میں وضوء کو توڑنے والی چیزیں برابر جاری رہتی ہوں اس کو مستحب ہے کہ نماز کے آخر وقت مستحب کا انتظار کر کے وضوء کرے، شروع وقت میں نہ کرے، اس خیال سے کہ ہوسکتا ہے کہ آخر وقت تک اس کا وہ مرض دفع ہو جائے۔

(علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

مسئلہ :۔ اگر کسی کا پیر مع ٹخنے کے کٹ گیا ہو اور دوسرے پیر میں موزہ پہنے ہو تو اس کو صرف ایک ہی موزہ پر مسح جائز ہے۔ (علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

معذور کے وضوء سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ کسی مرض کی وجہ سے اگر کوئی حکیم حاذق کسی عضو کے دھونے سے منع کرے تو اس کا دھونا فرض نہیں بلکہ مسح کرے اگر مضر نہ ہو ورنہ مسح بھی معاف ہے۔

مسئلہ:۔ وضوء میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے اگر ان میں زخم ہو یا پھٹ گئے ہوں یا درد وغیرہ ہو تو اگر ایسی حالت میں ان پر پانی کا پہنچانا تکلیف نہ دیتا ہو اور نقصان نہ کرتا ہو تو دھونا فرض ہے ورنہ مسح کرے۔ اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو ایسے ہی چھوڑ دے۔ (درمختار)

مسئلہ:۔ ہاتھ میں زخم ہو یا پھٹ گئے ہوں جس کی وجہ سے وہ ہاتھوں کو اور ہاتھوں کے ذریعے سے دوسرے اعضاء کو دھو نہ سکتا ہو، اور نہ کسی دوسری تدبیر سے بقیہ اعضاء کو دھو، یا دھلوا سکتا ہو تو ایسی صورت میں وضوء فرض نہیں بلکہ تیمم کرے اگر کر سکے۔

مسئلہ:۔ ہاتھ، پیر، منہ پر اگر کسی وجہ سے دوا لگائی گئی ہو تو اسی دوا پر پانی بہانا فرض ہے، بشرطیکہ مضر نہ ہو اور پانی بہا چکنے کے بعد اگر دوا خود بخود چھوٹ جائے یا چھڑا ڈالی جائے تو اگر اچھے ہونے کی وجہ سے چھوٹی یا چھڑائی گئی ہے تو مسح باطل (ختم) ہو جائے گا یعنی ان اعضاء کو دھونا پڑے گا۔

مسئلہ:۔ کسی شخص کے ہاتھ مع کہنیوں کے یا پیر مع ٹخنوں کے کٹ گئے ہوں تو ایسی حالت میں ہاتھ پیر کا دھونا فرض نہیں اور اگر کسی طریقہ سے دھویا سکتا ہو، اور سر کا مسح کر سکتا ہو تو کرے ورنہ وہ بھی فرض نہیں بلکہ بارادہ تیمم دیوار وغیرہ پر ملے۔

مسئلہ:۔ کسی شخص کے پیر یا ہاتھ کٹ گئے ہوں لیکن کہنی یا اس سے زیادہ اور ٹخنے یا اس سے زیادہ موجود ہوں تو ایسی حالت میں کہنی اور ٹخنے کا دھونا واجب ہے اور اس کے نیچے کے حصہ کا دھونا فرض ہے۔

مسئلہ:۔ ہاتھ مع کہنیوں کے یا پیر مع ٹخنوں کے کٹ گئے ہوں اور منہ زخمی ہو اور منہ کا دھونا یا مسح کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی حالت میں وضوء فرض نہیں رہتا۔

مسئلہ:۔ جو شخص کسی وجہ سے دونوں کانوں کا مسح ایک دفعہ ساتھ ہی نہ کر سکے مثلاً اس کا ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ بے کار (فالج زدہ ہو) تو اس کو چاہیئے کہ پہلے داہنے کان کا مسح کرے

پھر بائیں کان کا۔ (علم الفقہ ص ۸۲ جلد اول)

وضوء کے اعضاء میں سے کوئی زخمی ہو یا ٹوٹ جائے

مسئلہ :۔ وضوء کے اعضاء میں سے کوئی عضو ٹوٹ جائے یا زخمی ہو جائے یا اور کسی وجہ سے اس پر پٹی باندھی جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت :۔ پٹی کا کھولنا مضر ہو خواہ جسم کا دھونا مضر ہو یا نہ ہو جیسے ٹوٹے ہوئے ہاتھ پیر کی پٹی کھولنا مضر ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اگر پٹی پر مسح کرنا نقصان نہ کرے تو تمام پٹی پر مسح کرے خواہ وہ پٹی زخم کے برابر ہو یا زخم سے زیادہ اور جسم کے صحیح حصہ پر بھی ہو، اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو ایسے ہی چھوڑ دے۔

دوسری صورت :۔ پٹی کا کھولنا مضر نہ ہو لیکن کھولنے کے بعد وہ خود نہ باندھ سکے اور نہ کوئی ایسا شخص موجود ہو باندھ سکے تو ایسی حالت میں مسح کرے بشرطیکہ نقصان نہ کرے ورنہ مسح بھی معاف ہے۔

تیسری صورت :۔ پٹی کا کھولنا مضر نہ ہو اور نہ کھولنے کے بعد باندھنے میں وقت ہو تو ایسی حالت میں اگر زخم کا دھونا نقصان نہ کرتا ہو تو پٹی کھول کر تمام عضو کو دھوئے اور اگر زخم کا دھونا نقصان کرے تو زخمی حصہ کو چھوڑ کر باقی عضو کو دھوئے بشرطیکہ مضر نہ ہو اور زخمی حصہ پر اگر مسح نقصان نہ کرے تو مسح کرے ورنہ پٹی باندھ کر پٹی پر مسح کرے بشرطیکہ مضر نہ ہو اور اگر مضر ہو تو مسح معاف ہے۔ یعنی اگر پٹی پر بھی مسح مضر ہو تو مسح نہ کرے بلکہ مسح معاف ہے۔

مسئلہ :۔ پٹی اگر اس طرح باندھی ہوئی ہو کہ درمیان میں جسم کا وہ حصہ بھی آ گیا ہو جو صحیح ہے تو اس پر بھی مسح کرے بشرطیکہ پٹی کھولنا یا کھول کر اس جسم کا دھونا مضر ہو۔

(علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

مسئلہ :۔ پٹی پر اگر ایک اور پٹی باندھ دی جائے تو اس پر بھی مسح درست ہے۔

(علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

مسئلہ :۔ بلا پٹی وغیرہ مسح کرنے میں زخم کا خوف ہو تو پٹی (پلاستر وغیرہ) پر تر ہاتھ پھیرے، آس پاس کی جگہ خشک رہ جانے سے کچھ حرج نہیں، سب جگہ ہاتھ پھیرے اگرچہ پانی کہیں

لگے اور کہیں نہ لگے جیسا کہ مسح میں ہوتا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اور پٹی اگر زخم کی جگہ سے زیادہ ہو تمام پٹی پر مسح کرے کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اگر غسل کی ضرورت ہو تو تب بھی یہی حکم ہے کہ زخم کی جگہ مسح کر لے۔ (یعنی بھیگا ہوا ہاتھ پھیرے۔) اور باقی بدن کو دھوئے اور پانی بہائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۹۷ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۵۰ جلد اول باب المسح علی الخفین، تفصیل دیکھئے۔ بہشتی زیور ص ۴۹ جلد اول بحوالہ شرح وقایہ ص ۱۰۱ جلد اول، مراقی الفلاح ص ۳۶، کبیری ص ۱۵ اغنیۃ ص ۱۱۵ فتاویٰ ہندیہ ص ۳۴)

مسئلہ:۔ زخم پر پٹی باندھ دی گئی اور خون یا پیپ پٹی کے اوپر سے ظاہر ہو تو اگر اس قدر ہو کہ پٹی نہ باندھی ہوتی تو خون اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جاتا تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔
(علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

وضوء دو قسم کی چیزوں سے ٹوٹتا ہے

وضوء جن چیزوں سے ٹوٹتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو انسان کے جسم سے نکلیں دوسری وہ جو اس کو طاری ہوں جیسے بے ہوشی اور نیند (سو جانا) وغیرہ۔

پہلی قسم کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جو خاص حصہ اور مشترک حصہ سے نکلے جیسے پیشاب، پاخانہ (بول و براز) وغیرہ دوسری وہ جو جسم کے باقی مقامات سے نکلے جیسے خون، قے وغیرہ۔

پہلی قسم کی صورت:۔

۱۔ زندہ آدمی کے خاص حصہ سے کوئی چیز نکلے تو وضوء ٹوٹ جائے گا، خواہ وہ چیز پاک ہو جیسے کنکر، پتھر وغیرہ یا ناپاک ہو جیسے پاخانہ، پیشاب مذی وغیرہ۔

۲۔ مرد یا عورت اگر اپنے خاص حصہ میں کوئی کپڑا روئی وغیرہ رکھیں اور یہ پیشاب سے تر ہو جائے اور کپڑے کے باہر کی جانب میں اس کا اثر معلوم ہو تو وضوء ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ یہ کپڑا وغیرہ خاص حصہ کے اندر چھپ نہ گیا ہو۔ (اگر چھپ جائے گا تو پھر تر ہونے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔) حاصل یہ کہ نجاست کے نکلنے سے وضوء اس وقت جاتا ہے کہ جب وہ نجاست جسم سے جدا ہو جائے یا ظاہر ہو۔

۳۔ زندہ آدمی کے مشترک حصہ سے اگر کوئی چیز نکلے خواہ پاک ہو جیسے کنکر، پتھر وغیرہ یا ناپاک ہو جیسے پاخانہ وغیرہ تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ اگر کسی عورت کا خاص مشترک حصہ سے مل کر ایک ہو گیا ہو تو اس کے جس حصہ سے ہوا نکلے وضوء ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ اس کے دونوں حصوں میں اب فرق باقی نہیں رہا

مسئلہ:۔ اگر کوئی چیز مشترک یا خاص حصہ سے کچھ نکل کر اندر چلی جائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا

مثال (۱) عورت کے خاص حصہ سے بچہ کا کوئی جزء مثل سر وغیرہ کے نکل کر پھر اندر چلا جائے خواہ وہ جزء جو باہر نکلا تھا نصف ہو یا نصف سے کم یا زیادہ بشرطیکہ خون نہ نکلے، یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر خون نکل آئے گا تو حدث اکبر ہو جائے گا۔

۲۔ مرد یا عورت کے مشترک حصہ سے پاخانہ وغیرہ کا کوئی حصہ باہر نکل کر اندر چلا جائے

۳۔ اور اسی طرح آنت وغیرہ کا کوئی حصہ باہر نکل کر اندر چلا جائے۔

۴۔ اگر کسی کے مشترک یا خاص حصہ کے قریب زخم ہو کر یا اور کسی طرح کوئی سوراخ ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہوگا جو اس حصہ کا ہے، بشرطیکہ اس سوراخ سے وہ نجاست (ناپاکی) عادیہ نکلتی ہو جو اس کے قریب کے حصہ سے نکلتی ہے۔

مثال (۱) مشترک حصہ کے قریب ہو اور اس سے پاخانہ نکلتا ہو۔

۲۔ خاص حصہ کے قریب ہو اور اس سے پیشاب وغیرہ نکلتا ہو۔

۳۔ اگر کسی کے مشترک حصہ میں کوئی چیز مثل لکڑی یا انگلی یا کپڑے وغیرہ کے ڈالی جائے خواہ وہ خود ڈالے یا کوئی دوسرا تو جب وہ چیز باہر نکلے گی تو وضوء ٹوٹ جائیگا۔

(جبکہ نجاست یا رطوبت لگی ہو، اگر نہ لگی ہو تو پھر بھی وضوء کرنا افضل ہے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

۴۔ منی اگر بغیر شہوت کے خارج ہو جائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑا اور صدمہ سے منی بغیر شہوت نکل گئی (بغیر شہوت کی شرط اس لئے ہے کہ اگر شہوت سے نکلے گی تو غسل واجب ہوگا۔)

۵۔ جن چیزوں کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے جیسے حیض، نفاس، منی وغیرہ ان کے نکلنے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ (علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول، ہدایہ ص ۷ جلد اول، شرح نقایہ

ص ۹ جلد اول، کبیری ص ۱۲۴، تفصیل کے لئے دیکھئے بیہقی ص ۱۱۶ جلد اول و بخاری شریف ص ۲۹ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۰ جلد اول)

وضوء میں کسی عضو کو نہ دھونے میں شبہ ہو جائے تو

مسئلہ:۔ وضوء کرنے کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو جائے لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک دور کرنے کے لئے بائیں پیر کو دھولے اسی طرح اگر وضوء کے درمیان میں کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں آخر عضو کو دھوئے مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھوڈالے، اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہو جائے تو ہاتھ دھوڈالے اور یہ اس وقت ہے کہ جب کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو، اس کو چاہئے کہ اس طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضوء کو کامل سمجھے۔
(علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

مظاہر حق جدید ص ۴۰۲ جلد اول پر ایک حدیث شریف ہے جس کا مفہوم ہے کہ ''شیطان وضوء کے وقت لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کران کو متحیر اور بے عقل بنا دیتا ہے۔ کبھی یہ خیال ڈالتا ہے کہ پانی سب جگہ نہیں پہنچا، اور کبھی اس وہم میں مبتلا کر دیتا ہے کہ وضوء کے اعضاء کو ایک بار دھویا ہے یا دوبار، اور کبھی یہ پھونکتا ہے کہ پانی نجس تھا۔ اب دوسرے پانی سے وضوء کرنا چاہئے، اور کبھی یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ پیشاب کا قطرہ آگیا ہے، اب پھر استنجاء کرو، اور نئے سرے سے وضوء کرو۔ غرض یہ کہ وہ مختلف طور سے وسوسہ اندازی اور وہم آفرینی کے ذریعے پانی کے خرچ میں اسراف کراتا ہے اور اعضاء کو مسنون حد سے زیادہ دھلوانا چاہتا ہے۔ (حدیث)

لہذا حکم دیا گیا ہے کہ ''پانی کے وسوسے سے بچو'' یعنی وضوء کے وقت پانی کے استعمال میں اس طرح کے وسوسے اگر آئیں تو ان کو نکال باہر کرو، اور وضوء ایسی توجہ سے اور اتنے دھیان سے کرو کہ شیطان وسوسہ اندازی کے جال میں تم کو نہ پھانس سکے اور تم سنت کی حد سے تجاوز نہ کرنے پاؤ۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ) وضوء میں شک کے مفصل مسائل دیکھئے کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۱۴۵ جلد اول)

وضوء کے بعد رومالی پر پانی چھڑکنا

مسئلہ:۔ پاجامہ وغیرہ پر وضوء کرنے کے بعد بغرض وسوسہ کے درست ہے، مگر جس شخص کو (پیشاب کے) قطرہ کا مرض ہے وہ پانی ہرگز نہ ڈالے کہ اندیشہ پاجامہ نجس ہونے کا ہے اور اگر اس درمیان میں قطرہ آ گیا تو پاجامہ یقیناً ناپاک ہو جائے گا۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۸۴ جلد اول)

وضوء کے پانی کو تولیہ وغیرہ سے خشک کرنا

مسئلہ:۔ وضوء اور غسل کرنے کے بعد رومال و تولیہ وغیرہ سے بدن خشک کر لینا بموجب قول وصحیح قوی جائز ہے (منہ پونچھنے سے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی) لیکن مستحب یہ ہے کہ خشک کرنے میں زیادہ مبالغہ نہ کرے۔ بلکہ اس طرح خشک کرے کہ کچھ اثر باقی رہ جائے۔ اگر اتفاقیہ کبھی دامن سے خشک کر ڈالے تو جائز ہے لیکن ہمیشہ دامن سے خشک کرنے کی عادت کر لینے کو بزرگوں نے منحوس فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپؐ کے لئے ایک کپڑا تھا جس سے آپؐ وضوء کے بعد اعضاء خشک فرماتے تھے۔ (الجواب المتین ص ۷، آپ کے مسائل ص ۳۴ جلد ۲، احسن الفتاویٰ ص ۲۵ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۲۱ جلد اول، علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول وکتاب الفقہ ص ۱۱۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ وضوء کے بعد رومال سے ہاتھ منہ پونچھنا جائز ہے، اور اگر نہ پونچھا جائے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، اور یہ قول کہ جب داڑھی کا پانی زمین پر گرتا ہے تو فرشتوں کو اس کے اٹھانے میں تکلیف ہوتی ہے، بے اصل ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۲ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۲۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اعضاء وضوء کا کسی کپڑے وغیرہ سے پونچھنا اگر تکبر اور بڑائی کے اظہار کے طور پر ہو تو مکروہ ہے، اور اگر تکبر کے ارادہ سے نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے (مظاہر حق ص ۲۰۲ جلد اول)

وضوء کرنے کے بعد تحیۃ الوضوء پڑھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک

بار) حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "بلال مجھے اپنا کوئی ایسا اسلامی عمل بتاؤ جس پر تم کو اجر وثواب کی سب سے زیادہ امید ہو کیونکہ میں نے تمہاری چپلوں کی چاپ (آواز) جنت میں آگے آگے سنی ہے۔

حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ مجھ کو اپنے اعمال میں سب سے زیادہ امید اس عمل پر ہے کہ میں نے دن یا رات میں جب بھی کسی وقت وضوء کیا ہے اسی وضوء سے حسب توفیق کچھ نماز ضرور پڑھی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو بھی کوئی شخص خوب اچھی طرح وضوء کرے اور پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ اس کا دل اور اس کا چہرہ دونوں نماز کی طرف متوجہ ہوں۔ یعنی ظاہر و باطن دونوں کی پوری توجہ اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔

(الترغیب ص ۳۶۴)

<u>مسئلہ</u>:۔ وضوء کرنے کے بعد اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ الوضوء ادا کرنا مستحب ہے۔ (شرح نقایہ ص ۹ جلد اول)

تیمّم کیا ہے؟

تیمم کا حکم نازل ہونے کا واقعہ ماہ شعبان ۶ ھ کا ہے۔ تیمم کا حکم جو اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان اور مسلمانوں کے لئے نعمت عظمیٰ ہے، اس کی ابتداء کا حال جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے معلوم ہوا ہے یہ ہے کہ:

جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو قرعہ ڈال لیتے تھے۔ ازواج مطہرات میں سے جس کا نام نکلتا اسی کو ہمراہ لے جاتے۔ ایک سفر کے لئے ارادہ فرمایا اور حسب عادت قرعہ ڈالا۔ حضرت عائشہؓ کا نام نکلا (اکثر علماء کے نزدیک یہ غزوہ بنی مصطلق کا سفر تھا، جس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں) اوران کو اپنے ہمراہ سفر میں لے گئے۔ سفر سے واپسی میں جب مقام ذات الجیش پر پہنچے اور ذوالحلیفہ کے پاس ایک پہاڑی کے نام صلصل جگہ مشہور ہے، وہاں قیام فرمایا، جہاں سے مدینہ منورہ زیادہ بعید نہ تھا۔ وہاں

حضرت عائشہؓ کا ایک ہار (یا کنٹھا) ٹوٹ پڑا۔ آنحضرت ﷺ مع جمیع خدامؓ وہاں ٹھہر گئے اور تلاش کے لئے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ (یہ بڑے جلیل القدر انصاری تھے، آنحضرت ﷺ سے دس برس بعد وفات پائی، صدہا صحابہؓ ان کے شاگرد تھے) اور چند صاحبوں کو مقرر فرمایا۔ ابھی وہ ہار نہیں ملا تھا کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا، وہاں کہیں قریب پانی نہ تھا۔ صحابہؓ کو نہایت تردد ہوا کہ کیسے بے موقع پھنسے۔ بعض لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کی کہ دیکھئے حضرت عائشہؓ نے لوگوں کو کیسی جگہ روک دیا جہاں پانی کا نام ونشان نہیں اور نماز کا وقت آ رہا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ رسول مقبول اللہ ﷺ کے خیمہ میں تشریف لے گئے اور حضرت عائشہؓ کو جھڑکنا شروع کیا کہ تو ہمیشہ لوگوں کو پریشانی میں ڈالتی ہے، اب ایک ہار کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی جگہ روک دیا، جہاں بالکل پانی نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے پہلو میں کوچیں بھی ماریں، لیکن حضرت عائشہؓ نے کسی بات کے جواب میں دم نہیں مارا اور ذرا نہ ہلیں۔ کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ تمام رات کے سفر اور بیداری کی کوفت اٹھا کر ذرا آرام فرما رہے تھے۔ ہار کو ہر چند تلاش کیا مگر کہیں نہیں ملا۔ اسید بن حضیر وغیرہ بھی کوشش میں ناکام ہو کر واپس آ گئے اور سب لوگوں نے لاچاری میں اسی جگہ بلا وضوء نماز ادا کر لی اور ہار کے دستیاب ہونے سے مایوس ہو کر روانگی کا ارادہ ہو گیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کے دوسرے رکوع کی آیتیں نازل فرمائیں، جن میں تیمم کا حکم اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَإِن كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

ترجمہ:۔ یعنی اگر تم لوگ سفر میں جدا ہو اور پانی نہ ملے یا مرض کی وجہ سے استعمال نہ کر سکو، اور قضائے حاجت کرنے سے وضوء لازم ہو جائے یا صحبت کرنے سے غسل واجب ہو جائے تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ پس اپنے چہرے اور ہاتھوں پر اس سے مسح کر لیا کرو۔ (پارہ ششم)

جناب سرور عالم علیہ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اے عائشہ تمہارا قلادہ نہایت ہی بابرکت تھا۔آپ ؐ کے ارشاد سے حضرت ابوبکرؓ کو نہایت مسرت ہوئی اور خوشی میں تین بار فرمایا کہ ''اے بیٹی تو بہت ہی مبارک و نیک بخت ہے۔''

اسید بن حضیرؓ جو ہار کی تلاش میں بہت محنت اٹھا چکے تھے، فرمانے لگے ''اے ابوبکرؓ کی اولاد! یہ تم لوگوں کی کوئی پہلی برکت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی بار ہا تمہاری وجہ سے اہل اسلام پر خدا تعالیٰ کے احسان ہوتے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس انعام واحسان سے معزز ومسرور ہو کر سب لوگ اسباب باندھنے اور کجاوے کسنے لگے۔حضرت عائشہؓ کی سواری کے اونٹ کو اٹھایا تو ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔جس سے حضرت عائشہؓ کی مسرت دوبالا ہوگئی اور حضور ﷺ کو اطمینان ہو گیا اور سب مسلمان عنایت خداوندی کا شکر ادا کرتے ہوئے بخوشی تمام مدینہ منورہ میں واپس آگئے۔اسی روز سے پانی موجود نہ ہونے اور مرض وغیرہ کی حالت میں تیمّم کا حکم جاری ہو گیا اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: **الصعید الطیب طهور المسلم وان لم یجد الماء عشر سنین فاذا وجد الماء فلیمسه بشره**۔(یعنی اگر بالفرض کسی مسلمان کو دس سال تک بھی پانی میسر نہ ہو تو اس سے وضوء (یا غسل) کرلے، تیمّم کا حکم نازل ہونے کے وقت چونکہ تمام صحابہؓ آپ کے ساتھ نہ تھے، اس لئے یہ حکم رفتہ رفتہ لوگوں کو معلوم ہوا۔اور بعض دفعہ ناواقفیت کی وجہ سے لوگوں کو دقت پیش آتی تھی۔خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ وقتاً فوقتاً لوگوں کو تیمم کے حکم کی اطلاع کرتے رہتے تھے اور حسب موقع مفصل احکام تعلیم فرماتے تھے۔

تیمّم کے بارے میں چند روایات

روایت:۔ ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ؐ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں شریک نہیں تھے اور سب سے علیحدہ بیٹھے تھے، آپ ؐ نے فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تم نے سب کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت! مجھ کو غسل کی حاجت ہو گئی تھی اور پانی نہیں ملا، اس لئے نماز نہیں پڑھ سکا۔(یہ

صاحب سمجھے ہوئے تھے کہ تیمّم صرف وضوء کی جگہ ہوسکتا ہے، غسل کی ضرورت میں تیمّم درست نہیں) آپؐ نے فرمایا کہ مٹی سے تیمّم کرلو، وہی کافی ہے۔ (بخاری ومسلم)

روایت:۔ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ جہاد کی غرض سے سفر میں تھے، ان میں سے ایک صاحب کے سر میں دشمنوں کی طرف سے پتھر آ کر اس زور سے لگا کہ سر پھٹ گیا۔ غسل کی حاجت ہوئی تو ساتھیوں سے مسئلہ پوچھا کہ اسی حالت میں تیمّم جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ جب تم غسل کرسکتے ہو تو ہمارے خیال میں تیمّم تمہارے لئے جائز نہیں۔ (ان حضرات کو مسئلہ معلوم نہ تھا کہ جب مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو تیمّم جائز ہے، گویا بالفعل غسل ووضوء پر قادر ہو) وہ لوگ احکام شرعی پر جان فدا کرتے تھے۔ عبادت وطہارت کو حیات مستعار سے بہتر جانتے تھے۔ اسی حالت میں غسل کر کے نماز ادا فرمائی۔ پانی کے اثر سے زخم کی حالت بدتر ہوگئی اور یہ خدا کے مخلص وجاں نثار صحابیؓ دنیا سے انتقال فرما کر جنت الفردوس کے محلوں میں جا ٹھہرے۔ باقی صحابہؓ جب مدینہ منورہ واپس آئے اور حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر حال عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا ان کو سمجھائے، انہوں نے اس غریب کو مار ڈالا (یعنی یہ لوگ غلط مسئلہ بتا کر ان کی موت کا باعث ہوگئے۔)

روایت ہے کہ:۔ صحابہ کرامؓ میں سے دو شخص سفر میں تھے، پانی نہ ملا تو دونوں نے تیمّم کر کے نماز ادا کرلی۔ لیکن پھر نماز کا وقت نکلنے سے پہلے پانی مل گیا۔ ایک صاحب نے وضوء کر کے دوبارہ نماز پڑھی۔ دوسرے صحابیؓ نے نہ لوٹائی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچ کر حال بیان کیا جس شخص نے دوبارہ نماز نہیں پڑھی تھی، آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم نے طریقہ مسنونہ اور قاعدہ شرعیہ پر عمل کیا اور پہلی ہی نماز کافی ہوگئی اور دوسرے صاحب کو ارشاد کیا کہ تم کو دہرا اجر حاصل ہوا (کیونکہ دوبارہ جو نماز پڑھی وہ نفل ہوگئی اور اس کا بھی ثواب حاصل ہوا۔)

روایت:۔ تیمّم کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت عمر اور عمار رضی اللہ عنہما کہیں سفر کو گئے تھے۔ اتفاق سے دونوں صاحبوں کو غسل کی حاجت ہوئی، چونکہ ابتدائی زمانہ تھا، مفصل احکام تیمّم کے معلوم نہ تھے، اس لئے عمارؓ نے تو خوب مٹی میں لوٹ پوٹ کر تیمّم کرلیا، گویا غسل کی جگہ تمام بدن کا تیمّم کرلیا اور نماز پڑھ لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ تیمم صرف وضوء کا قائم مقام ہوسکتا ہے، غسل کے لئے جائز نہیں، نماز نہ پڑھی، واپس آ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپؐ نے زمین پر دونوں دست مبارک مار کر چہرہ اور بازوؤں پر کسی قدر پھیر کر اشارہ فرمادیا کہ بس اس قدر کافی تھا، یعنی جس قدر تیمم وضوء کا ہوتا ہے وہی غسل کا ہوتا ہے مٹی میں لوٹنے پوٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (طہور المسلمین ص ۴ تا ص ۲۰ تالیف حضرت مولانا اصغر حسین میاں صاحب، سورۂ مائدہ پارہ نمبر ۶ (تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری ص ۴۸ جلد اول، مسلم ص ۱۶۰ جلد اول، مظاہر حق ص ۴۸ جلد اول)

تیمّم کے معنیٰ

''تیمم'' کے لغوی معنی ہیں قصد کرنا! اور شرعی اصطلاح میں اس لفظ کا مطلب ہوتا ہے، پاکی حاصل کرنے کی نیت سے پاک مٹی، یا مٹی کے قائم مقام کسی چیز (پتھر، چونا وغیرہ) کا قصد کرنا اور اس پاک مٹی وغیرہ کو منہ اور ہاتھوں پر لگانا۔ اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی (وغیرہ) پر مارتے اور ملتے ہیں اور پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑتے ہیں اور اس کے بعد ان ہاتھوں کو پورے چہرہ پر اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر ملتے ہیں۔

تیمم دراصل پانی دستیاب نہ ہونے یا پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی صورت میں وضوء اور غسل کا قائم مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان جلیل القدر نعمتوں میں سے ایک ہے جو اس نے اپنے فضل وکرم سے صرف امت محمدیہ کو عطا کیں، گذشتہ امتوں میں یہ تیمم مشروع نہ تھا۔ اور تیمّم کرنے کے لئے پاک مٹی وغیرہ پر جو ہاتھوں کو مارا اور ملا جاتا ہے اس کو ''ضرب'' کہتے ہیں۔ (مظاہر حق ص ۴۷۰ جلد اول)

تیمّم امت محمدیہ کے لیے مخصوص ہے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم کو (گذشتہ امتوں کے) لوگوں پر (بطور خاص) تین چیزوں کے ذریعہ فضیلت عطاء کی گئی ہے۔

۱۔ ہماری (نماز یا جہاد کی) صفیں، فرشتوں کی طرح قرار دی گئی ہیں، یعنی جس طرح فرشتوں کو صف باندھ کر عبادت کرنے میں بہت زیادہ قرب اور بزرگی حاصل ہوتی ہے اسی طرح ہمیں بھی حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ ہمارے لئے ساری زمین نماز کی جگہ بنائی گئی ہے۔

۳۔ اس (زمین) کی مٹی ہمارے لئے پاک کرنے والی بنایا گیا ہے، اس صورت میں کہ پانی ہمیں دستیاب نہ ہو۔ (مسلم)

تشریح:۔ ''تین چیزوں کے ذریعہ''۔ یعنی گذشتہ امتوں میں نماز پڑھنے کے لئے جماعت اور صف بندی کی پابندی لازم نہیں تھی، وہ جس طرح چاہتے تھے اسی طرح نماز پڑھ لیتے تھے۔ ان کی نماز ان کی خاص عبادت گاہوں (جن کو ''کنائس'' اور ''بیع'' کہا جاتا تھا) کے علاوہ اور کسی جگہ پڑھنا جائز نہ ہوتی تھی۔ اور نہ ان کو ''تیمّم'' کی سہولت دی گئی تھی، پس اس امت (امت محمدیہ) کو گذشتہ امتوں پر جن چیزوں کے ذریعہ امتیازی شان اور برتری عطا کی گئی ہے ان میں سے خاص طور پر یہ تین چیزیں بھی ہیں مسلمانوں کو صف بندی کرنے اور جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم ہوا، اور اس پر فرشتوں کا سا اجر وثواب پانے کی امید دلائی گئی۔ مسلمانوں کو سہولت دی گئی کہ پوری زمین پر جہاں بھی ہوں (پاک صاف جگہ پر) نماز پڑھ لیں گے، وہاں ان کا نماز پڑھنا جائز ہو جائیگا۔ اور مسلمانوں کو اس کی اجازت دی گئی کہ پانی نہ ملنے یا پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی صورت میں تیمّم کر لیں۔

(مظاہر حق جدید ص ۴۷۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر بڑے عرصہ تک بھی پانی دستیاب نہ ہو تو پاک مٹی اس کے لئے برابر پانی کا قائم مقام بنی رہے گی۔ (مفہوم حدیث مظاہر حق ص ۴۷۴ جلد اول وکتاب الفقہ ص ۲۶۵ جلد اول واحسن الفتاویٰ ص ۲۶ جلد ۲)

پانی نہ ملنے پر تیمّم کیوں؟

سوال:۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کرایا جاتا ہے، اس میں مصلحت کیا ہے؟

جواب:۔ ہمارے لئے سب سے بڑی مصلحت یہی ہے کہ اللہ پاک کا حکم ہے اور رضائے الٰہی

کا ذریعہ ہے، ویسے قرآن شریف نے اس کی مصلحتوں کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
''اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کردے، اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے۔ (سورۂ مائدہ پارہ ۷)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ نے پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی کو پاک کرنے والی بنادیا ہے۔ جس طرح پانی انسانی بدن کو پاک کرنے والا ہے اسی طرح پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں مٹی سے تیمم کرنا بھی پاک کرنے والا ہے۔

مٹی پاک ہے اور بعض چیزوں کے لئے مثل پانی کے مطہر (پاک کرنے والی) بھی ہے، مثلاً چمڑے کا موزہ، تلوار، آئینہ وغیرہ اور نجاست زمین پر گر کر خاک ہو جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور نیز ہاتھ اور چہرہ پر مٹی ملنے میں عجز بھی پورا ہے، جو گناہوں سے معافی مانگنے کی اعلیٰ صورت ہے۔ سو مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست زائل کرتی ہے تو اس لئے بوقت معذوری پانی کے قائم مقام ایسی چیز استعمال کی جائے جو پانی سے زیادہ سہل الوصول ہو، پس زمین کا ایسا ہونا ظاہر ہے کیونکہ وہ سب جگہ موجود ہے۔ لہٰذا خاک انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں گناہوں اور خرابیوں سے بچاؤ ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۶۲ جلد ۳)

وضوء و غسل کے لئے نہ پانی ملے اور نہ تیمّم کے لئے مٹی

مسئلہ:۔ جس شخص کو وضوء و غسل کے لئے نہ پانی ملے نہ تیمّم کے لئے مٹی وغیرہ اس کو فقہ میں فاقد الطہورین کہتے ہیں، یعنی ایسا شخص جس کو پاک کرنے والی دو چیزوں میں سے کوئی بھی میسر نہ ہو، نہ پانی نہ مٹی، ایسے شخص کو لازم ہے بلا وضوء بلا تیمم کے رکوع سجدے کر کے فرض نماز ادا کرلے اور پھر جب پانی یا مٹی پر قادر ہو وضوء یا تیمّم سے اس نماز کو پھر ادا کرے۔ مثلاً کسی شخص کو اس طرح سے باندھ دیا گیا ہے کہ ہاتھ نہیں ہلا سکتا یا ایسا مریض ہے کہ ہل نہیں سکتا اور کوئی تیمم کرانے والا بھی موجود نہیں ہے (یا اور ایسی ہی قسم سے مجبور ہو) تو اس قسم کی تمام صورتوں میں جب پانی کی یا مٹی وغیرہ کی امید نہ رہے تو لازم ہے بلا وضوء و تیمم رکوع

سجدے کر کے فرض نماز ادا کر دے لیکن اس میں قرأت وغیرہ کچھ نہ پڑھے اور پھر جب کبھی پانی ملے یا تیمم کی چیزیں مل جائیں تو وضوء یا تیمم کر کے اس نماز کو دوبارہ ادا کرے۔

(طہور المسلمین ص ۳۳، از میاں صاحب" فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۸۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی یا مٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے تو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے، پھر جب قادر ہو جائے تو طہارت سے لوٹائے۔ (علم الفقہ ص ۱۰۵ جلد اول، ہدایہ ص ۳۶ جلد اول وکشف الاسرار ص ۲۳ جلد ۲)

تیمّم کو خلیفہ وضوء و غسل ٹھہرانے کی وجہ

۱۔　اللہ تعالیٰ کی عادت یوں ہی جاری ہے کہ بندوں پر جو چیزیں دشوار ہوتی ہے وہ ان پر آسان اور سہل کر دیتا ہے اور آسانی کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں دقت و پریشانی ہو، اس کو ساقط کر کے اس کا بدل کر دیا جائے تا کہ اس بدل سے ان کے دل ٹھکانے رہیں اور جس چیز کا وہ غایت درجہ التزام کر رہے تھے دفعتہً اس کے ترک کر دینے سے جب کہ بدل نہ ہوتا ان کے دل متردد اور پریشان نہ ہوں اور پاکی کو چھوڑنے کی عادی نہ ہو جائیں، لہذا خدا تعالیٰ نے ضرورت کے وقت تیمم کو خلیفہ (نائب) وضوء و غسل ٹھہرایا اور منجملہ پاکی کے تیمم بھی بوجہ مشابہت کے ایک قسم کی طہارت (پاکی) ٹھہر گیا۔

(المصالح العقلیہ ص ۲۸)

۲۔　مٹی اور پانی سے طہارت مشروع ہونا فطرت مستقیمہ وعقول سلیمہ کے موافق ہے۔

۳۔　اللہ تعالیٰ نے پانی اور مٹی کے درمیان قدرتاً وشرعاً اخوت (بھائی چارگی) ڈالی، لہذا ان دونوں کو طہارت کے لئے جمع کیا، وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے ان ہی سے پیدا فرمایا ہے، گویا ہمارے والدین اور ان کی ذریت (اولاد) کے لئے مٹی اور پانی (گویا کہ) والدین ہیں۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۶)

مٹی سے تخصیص تیمّم کی وجہ

سوال:۔ تیمّم ایک وجہ سے خلاف عقل ہے کیونکہ مٹی خود آلودہ ہے وہ نہ پلیدی اور میل کچیل

کو دور کرتی ہے اور نہ بدن اور کپڑے کو پاک کر سکتی ہے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی ہر چیز کو مٹی اور پانی سے پیدا کیا، ہماری سرشت کی اصل یہی دونوں چیزیں ہیں جن سے ہماری نشو ونما ہمارا تقویت وغذا ہوتی ہے جس کا ہم کو مشاہدہ ہو رہا ہے۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس مٹی اور پانی کو ہمارے نشو ونماو تقویت غذاء کے اسباب ٹھہرائے تو ہمارے پاک اور ستھرا ہونے کے لئے اور عبادت میں مدد لینے کے لئے بھی ان ہی کو وضع فرمایا، وجہ یہ ہے کہ مٹی وہ اصل چیز ہے جس سے بنی آدم وغیرہ کی پیدائش ہوئی ہے۔ اور پانی ہر چیز کی زندگی کا باعث ہے۔ الغرض اس عالم کی تمام اشیاء کی پیدائش کی اصل یہی دونوں چیزیں ہیں۔ مٹی اور پانی جن سے خدا تعالیٰ نے اس عالم کو مرکب کیا ہے، پس جبکہ ہماری ابتدائی پیدائش اور تقویت اور نشو ونما مٹی اور پانی سے ہوئی ہے تو جسمانی وروحانی پاکی کے لئے بھی انہیں کو خدا نے ٹھہرایا ہے۔

۲۔ عادتاً پلیدی وگندگی کو زائل کرنے کا رواج پانی سے بکثرت ہے اور جب مرض کی حالت میں اور پانی نہ ملنے کا عذر ہو جائے (بحالت مرض وعدم وجود آب عذر لاحق ہو جائے) تو طہارت کے لئے پانی کے دوسرے ساتھی اور ہمسفر یعنی مٹی کو بہ نسبت کسی دوسری چیز کے مقرر کرنا زیادہ مناسب ہے۔

۳۔ تیمم کے لئے زمین اس واسطے خاص کی گئی ہے کہ زمین کہیں بھی ناپیدار اور مفقود نہیں ہوتی تو ایسی چیز اس قابل ہو سکتی ہے جس سے لوگوں کی دقت رفع ہو سکے۔

۴۔ منہ کو خاک آلودہ بنانا (مٹی ملنا) کسر نفسی وانکساری وعاجزی پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے سو تیمم کے لئے مٹی استعمال کرنے میں یہ خاکساری اور ذلت پائی جاتی ہے اور ذلت کی شان سے طلب عفو کی مناسبت ہے یہی وجہ ہے کہ سجدہ کرنے میں اپنے منہ کو مٹی سے نہ بچانا پسندیدہ اور مستحب ٹھہرایا گیا ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۰)

تیمّم کرنا بھی اللہ ہی کا فرمان ہے

مسئلہ:۔ بعض مریض یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وضوء کچھ مضر نہیں پھر تیمم کر لیتے ہیں بعض مرتبہ تیماردار یا دوسرے خیر خواہ حضرات مریض کو وضوء سے روکتے ہیں

اور کہتے ہیں کہ میاں! شریعت میں آسانی ہے تیمم کرلو، یہ بڑی نادانی ہے، جب تک وضوء کرنا مضر نہ ہو تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ بعض یہ غلطی اور بے احتیاطی کرتے ہیں کہ خواہ ان پر کیسی ہی مصیبت گزرے، خواہ کیسا ہی مرض بڑھ جائے جان نکل جائے مگر تیمم نہیں کرتے، وضوء ہی کرتے ہیں۔ یہ غلو ہے اور در پردہ حق تعالیٰ شانہ کی عطا کردہ سہولت کو قبول نہ کرنا ہے جو سخت گستاخی اور بے ادبی ہے، کیونکہ جس طرح وضوء کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تیمم کرنا بھی ان کا ہی حکم ہے، بندہ کا کام حکم ماننا ہے نہ کہ دل کی چاہت اور صفائی کو دیکھنا، بندگی تو اسی کا نام ہے کہ جس وقت جو حکم ہو جان و دل سے اطاعت کرے۔ (اغلاط العوام از مولا تھانوی ص ۱۹۷)

تیمّم میں وہم کا اعتبار نہیں

سوال:۔ اگر غسل واجب ہو جائے اور مرض بڑھنے یا بیمار ہو جانے کا خدشہ ہو تو کیا اس صورت میں تیمم ہو جائے گا؟

جواب:۔ محض وہم کا اعتبار نہیں۔ اگر کسی شخص کی واقعی حالت ایسی ہو کہ وہ گرم پانی سے بھی غسل کرلے تو بیماری بڑھ جائے یا بیمار پڑ جانے کا غالب گمان ہو تو اس کو غسل کی جگہ تیمّم کی اجازت ہے اور غسل کا تیمّم وہی ہے جو وضوء کا ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ تیمم کی اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو، جو شخص پانی استعمال کرسکتا ہے اس کا تیمم جائز نہیں ہے نہ اس کی نماز صحیح ہوگی، اور پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ پانی میسر نہ آئے، یہ صورت عموماً سفر میں پیش آسکتی ہے۔ پس اگر پانی ایک میل دور ہے، یا کنواں تو ہے مگر کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی صورت نہیں، یا پانی پر کوئی درندہ بیٹھا ہے، یا پانی پر دشمن کا قبضہ ہے اور اس کے خوف کی وجہ سے پانی تک پہنچنا ممکن نہیں تو ان تمام صورتوں میں اس شخص کو گویا پانی میسر نہیں اور وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پانی تو موجود ہے مگر وہ بیمار ہے اور وضوء یا غسل سے جان کی ہلاکت کا یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا یا بیماری میں شدت ہو جانے کا یا بیماری کے طول

پکڑ جانے کا اندیشہ ہے یا خود وضوء یا غسل کرنے سے معذور ہے اور کوئی دوسرا آدمی وضوء یا غسل کرانے والا موجود نہیں ہے تو ایسا شخص تیمم کر سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۹۳ جلد ۳)

مسئلہ :۔ حالت مرض اور خوف مرض میں تیمّم درست ہے جب کہ سرد پانی سے غسل کرنے یا وضوء کرنے میں اندیشہ ہلاکت کا یا مرض کا ہو تو تیمم جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۴ جلد اول رد المختار ص ۲۱۴ جلد اول باب التیمم)

تیمّم کا حکم سب کے لئے یکساں ہے

مسئلہ :۔ عید کی نماز کے لئے تیمّم کرنا اس وقت جائز ہے جب عیدین کی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہو، اسی طرح اگر وہ وضوء کرے گا تو امام نماز سے فارغ ہو جائے گا یا آفتاب ڈھل جائے گا اور عیدین کی نماز کا وقت جاتا رہے گا۔

(لیکن اگر عید کی نماز کے کسی حصہ کے ملنے کی امید ہے یا دوسری جگہ نماز ملنے کی امید ہے تو وضوء کرے تیمم جائز نہیں ہے۔ محمد رفعت)

مسئلہ :۔ یہ تیمّم بناء کے وقت بھی درست ہے کہ نماز جنازہ شروع کی تھی نماز عید وضو کر کے شروع کی تھی، کہ درمیان میں حدث لاحق ہو گیا یعنی وضوء ٹوٹ گیا، اب خوف ہے کہ اگر وضوء کرتا ہے تو اس کی نماز فوت ہو جائے گی تو ایسی صورت میں بھی تیمم کر کے بناء کرنا یعنی نماز میں شامل ہو جانا درست ہے۔

مسئلہ :۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ بناء کرنے والا امام ہے یا مقتدی، یعنی جب نماز جنازہ اور نماز عید کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو امام ہے تو وہ بھی تیمّم کر سکتا ہے، اور مقتدی ہے تو وہ بھی تیمم کر سکتا ہے، کیونکہ تیمم کے جائز ہونے کا مدار نماز چھوٹ جانے کا خوف ہے جس کا کوئی بدل یعنی اس کی قضاء نہیں ہے، جب تیمم کے جائز ہونے کا مدار نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ٹھہرا تو سورج اور چاند گہن کی نماز کے واسطے، مؤکدہ سنتوں کے واسطے خواہ سنت فجر ہی کیوں نہ ہو، اور صرف اسی سنت کے جانے کا خوف ہو، فرض فجر کے چھوٹنے کا خوف نہ ہو تو ان سب صورتوں میں تیمم جائز ہے یعنی جب یہ خوف ہو کہ وضوء کیلئے جب تک پانی تک پہونچا جائے گا سورج غروب ہو چکے گا، یا ظہر اور مغرب کے فرض ادا چکنے کے

بعد کسی کا وضوء ٹوٹ گیا اور پانی سے وضوء کرنے میں خوف ہے کہ وضوء کرتے ہوئے وقت نکل جائے گا تو اس کے لئے تیمم کر کے سنتیں پڑ لینا جائز ہے اور سنت فجر بغیر فرض کے فوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ پانی میل بھر سے کم دوری پر ہے، خادم وغیرہ پانی لینے کے لئے گیا ہے لیکن اس کو یقین ہے یا ظن غالب ہے کہ جب خادم پانی لے کر پہنچے گا تو اس وقت صرف وضوء کرنے اور بمشکل فرض ادا کرنے کا وقت ملے گا تو ایسے شخص کے لئے جائز ہے کہ تیمّم کر کے فجر کی سنت پڑھ لے اور پھر جب پانی لے کر آئے تو فوراً وضوء کرے اور فرض نماز ادا کرے۔

فجر کی سنت کے چھوٹنے کے خوف کی شرط اس لئے ہے کہ اگر خوف یہ ہو کہ فرض کے ساتھ سنت بھی چھوٹ جائے گی تو پھر تیمّم کرنا جائز نہ ہوگا، اس وجہ سے کہ جب دونوں چھوٹ جائیں گے تو اس وقت فرض کی قضاء کے ساتھ سنت فجر پڑھنا درست ہے۔

(کشف الاسرار ص۱۵ جلد۲)

مسئلہ:۔ سونے کے وقت، سلام کا جواب دینے کے لئے باوجود پانی ہونے کے تیمّم کرنا جائز ہے اگر چہ اس تیمّم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اس وجہ سے کہ نماز کیلئے تیمّم اس وقت جائز ہوتا ہے جب پانی نہ پایا جائے یا وہ پانی کے استعمال پر اسی وجہ سے قادر نہ ہو، ان تمام اعمال کے لئے تیمّم کرنا جائز ہے جس کے لئے طہارت کی شرط نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ مسجد میں داخل ہونے اور مسجد میں سونے کے لئے تیمّم کرنا جائز ہے۔

(کشف الاسرار ص۱۶ جلد۲)

مسئلہ :۔ نماز جمعہ اور وقتی نماز اور وتر کے فوت ہونے کی وجہ سے تیمّم نہیں کر سکتا کیونکہ ان نمازوں کا بدل قضاء کی صورت میں موجود ہے۔ (کشف الاسرار ص۱۷ جلد۲)

تیمّم میں کاہلی اور سستی کو دخل نہیں ہے

مسئلہ :۔ معمولی امراض زکام، بخار وغیرہ میں جب تک مرض بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمّم جائز نہیں، اگر گرم پانی نقصان نہیں کرتا اور مل بھی سکتا ہے تو تیمّم جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر خواہ مخواہ وہم ہو گیا کہ بیمار ہو جاؤں گا یا مرض بڑھ جائے گا لیکن نہ اس طرح مریض ہونے کی عادت ہے اور نہ عام طور سے اس بات کا تجربہ ہے نہ طبیب معتبر پانی کو مضر

بتلاتا ہے تو تیمم جائز نہیں ہے اگر بدن میں طاقت ہے اور پانی ضرر نہیں کرتا، لیکن کاہلی یا سستی کی بناء پر سے وضوء کرنے کو دل نہیں چاہتا تو تیمّم جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر صرف ہاتھوں پر یا صرف پاؤں پر زخم ہوں تو تیمّم جائز نہیں ہے، زخم والے حصہ پر مسح کرلے، باقی اعضاء کو دھوکر وضوء کرے، اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا تھا اس کے بعد ایسا مرض پیش آگیا جس میں پانی مضر ہے لیکن پانی مل گیا تو اب اس پہلے تیمم سے نماز جائز نہیں، پانی ملنے سے وہ جاتا رہا، اب مرض کے عذر سے دوبارہ تیمم کرے (طہور المسلمین ص ۱۶)

سرد ملکوں میں تیمّم کرنے کا حکم

سوال:۔ جس جگہ برف باری کی شدت ہو اور سردی بھی بکثرت ہوتی ہو، ہوا بھی نہایت تند چلتی ہو، وضوء کرنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو، یہاں تک کہ ہاتھ پاؤں چند ساعت کے لئے بالکل معطل رہتے ہوں، ایسی حالت میں تیمم یا مسح سے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر کہیں شاذ ونادر ایسی صورت ہو کہ وضوء کرنے سے ہلاکت یا مرض کا غالب اندیشہ ہو اور پانی گرم کرنے کا سامان بھی نہ ہو، نہ ایسا کوئی کپڑا ہو کہ اس میں لپٹ کر بدن گرم کرلیں، ایسی صورت میں تیمم جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔ اور پاؤں دھونے کا بدل مسح خفین ہوسکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۷ جلد اول)

(تفصیل دیکھئے احقر کی مرتب کردہ کتاب مکمل ومدلل مسائل خفین۔ رفعت)

تیمّم کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مسلمان ہونا، کافر پر تیمم واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر تیمّم واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانہ اور مست اور بے ہوش پر تیمّم واجب نہیں۔

۴۔ حدث اصغر یا حدث اکبر کا پایا جانا، یعنی وضوء اور غسل کی حاجت کا ہونا، اور جو شخص دونوں حدثوں سے یعنی جس کو وضوء اور غسل کی ضرورت ہی نہ ہو یعنی پاک ہو، اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۵۔ جن چیزوں سے تیمم جائز ہو، ان کے استعمال پر قادر ہونا، جس شخص کو ان کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر تیمم واجب نہیں ہے۔

۶۔ نماز کے وقت کا تنگ ہو جانا، شروع وقت میں تیمّم واجب نہیں۔

۷۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو، اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر تیمم واجب نہیں۔

(علم الفقہ ص ۱۰۲ جلد اول، کتاب الفقہ ص ۲۳۹ جلد اول طہور المسلمین ص ۸)

تیمّم کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ مسلمان ہونا، کافر کا تیمّم صحیح نہیں یعنی حالت کفر کے تیمم سے اسلام لانے کے بعد نماز جائز نہیں، ہاں اسلام لانے کے وقت جو غسل مستحب ہے اگر اس کے عوض تیمم کرے تو اس کو مستحب کے ادا کرنے کا ثواب مل جائیگا۔

۲۔ تیمم کی نیت کرنا جس حدث کے سبب سے تیمم کیا جائے یا اس سے طہارت کی نیت کی جائے یا جس چیز کے لئے تیمّم کیا جائے اس کی نیت کی جائے۔ (مثلاً اگر نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے یا قرآن شریف کی تلاوت کے لئے تیمم کیا جائے تو اس کی نیت کی جائے مگر نماز اس تیمم سے صحیح ہوگی جس میں حدث (ناپاکی) سے طہارت (پاکی) کی نیت کی جائے یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کی جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہوسکتی۔

عبادت مقصودہ وہ عبادت ہے جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالی کی خوشنودی کے لیے نہ ہو کسی دوسری عبادت کے اداء کرنے کے لیے اس کی مشروعیت نہ ہو جیسے نماز، قرآن کی تلاوت وغیرہ، بخلاف وضوء قرآن مجید کے چھونے اور مسجد میں جانے کے کہ ان سے صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دوسری عبادتوں کا ادا کرنا بھی منظور ہوتا ہے، یعنی نماز کے تیمم سے تو قرآن مجید چھو سکتے ہیں لیکن قرآن وغیرہ کے چھونے کے لئے کسی نے تیمم کیا تو اس سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

۳۔ پورے منہ اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔

۴۔ جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جو مسح کو مانع ہو مثلاً روغن، چربی، موم یا تنگ انگوٹھی اور

چھلوں وغیرہ کے۔

۵۔ پورے دونوں ہاتھوں سے یا ان کے اکثر حصہ سے مسح کرنا۔

۶۔ جن چیزوں سے حدث اصغر یا حدث اکبر ہوتا ہے ان کا تیمم کے وقت نہ ہونا، کوئی حائضہ عورت تیمم کرے تو صحیح نہیں ہے۔ اور اگر ایسی عبادت کے لئے تیمم کیا جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہوسکتی جیسے نماز، قرآن کی تلاوت وغیرہ تو اس کے لئے پانی کے استعمال سے معذور ہونا بھی شرط ہے۔ (علم الفقہ ص۱۰۳ جلد اول)

تیمّم کا مسنون طریقہ

مسئلہ :۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ الخ پڑھ کر نیت کر کے اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی ایسی مٹی پر جس پر نجاست نہ پہنچی ہو یا نجاست دھوکر زائل کر دی گئی ہو اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے (کچھ کھول کر) مار کر ملے، اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے، پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر ملے اس طرح کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے، پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ملے اور پھر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوا کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہوجائے، پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچا جائے، اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے وضوء اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے اگر دونوں کی نیت کی جائے۔ (علم الفقہ ص۱۰۶ جلد اول، منیہ ص۲۹ وشامی ص۲۶۴ جلد اول، وہدایہ ص۶۲ جلد اول وکبیری ص۶۴ وطہور المسلمین ص۲۲ ومظاہر حق ص۲۷۹ جلد اول وشرح نقایہ ص۲۶ جلد اول)

تیمّم کے فرائض وواجبات

۱۔ تیمم کرتے وقت نیت کرنا فرض ہے۔

۲۔ مٹی یا مٹی کی قسم سے کسی چیز پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا۔
۳۔ تمام منہ اور دونوں ہاتھوں کے اکثر حصہ ملنا فرض ہے۔
۴۔ اعضاء سے ایسی چیز کا دور کرنا فرض ہے جن کے سبب سے مٹی جسم تک نہ پہنچ سکے، جیسے روغن یا چربی وغیرہ۔
۵۔ تنگ انگوٹھی یا تنگ چھلوں اور تنگ چوڑیوں کا ارتار ڈالنا واجب ہے۔
۶۔ اگر کسی قرینہ سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو اس کی تلاش میں سو قدم تک خود جانا یا کسی کو بھیجنا واجب ہے۔
۷۔ اگر کسی کے پاس پانی ہو اور اس سے ملنے کی امید ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۰۶ و مظاہر حق ص ۵۸ جلد اول)

تیمّم کے سنن اور مستحبات

۱۔ تیمم کے شروع میں بسم اللہ کہنا سنت ہے۔
۲۔ اسی ترتیب سے تیمم کرنا سنت ہے جس ترتیب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے یعنی پہلے منہ کا مسح کرنا پھر دونوں ہاتھوں کا۔
۳۔ پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو ملنا سنت ہے، نہ ان کی پشت کو۔
۴۔ ملنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی جھاڑنا سنت ہے۔
۵۔ مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے تاکہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے۔
۶۔ کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا سنت ہے۔
۷۔ پہلے دائیں عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا مسح کرنا سنت ہے۔
۸۔ مٹی سے تیمم کرنا سنت ہے نہ اس کے ہم جنس سے۔
۹۔ منہ کے مسح کے بعد داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔
۱۰۔ ایک عضو کے مسح کے بعد بلا توقف دوسرے عضو کا مسح کرنا مستحب ہے۔
۱۱۔ مسح کا اسی خاص طریقہ سے ہونا مستحب ہے جو تیمم کے طریقہ میں لکھا گیا ہے۔

۱۲۔ جس شخص کو اخیر وقت تک پانی ملنے کا یقین ہو یا گمان غالب ہو، اس کو نماز کے اخیر وقت تک پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے۔

مثلاً: کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یقین یا غالب گمان ہو کہ اخیر وقت میں رسی ڈول مل جائے گا۔ یا کوئی شخص ریل میں سوار ہو اور یقیناً معلوم ہو کہ اخیر وقت میں ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گا جہاں پانی مل سکتا ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۰۷ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۲۵۹ جلد اول و کشف الاسرار ص ۵ جلد ۲)

پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی صورتیں

۱۔ اس قدر پانی کا جو وضوء اور غسل کے لئے کافی ہو وہاں موجود نہ ہونا بلکہ ایک میل (ایک کلومیٹر ۶۱۰ میٹر) یا ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر ہونا۔

۲۔ پانی موجود ہو مگر کسی کی امانت ہو یا کسی کا غصب کیا ہوا ہو۔

۳۔ پانی کے نرخ (بھاؤ، قیمت) کا معمول سے زیادہ گراں ہو جانا۔

۴۔ پانی کی قیمت کا نہ موجود ہونا، خواہ پانی مل سکتا ہو یا نہیں اور قرض لینے کی صورت میں اس کے اوپر قادر نہ ہونا یا نہیں ہونا۔ (مراقی الفلاح)

ہاں اگر اس کی ملک میں مال ہو اور ایک مدت معینہ کے وعدے پر اس کو قرض مل سکے تو قرض لے لینا چاہیئے۔

۵۔ پانی کے استعمال سے کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو کہ پانی کے استعمال سے صحت کے حاصل ہونے یعنی صحیح ہونے میں دیر ہوگی۔

۶۔ سردی کا اس قدر زیادہ ہونا کہ پانی کے استعمال سے کسی عضو کے ضائع ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہو اور گرم پانی نہ مل سکتا ہو۔

۷۔ کسی دشمن یا درندہ کا خوف ہو مثلاً پانی ایسے مقام پر ہو جہاں پر درندے وغیرہ آتے ہوں یا راستہ میں چوروں کا خوف ہو یا اس پر کسی کا قرض ہو یا کسی سے عداوت ہو اور یہ خیال ہو کہ اگر پانی لینے جائے گا تو وہ قرض خواہ یا وہ دشمن اس کو قید کر لے گا یا کسی قسم کی تکلیف دے گا، یا کسی فاسق کے پاس پانی ہو اور عورت کو اس سے پانی لینے میں اپنی بے حرمتی کا خوف ہو۔

۸۔ پانی کھانے پینے کی ضرورت کے لئے رکھا ہو کہ اگر وضوء یا غسل میں خرچ کر دیا جائے گا تو اس ضرورت میں حرج ہوگا، مثلاً آٹا گوندھنے یا گوشت وغیرہ پکانے کے لئے رکھا ہو، یا پانی اس قدر ہو کہ اگر وضوء یا غسل میں صرف کر دیا جائے تو پیاس کا خوف ہو، خواہ اپنی پیاس کا یا کسی اور آدمی کا یا اپنے جانور کا، بشرطیکہ کوئی ایسی تدبیر نہ ہو سکے جس سے مستعمل (استعمال کیا ہوا) پانی جانوروں کے کام آسکے۔

۹۔ کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو کنویں میں ڈال کر تر کرے اور اسے نچوڑ کر پانی حاصل کر سکے، یا پانی مٹکے (جس برتن میں پانی ہو) وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا (پانی کا برتن) جھکا کر پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ ناپاک ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال کر دے دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے۔

۱۰۔ وضوء یا غسل کرنے میں ایسی نماز کے چلے جانے کا خوف ہو جس کی قضاء نہیں ہے جیسے عیدین اور جنازہ کی نماز۔

۱۱۔ پانی کا بھول جانا مثلاً کسی شخص کے پاس پانی ہو اور وہ اس کو بھول گیا اور اس کے خیال میں ہو کہ میرے پاس نہیں۔ (علم الفقہ ص ۱۰۴ جلد اول، منیۃ المصلی ص ۴۲، درمختار ص ۲۲۹ جلد اول بہشتی زیور ص ۶۷ جلد اول طہور المسلمین از میاں صاحب ص ۱۱)

مسئلہ:۔ جو شخص وضوء اور غسل دونوں سے معذور ہو وہ حالت جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں ایک تیمم بہ نیت غسل و وضوء کر لے تو اس کے لئے کافی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۳ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۲۱۴ جلد ۱ اول باب التیمم)

مسئلہ:۔ فالج شدہ مریض جو خود وضوء کرنے سے مجبور ہے اور گرم پانی کے بغیر وضوء نہ کر سکتا ہو، اگر اس کے پاس کوئی وضوء کرانے والا نہ ہو یا گرم پانی موجود نہ ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۵ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۲۱۵ جلد اول)

پاؤں اور سر پر مسح تیمّم مشروع نہ ہونے کی وجہ

مسئلہ:۔ تیمم دو اندا موں، ہاتھ اور منہ کے ساتھ مخصوص ہونا اور پاؤں اور سر پر تیمم مشروع نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ مٹی کا سر پر ڈالنا ناپسند و مکروہ امر شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ مٹی کا سر پر

ڈالنا مصائب اور تکالیف کے وقت لوگوں میں مروج ہے، اس وجہ سے سر پر مٹی ملنا یعنی مسح کرنا مشروع نہیں ہوا، کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ اور لوگوں میں مکروہ وناپسند ہے، اور تیمم میں پیروں پر ہاتھ پھیرنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ پیر تو خود ہی گرد وغبار سے آلودہ رہتے ہیں اور حکم ایسی چیز کا دیا جاتا ہے جو پہلے سے نہ پائی جاتی ہو تاکہ نفس میں اس کے کرنے سے تنبیہ پائی جائے۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۱)

وضوء اور غسل کے تیمّم میں فرق نہ ہونے کی وجہ

جنبی یعنی جس پر غسل واجب ہو اور بے وضوء کا تیمم یکساں ہونے میں یہ حکمت ہے کہ جب بے وضوء شخص کے لئے تیمم میں ہاتھ اور منہ پر مسح کرنے کے بعد سر اور پاؤں کا مسح ساقط ہوگیا تو ان ہی اعضاء یعنی ہاتھ اور منہ پر مسح کرنے کے بعد جنبی کے لئے سارے بدن کا مسح (ہاتھ پھیرنا) بدرجہ اولیٰ ساقط ہوجانا چاہیئے کیونکہ سارے بدن کا مسح کرنے میں تکلیف اور حرج ہے جو رخصت تیمم کے منافی اور مناقض ہے اور سارے بدن پر مٹی ملنے میں خداتعالیٰ کی افضل مخلوقات یعنی انسان کو خاک میں لوٹنے میں بہائم (جانوروں) کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، پس جو کچھ شریعت حقہ نے مقرر کیا ہے، حسن وخوبی اور عدل میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوسکتی ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۰)

مسئلہ:۔ وضوء اور غسل کے تیمم میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔ (صرف نیت کا فرق ہے) (آپ کے مسائل ص ۶۴ جلد ۲)

مسئلہ:۔ جو شخص وضوء اور غسل کرنے سے معذور ہو وہ جنابت (ناپاکی) کی حالت میں ایک ہی تیمم غسل اور وضوء کی نیت سے کرلے۔ اس کے لئے کافی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ جیسا کہ بے وضوء آدمی پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے، اسی طرح جس کو نہانے کی ضرورت ہو وہ بھی پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل کے لئے تیمم کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۲ جلد اول)

تیمّم کے لئے کتنا بڑا ڈھیلا ہوں؟

مسئلہ:۔ تیمّم میں احوط (احتیاط) یہ ہے کہ ڈھیلا اتنا بڑا ہو جس پر دونوں ہاتھ ایک دفعہ ضرب (مار) کرسکیں، یا کم ازکم اتنا بڑا ہو کہ ایک ہاتھ پورا یعنی ہتھیلی مع انگلیوں کے اس پرآجائے اور یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کو اس پر مار سکیں، کیونکہ بعض علماء کے نزدیک ضرب تیمّم کا رکن ہے۔ (امداد الاحکام ص ۳۸۷ جلد اول)

ایک ڈھیلے پر متعدد بار تیمّم کرنا

مسئلہ:۔ بعض مساجد میں تیمّم کرنے کے واسطے مٹی کا ایک گولہ بنالیتے ہیں، اس مٹی کے گولہ پر بار بار تیمّم کرنا درست ہے اور اس پر نجاست حکمی کا اثر نہیں ہوتا۔ درمختار میں تصریح ہے کہ ایک جگہ پر بار بار تیمّم کرنا صحیح ہے (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۱ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۲۲۰ جلد اول باب التیمم)

مسئلہ:۔ ایک مقام سے اور ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمّم کریں تو درست ہے۔ (کبیری ص ۸)

مسئلہ:۔ اگر تیمّم کرنے والوں کے ہاتھ کی جھاڑی ہوئی کافی مٹی جمع ہو جائے تو اس مٹی پر بھی تیمّم کرنا جائز ہے، قطعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ (کشف الاسرار ص ۲۵ جلد ۲)

مسئلہ:۔ مسجد کی چونا پھری ہوئی دیوار پر تیمّم درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۲ جلد اول بحوالہ ہدایہ ص ۵۳ جلد اول وتفصیل امداد الفتاویٰ ص ۷۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ لکڑی، کپڑے پر بغیر غبار کے تیمّم درست نہیں ہے، اسی طرح سبز اور خشک گھانس کا حکم ہے۔ اور پتھر، دیوار کچی و پکی و چونہ پر بلا غبار بھی تیمم درست ہے۔ لکڑی وغیرہ پر تھوڑا غبار بھی کافی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۴ جلد اول بحوالہ غنیہ ص ۷۴)

تیمّم کے ڈھیلے سے استنجاء کرنا

مسئلہ:۔ جس ڈھیلے سے تیمّم کیا ہوا سے یا اس میں سے توڑ کر ڈھیلہ سے استنجاء میں استعمال کرنا جائز تو ہے مگر اچھا نہیں ہے، فقہاء نے ناپاک جگہ وضوء کرنے کو خلاف ادب کہا ہے، اور

وجہ یہی لکھی ہے کہ وضوء کا پانی قابل حرمت ہے، پس ایسے ہی تیم کا ڈھیلا بھی ہے۔

(امداد الاحکام ص ۳۸۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ تیمم کے لئے پاک مٹی ہونا ضروری ہے، ناپاک زمین جو خشک ہو جائے ایسی مٹی استعمال کئے گئے پانی کی طرح ہے، یعنی خود تو پاک ہے مگر پاک کرنے والی نہیں ہے، ایسی زمین پر خشک ہونے کے بعد نماز تو پڑھ سکتے ہیں مگر اس سے تیمّم درست نہیں ہے۔

(کشف الاسرار ص ۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ پاک گیلی مٹی سے جس پر پانی غالب نہیں ہے تیمّم جائز ہے مگر گیلی مٹی سے تیمم اس وقت کرنا چاہیئے جب وقت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو، تاکہ بلاضرورت بدشکل بننے کی نوبت نہ آئے۔ (کشف الاسرار ص ۱۲ جلد ۲)

جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے اور جن سے جائز نہیں

۱۔ مٹی یا مٹی کی قسم سے جو چیز ہو اس سے تیمّم جائز ہے اور جو مٹی کی قسم سے نہ ہو، اس سے جائز نہیں، جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم نہ ہوں اور جل کر راکھ ہو جائیں اور وہ چیزیں مٹی کی قسم سے ہیں جیسے ریت اور پتھر کی اقسام عقیق، زبرجد، فیروزہ، سنگ مرمر، ہڑتال، سنکھیا وغیرہ اور جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم ہو جائیں یا جل کر راکھ ہو جائیں وہ مٹی کے قسم سے نہیں جیسے کپڑا، لکڑی وغیرہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں اور سونا چاندی وغیرہ کہ جلنے سے نرم ہو جاتی ہیں، ان سے تیمم جائز نہیں ہے۔

۲۔ جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں، اگر ان پر غبار ہو تو ان سے بوجہ اس غبار کے تیمم جائز ہے جیسے کسی کپڑے یا لکڑی یا سونے چاندی وغیرہ پر غبار ہو تو ان سے تیمّم جائز ہے۔

۳۔ کسی نجس (ناپاک) چیز پر غبار ہو تو اگر وہ غبار اس پر خشکی کی حالت میں پڑا ہو، اور اس سے تیمّم کرنے میں نجاست کے کسی چیز کے آنے کا خوف نہ ہو تو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ کسی حیوان یا انسان یا اپنے اعضاء پر غبار ہو تو اس سے تیمم جائز ہے جیسے کسی نے جھاڑ دی، اس سے غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑ جائے اور ہاتھ سے مل لے تو تیمم ہو جائے گا۔

۵۔ اگر کوئی ایسی چیز جس سے تیمم جائز نہیں مٹی وغیرہ کے ساتھ مل جائے تو غالب کا اعتبار ہوگا، اگر مٹی وغیرہ غالب ہے تو تیمم جائز ہوگا ورنہ نا جائز،
(علم الفقہ ص ۱۰۵ جلد اول، ہدایہ ص ۲۶ جلد اول، شرح نقایہ ص ۲۶ جلد اول، کبیری ص ۶۷)

مسئلہ:۔ دیوار پتھر کی ہو یا پختہ اینٹوں کی یا کچی اینٹوں کی بشرطیکہ پاک ہو تو اس پر تیمم جائز ہے (نماز کے مسنون اعمال ص ۱۳۹، احسن الفتاویٰ ص ۵۷ جلد ۲، رد المحتار ص ۲۲۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ اناج مثلاً گیہوں، جو، باجرہ وغیرہ پر اگر گرد و غبار ہو تو تیمم جائز ہے، ورنہ نہیں۔
(شرح وقایہ ص ۹۰ جلد اول، کبیری ص ۶۷ کتاب الفقہ ص ۲۵۵ جلد اول، طہور المسلمین ص ۱۷)

تیمّم کے احکام

مسئلہ:۔ جن چیزوں کیلئے وضوء فرض ہے ان کے لئے وضوء کا تیمم بھی فرض ہے اور جن کے لئے وضوء واجب ہے ان کے لئے وضوء کا تیمم بھی واجب ہے اور جن کے لئے وضوء سنت یا مستحب ہے ان کے لئے وضوء کا تیمم بھی سنت یا مستحب ہے اور یہی حال غسل کے تیمم کا ہے بقیاس غسل کے۔ (مثلاً کوئی وضوء کرنے سے معذور ہے اور وہ وضوء کے بدلے میں جو تیمم کرے گا تو وہ تیمم بھی فرض ہی رہے گا۔ علی ہذا القیاس)

مسئلہ:۔ اگر کسی کو حدث اکبر ہو (یعنی نہانے کی حاجت ہو) اور مسجد میں جانے کی اس کو سخت ضرورت ہو اس پر تیمم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ جن عبادتوں کے لئے دونوں حدثوں سے طہارت شرط نہیں جیسے سلام، سلام کا جواب وغیرہ، ان کے لئے وضوء و غسل دونوں کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدث اصغر سے طہارت (پاکی) شرط نہ ہو جیسے قرآن شریف کی تلاوت بغیر ہاتھ لگائے یا اذان وغیرہ، ان کے لئے صرف وضوء کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو جیسے گدھے کا جھوٹا پانی تو ایسی حالت میں وضوء یا غسل کر لے، اس کے بعد تیمم کرے۔

مسئلہ:۔ اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں، وہ سب دوبارہ پڑھنا چاہیئے۔

مثال:۔ کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں، یا کوئی شخص اس سے کہے کہ اگر تو وضوء کرے گا تو میں تجھ کو مار ڈالوں گا وغیرہ۔

(علم الفقہ ص ۱۰۵ جلد اول وطہور المسلمین ص ۱۸ کشف الاسرار ص ۲۵ جلد ۲)

تیمّم جن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے

مسئلہ:۔ جن چیزوں سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضوء کا تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر وضوء اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمّم کیا جائے تو جب وضوء ٹوٹ جائے گا تو وہ تیمّم وضوء کے حق میں ٹوٹ جائے گا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل کی واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے۔

مسئلہ:۔ جس عذر کے سبب سے تیمّم کیا گیا تھا، اس کے زائل ہو جانے سے تیمّم جاتا رہے گا اگر چہ اس کے ہی بعد فوراً دوسرا عذر پیدا ہو جائے مثلاً کسی شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا تھا پھر جب پانی ملا تو وہ بیمار ہو گیا۔ (پھر بیماری کا تیمّم الگ کرے۔)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص سوتا ہوا اونگھتا ہوا پانی کے پاس سے گذرے تو اس کا تیمّم نہ جائے گا اس لئے کہ وہ ایسی حالت میں پانی پر پہنچا تھا جس میں اس کو پانی کے استعمال پر قدرت نہ تھی مگر اس میں شرط یہ ہے کہ اس طرح سویا ہو کہ جس سے وضوء نہ ٹوٹے یا تیمّم غسل کے عوض میں کیا ہو مثلاً کوئی شخص گھوڑے یا گاڑی پر بیٹھا ہوا سو جائے اور اثنائے راہ میں اسے کوئی چشمہ یا ندی وغیرہ ملے تو اس کا تیمّم نہ جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خان، فتح القدیر)

یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر تیمّم کا وضوء ہوگا اور اسی طرح سو جائے گا جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے تو تیمّم اس کا سونے سے ٹوٹ جائے گا، پانی ملنے کو کچھ دخل نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص ریل یا جہاز پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے سے تیمّم کیا ہو اور راستہ میں چلتی ہوئی ریل سے اس کو پانی کے چشمے، ندی وغیرہ نظر آئیں تو اس کا تیمّم نہ جائے گا، کیونکہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں ہے۔

(علم الفقہ ص ۱۰۸ جلد اول، منیہ ص ۳۰ درمختار ص ۴۳ جلد اول)

مسئلہ :۔ تیمّم ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور تیمّم والا شخص جس نے پانی کے نہ ملنے پر تیمّم کیا تھا پانی کو دیکھ لے جس کے استعمال پر قادر ہو تو اس کا تیمّم ٹوٹ جائے گا۔(ہدایہ ص ۲۷ جلد اول، شرح نقایہ ص ۲۷ جلد اول، کبیری ص ۸۴)

مسئلہ :۔ جس پر غسل واجب تھا اس نے اگر بعد عذر شرعی تیمم کیا اس عذر کے ختم ہونے پر وہ تیمّم بھی زائل ہو جائے گا۔ مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا تھا تو اگر پانی مل گیا اور قدرت ہوگئی تو تیمّم جنابت کا ٹوٹ جائے گا۔ یا اگر مرض کی وجہ سے کیا تھا تو جس وقت وہ مرض زائل ہوگا تیمّم ٹوٹ جائے گا، یا کوئی بات غسل کو واجب کرنی والی پائی جائے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا۔ اور نواقض وضوء یعنی وضوء کو توڑنے والی چیزوں سے مطلقاً وہ تیمّم نہ ٹوٹے گا۔ مثلاً اس نے مرض کی وجہ سے تیمّم جنابت کیا یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا اور پھر حدث موجب وضوء یعنی وضوء کو توڑنے والی چیزیں پیش آ گئی تو اس سے تیمّم جنابت (ناپاکی) کا نہیں ٹوٹے گا۔ (صرف وضوء کا ٹوٹے گا غسل کا باقی رہے گا۔) وضوء کے لئے پھر تیمّم کرے۔

(فتائی دار العلوم ص ۲۵۹ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۲۳۴ جلد اول باب التیمم)

تلاوت کی نیت سے تیمّم کیا تو اس سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔ ایک مریض کے لئے پانی مضر ہے، اس نے قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمّم کیا تو اس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی ایسی عبادت کے لئے تیمّم کیا جو خود بالذات ہو اور اس کے لئے طہارت (پاکی) بھی ضروری ہو تو اس تیمّم سے نماز صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں ہے، مذکورہ بالا دونوں شرطیں پائی جائیں تو اس سے نماز ہوگی، اور اگر دونوں شرطیں یا دونوں میں سے ایک مفقود ہو تو اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

پس اگر بے وضوء شخص نے زبانی تلاوت کے لئے تیمّم کیا تو اس میں دوسری شرط مفقود ہے یعنی طہارت ضروری نہیں۔ (کیونکہ زبانی تلاوت کے لئے وضوء ضروری نہیں ہے) اور اگر قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کیلئے تیمّم کیا تو پہلی مفقود ہے یعنی یہ عبادت مقصودہ نہیں ہے، اس لئے ان دونوں صورتوں میں اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا، البتہ تیمّم کرتے وقت

صرف تلاوت کی نیت کی بجائے طہارت کاملہ کی نیت کرے تو اس سے نماز بھی درست ہے، اور اگر ناپاک شخص نے جس کو نہانے کی حاجت ہو تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو وہ اس تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ تلاوت عبادت مقصودہ ہے اور اس کے لئے جنابت (ناپاکی) سے طہارت (پاکی) بھی شرط ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۶۰ جلد۲ بحوالہ ردالمختار ص ۲۲۶ جلداول)

مسئلہ :۔ پانی کے ہوتے ہوئے (تندرست کے لئے) قرآن شریف پڑھنے کے لئے تیمم درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۶۴ جلداول بحوالہ ردالمختار ص ۲۲۶ جلداول)

بیماری میں مریض کی طبیعت کا اعتبار ہے یا طبیب کا؟

سوال:۔ علالت کے وقت جو تیمم جائز ہے اس میں طبیعت بیمار کا دخل ہے یا طبیب حاذق کو دخل ہے؟

جواب:۔ درمختار کی عبارت سے معلوم ہوا کہ تیمم میں طبیعت و تجربہ و ظن غالب بیمار کو بھی دخل ہے اور طبیب حاذق کے قول کو بھی، ان میں جو بھی پایا جائے تیمم جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۸ جلداول بحوالہ ردالمختار ۲۱۵ جلداول)

وقت کی تنگی کے باعث تیمم کرنا

سوال:۔ صبح کو دیر میں آنکھ کھلی کہ اگر پانی گرم کرتا ہے تو نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو کیا نماز پڑھنے والا اداء وقت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے؟ کیونکہ سردی کی وجہ سے ٹھنڈے پانی سے غسل نہیں کر سکتا۔

جواب:۔ جبکہ اس کو قدرت گرم پانی کی ہے تو تیمم جائز نہیں ہے، نماز قضاء پڑھ لے مگر غسل اور وضوء ضرور کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۴۳ جلداول بحوالہ ردالمختار ص ۱۲۶ جلداول باب التیمم واحسن الفتاویٰ ص ۵۴ جلد۲)

بیمار کو نجاست لگ جائے اور پانی نقصان کرے

سوال:۔ بیمار کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے، پانی نقصان کرتا ہے تو کس طرح پاکی حاصل کرے؟

جواب:۔ بدن پر نجاست ہو تو اس کو دھولے، بعد میں تیمم کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۴ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۲۱۵ جلد اول وص ۳۰۲ جلد اول، باب الانجاس)

مسئلہ:۔ جو مریض وضوء کر سکتا ہے مگر غسل نہیں کر سکتا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وضوء کرے اور غسل کی جگہ تیمم کرے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۲۶۲ جلد ا، عالمگیری ص ۲۶ جلد ا)

مسئلہ:۔ جس پر غسل واجب ہے اس کے پاس صرف وضوء کے قابل پانی ہے اور جسم بھی نجس ہے تو وہ جسم کو دھوئے اور غسل اور وضوء کے لئے تیمم کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۲ جلد اول بحوالہ عالمگیری ص ۲۸ جلد اول باب التیمم)

مسئلہ:۔ جس پر غسل واجب ہے اس کے پاس صرف وضوء کے قابل پانی ہے غسل کے لائق نہیں ہے اس صورت میں دونوں طرح جائز ہے کہ نماز کے لئے وضوء اور غسل کے لئے تیمم خواہ پہلے تیمم کرے یا پہلے وضوء کرے اور پھر تیمم جنابت کے لئے کرے، دونوں طرح جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۲ جلد اول)

بلا ناغہ احتلام ہونے پر تیمم کرنا

سوال:۔ مجھ کو عارضہ احتلام کا ہے شاید ہی کوئی شب ناغہ ہو جاتی ہے اب موسم سرد ہے، فجر کی نماز بحالت جنابت پڑھوں؟ کیونکہ صبح کو غسل کرنے سے نمونیہ کا اندیشہ ہے؟

جواب:۔ حکم شرعی ایسی صورت میں یہ ہے کہ اگر گرم پانی سے غسل کرنا مضر نہ ہو تو گرم پانی سے غسل کر کے صبح کی نماز وقت پر ادا کی جائے اور اگر گرم پانی سے بھی خوف مرض بہ گمان غالب ہو یا گرم پانی نہ ہو تو تیمم کر کے صبح کی نماز وقت پر پڑھیں اور بعد میں گیارہ بجے حسب عادت غسل کر کے (جب غسل مضر نہ ہو) باقی نمازیں اوقات نماز میں ادا کریں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۸ جلد اول بحوالہ غنیۃ ص ۶۴)

مسئلہ:۔ غسل اور وضوء کا تیمم ایک ہی ہے ایک تیمم دونوں کے لئے کافی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۸ جلد اول، وہدایہ ص ۲۵ جلد اول وکبیری ص ۸۱ وکتاب الفقہ ص ۲۶۳ جلد اول)

سوال:۔ جس عورت کو غسل کرنے میں تکلیف ہوتی ہو۔ سوال زید کی صرف ایک بیوی ہے، اکثر وہ بیمار رہتی ہے اور جب وہ غسل کرتی ہے تو کمزوری کی وجہ سے کبھی زکام ہو جاتا ہے اور

کبھی کان اور سر میں درد۔اسی خوف سے وہ اپنے شوہر کی خواہش ہمبستری کو مسترد کردیتی ہے،جس کی وجہ سے زید کو ارتکاب گناہ کا خوف ہے،ایسی صورت میں زید کی بیوی تیمم سے نماز ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔درمختار میں ہے کہ اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہوتو سر کو نہ دھوئے اور وہ سر کا مسح کرے اور یہی احوط ہے(اس میں زیادہ احتیاط ہے۔)

دوسرے موقع میں درمختار میں اس کو واجب لکھا ہے،یعنی اگر سر کا مسح کرسکے اور اس میں خوف مرض نہ ہوتو سر کا مسح کرے،ورنہ سر کو پٹی سے باندھ کر اس پر مسح کرے۔اور وہ عورت اپنے شوہر کو جماع سے منع نہ کرے۔اور ایک روایت میں یہ بھی نقل ہے کہ جس کے سر میں درد ہے کہ مسح بھی نہ کرسکے تو وہ تیمم کرے۔اور اس اخیر عبارت شامی میں تصریح ہے کہ تندرست آدمی کو اگر غسل سے خوف حدوث مرض بظن غالب یا تجربہ سابقہ کے موافق ہو تو وہ تیمم کرسکتا ہے،لہٰذا اس صورت میں وہ عورت تیمم کرے اور شوہر کو جماع سے نہ روکے، تیمم کرنا اس کو تا زوال خوف لحویق عوارض مذکورہ درست ہے،پھر جب وہ خوف نہ رہے تو غسل کرے۔(فتاوی دارالعلوم ص۲۶۴ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص۱۴۲ جلد اول دباب مسح علی الخفین ص۲۳۹ جلد اول)

بڑھاپے کی وجہ سے تیمم کرنا

سوال:۔اگر کسی شخص کو بوجہ ضعف وبیماری یا پیری پانی ضرر رساں ہو یا خوف ضرر ہو یا پانی کا استعمال اس پر گراں وسخت ہو اور تحمل نہ کرسکے تو کیا وہ تیمم کرسکتا ہے؟

جواب:۔تیمم بحالت عذر جیسا کہ وضوء سے ہوتا ہے ویسا ہی غسل سے بھی ہوتا ہے اور اس تیمم سے نماز فرض ونفل وتلاوت وغیرہ سب درست ہے۔اور وہ عذر جس سے تیمم حدث وجنابت درست ہے یہ ہے کہ مریض کو اشتداد مرض یا امتداد مرض کا خوف ہو،یعنی وضوء کرنے یا غسل کرنے سے اس کا مرض بڑھ جائے گا یا ممتد ہوجائے گا(پھیل جائے گا) یا سردی کی وجہ سے ہلاک یا بیمار ہوجائے گا،محض اس وجہ سے کہ ٹھنڈا پانی برا معلوم ہو،اور گراں ہو اور اس سے تکلیف ہوتی ہو تیمم درست نہیں ہے بلکہ اندیشہ یہ ہو کہ مرجائے گا یا بیمار ہوجائے گا اس وقت

تیمّم درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۴۹ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۲۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ جب تک بیماری وغیرہ کا کوئی عذر نہ ہو تیمّم اس کے لئے درست نہیں ہے اور اگر ٹھنڈے پانی سے موسم سرما میں ضرر کا اندیشہ ہو تو اگر پانی گرم کرنے کی قدرت ہے تو پانی گرم کرا کر اس سے وضوء کرے، تیمّم ایسی حالت میں بھی درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۷ جلد اول بحوالہ عالمگیری ص ۳۶ جلد اول)

حالت بخار میں تیمّم

مسئلہ:۔ بخار اگر ایسا ہے کہ پانی سے مضرت اور مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہے تو تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۷ جلد اول)

اندیشہ بخار میں تیمّم

سوال:۔ ایک شخص کو ٹھنڈے پانی سے وضوء کرنے سے سردی ہو کر بخار ہونے کا اندیشہ ہے، اگر یہ شخص گرم پانی سے وضوء کرنا چاہے تو اس کو یا اس کی بیوی کو اکثر پانی گرم کرنے میں تکلیف ہوتی ہے تو کیا وہ تیمّم کر سکتا ہے؟

جواب:۔ جبکہ پانی گرم کر کے وضوء کرنے کی استطاعت ہے تو تیمّم کرنا اس کو درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۷ جلد اول، بحوالہ عالمگیری ص ۲۶ جلد اول باب التیمم)

مسئلہ:۔ اگر پانی کے استعمال سے مریض کے مرجانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا یہ خوف ہو کہ پانی کے استعمال کرنے سے مرض دیر میں جائے گا تو سب صورتوں میں تیمّم جائز ہوگا۔ اگر کوئی بالفعل تندرست ہے لیکن گمان غالب ہے کہ پانی کے استعمال سے مریض ہو جاؤں گا تو تیمّم جائز ہے، اگر وضوء کر سکتا ہے لیکن غسل کرنے سے نقصان ہوتا ہے تو وضوء بھی کرلے اور غسل کی جگہ تیمّم کرلے، اگر ٹھنڈے پانی سے مرض وغیرہ کا اندیشہ ہے اور گرم پانی میسر نہیں آتا تو تیمّم جائز ہے، اگر ایسی سخت سردی ہے کہ گرم پانی سے غسل کرنے میں مرض یا موت کا اندیشہ ہے تو تیمّم جائز ہے خواہ یہ صورت جنگل میں پیش آئے یا بستی میں۔

نوٹ:۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ سخت سردی میں ہمیشہ تیمّم جائز ہو گیا کیونکہ

بہت سخت سردی میں گرم پانی سے غسل کر کے عموماً نہ کوئی بیمار ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے، البتہ اگر کسی خاص مقام میں اتفاق سے ایسی سخت سردی ہو کہ گرم پانی سے بھی ضرر ہو اور کوئی ایسا کپڑا وغیرہ نہ ہو جس کو غسل کے بعد اوڑھ کر گرمائی حاصل کی جائے وہاں پر تیمم جائز ہوگا۔ (طہور المسلمین ص ۱۴)

ریل و بس میں تیمّم کی شرائط

مسئلہ:۔ ریل گاڑی اور موٹر میں تیمم سے نماز کی صحت کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ ریل گاڑی کے کسی ڈبہ میں بھی پانی نہ ہو۔

۲۔ راستہ میں ایک میل شرعی (۸۳ء۱ کلومیٹر) کے اندر کہیں پانی کے وجود کا علم نہ ہو۔

۳۔ اگر ریل گاڑی یا موٹر کے تختے پر اتنا غبار ہو کہ بخوبی ہاتھ کو لگے تو اس پر تیمم کر لے ان میں سے کسی ایک شرط پر قدرت نہ ہو تو جیسے بھی ممکن ہو پڑھ لے مگر بعد میں قضاء کرے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۵۵ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۲۱۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ ریل میں یقین ہو کہ نماز کے وقت کے اندر پانی مل جائے گا تو نماز مؤخر کرنا مستحب ہے، اگر پانی مل جائے تو وضوء کر کے نماز ادا کرے، اگر نہ ملے تو اور وقت تمام ہونے کا اندیشہ ہے تو تیمم کر کے نماز اداء کرے۔

مسئلہ:۔ ریلوے اسٹیشن پر اگر پانی دینے والا غیر مسلم ہے تو اس سے پانی لے کر وضوء کر لینا جائز ہے۔ ہاں اگر یقین ہو کہ اس کا برتن ناپاک ہے تو تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۰ جلد اول بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۲۱۴)

اسٹیشن پر جو پانی تقسیم ہوتا ہے وہ عموماً پاک ہوتا ہے اور ان کا برتن بھی، لہٰذا شبہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

زخمی اور چیچک کے مریض کے لئے تیمّم کا حکم

سوال:۔ اگر کسی کے ہاتھ پاؤں اور چہرے پر خارش کی پھنسیاں ہوں اور پانی نقصان کرتا ہو تو کیا یہ شخص غسل اور وضوء کے لئے تیمم کر سکتا ہے؟

جواب:۔اگر وضوء کے اعضاء (چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں) میں سے اکثر پر زخم ہوں تو تیمّم کرے، ورنہ صحیح اعضاء کو دھوئے اور زخمی حصہ پر مسح کرے، اور غسل کا بھی یہی حکم ہے، مگر اس میں اعضاء کے عدد کی بجائے پورے بدن کی پیمائش کو دیکھا جائے گا، اگر آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں تو تیمّم کرے اور اگر آدھے بدن پر یا اس سے کم پر ہوں تو مسح کرے، اگر تندرست بدن پر پانی بہانے سے زخمی حصہ کو پانی سے بچانا مشکل ہوں تو مسح کرے، اگر تندرست بدن پر پانی بہانے سے زخمی حصہ کو پانی سے بچانا مشکل ہو تو اتنا تندرست حصہ زخمی کے حکم میں شمار ہوگا (احسن الفتاویٰ ص ۵۸ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۲۴۷ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر زخم یا پٹی پر مسح نہیں ہوسکتا تو پھر تیمّم درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۴۶ جلد اول بحوالہ ردالمختار باب المسح علی الخفین ص ۲۵۸ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر دونوں ہاتھوں پر پھنسیاں ہوں اور انکو پانی نقصان کرتا ہے تو تیمّم درست ہے، البتہ اگر کوئی دوسرا شخص وضوء کرانے والا ہو تو جواز تیمّم میں اختلاف ہے، ارجح واحوط عدم جواز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۵۶ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۲۳۸ جلد اول)

مسئلہ:۔تمام چہرے پر مہاسے ہیں جن میں خون اور پیپ ہے، پانی لگنے سے مہاسوں سے خون نکلنے لگتا ہے، اگر واقعی اتنی سخت تکلیف ہے اور مسح بھی نہیں کرسکتے تو تیمّم جائز ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۶۵ جلد ۳ تفصیل مظاہر حق ص ۲۷۵ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کسی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہو تو نہانا واجب نہیں ہے بلکہ تیمّم کرلے۔ (بہشتی زیور ص ۶۷ جلد اول بحوالہ منیہ ص ۳۲)

مسئلہ:۔اگر بدن پر جا بجا زخم ہیں، یا چیچک نکلی ہوئی ہے تو تیمّم جائز ہے، اگر جا بجا نہیں ہے، ایک جگہ بدن کے نصف حصہ سے زیادہ پر ہیں، جب بھی غسل کی جگہ تیمّم جائز ہے۔ اور باقی اعضاء کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے، اگر چار اعضاء میں سے صرف ایک اچھا ہے تو وضوء کی جگہ تیمّم کرسکتا ہے اس عضو کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً چہرہ صحیح ہے، ہاتھ، پاؤں، سر زخمی ہیں تو تیمّم کرے، چہرہ دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے ہی اگر ہاتھ پاؤں چہرہ زخمی ہے صرف سر صحیح باقی ہے تو تیمّم جائز ہے، سر کا مسح نہ کرے یعنی سر نہ دھوئے۔

قاعدہ:۔ یہ ہے کہ وضوء میں اعضاء کا شمار اور گنتی کا اعتبار ہے، اگر ایک یا دو اعضو زخمی ہیں تو وضوء کرنا چاہیئے ، صحیح سالم اعضاء کو دھولے اور باقی اعضاء پر مسح کرے، اور اگر تین اعضاء میں عذر ہے تو بس وضوء معاف ہوا۔ اب تیمم کرے جو حصہ صحیح وسالم ہے اس کو بھی نہ دھوئے اور غسل میں اعتبار ہے پیائش اور مساحت کا، جب آدھے سے زیادہ بدن کے دھونے سے معذور ہو تو تیمم جائز ہے اور جب زیادہ حصہ صحیح ہو تو اس کو دھونا باقی پر مسح کرنا ضروری ہے، غسل میں اعضاء کا شمار معتبر نہیں۔

دیکھو! اگر کوئی سینہ سے پاؤں تک زخمی ہو تو تیمم جائز ہے حالانکہ جو اعضاء تندرست ہیں وہ شمار میں زیادہ ہیں (مثلاً ہاتھ، سر، آنکھ، ناک، کان وغیرہ) اگر ہاتھ میں ایسے زخم ہوں کہ ان کو پانی میں نہیں ڈال سکتا اور دوسرے اعضاء بھی نہیں دھو سکتا تو تیمم جائز ہے، البتہ یہ بہتر ہے کہ کسی دوسرے سے پانی ڈلوا کر وضوء کرالے اگر نصف سے کم بدن پر زخم ہیں لیکن سالم جگہ پر پانی پڑنے سے زخموں کو تکلیف پہنچے گی تو تیمم جائز ہے۔

پانی کے ضرر کرنے اور بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ اسی حالت میں معتبر ہے کہ خود اپنی عادت سے معلوم ہو یا عام تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہو رہا ہو یا کوئی مسلمان معتبر طبیب کہے کہ ضرر ہوگا یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا (طہور المسلمین ص ۱۵)

نماز جنازہ اور سنت مؤکدہ کے لئے تیمم کرنا

مسئلہ:۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی عبادت کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو اور اس کی قضاء بھی نہ ہو تو پانی موجود ہونے کے باوجود اس کے لئے تیمم جائز ہے، اس لئے اگر نماز جنازہ کی آخری تکبیر سے قبل شرکت کی امید ہو تو تیمم جائز نہیں ورنہ تیمم کر کے شریک ہو سکتا ہے۔

نماز عید کا بھی یہی حکم ہے کہ فراغ امام کا خوف ہو تو تیمم کر کے شریک ہو جائے (جبکہ دوسری جگہ بھی نماز عید ملنے کی امید نہ ہو) اسی طرح چونکہ سنن مؤکدہ کی قضاء نہیں ہے لہٰذا ان کے فوت ہونے کا خوف ہو تو بھی پانی ہونے کے باوجود تیمم کر کے سنتیں پڑھ لے۔

(احسن الفتاوی ص ۵۹ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۲۲۴ جلد اول ومظاہر حق ص ۴۷۹، فتاوی رشیدیہ ص ۲۸۴ جلد اول)

مسئلہ :۔ نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو تیمّم کر کے نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ میت کا ولی نہ ہو۔ (کیونکہ نماز جنازہ میت کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے)

(ہدایہ ص ۲۸ جلد اول، شرح نقایہ ص ۲۵، کبیری ص ۸۱)

مسئلہ :۔ جس میت کو غسل دینے کا امکان نہ ہو تو اس کو تیمم کرا دیا جائے اور دفن کر دیا جائے۔ (شامی ص ۲۳۶ جلد اول)

مسئلہ :۔ جلدی میں تیمّم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو گیا، (نماز جنازہ تو ہو گئی لیکن) اس تیمم سے نماز فرض وقتیہ نہیں پڑھ سکتا، وضوء کر کے نماز وقتیہ پڑھنی چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۵ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۲۲۳ جلد اول باب التیمم)

مسئلہ :۔ اگر نماز جنازہ کی تمام تکبیرات چھوٹ جانے کا خوف ہو تو تیمّم کر سکتا ہے اگر چہ تیمم کرنے والا جنبی مرد و عورت ہو لیکن اگر ایسا نہیں ہے یعنی تکبیروں کے پالینے کا یقین غالب ہو یا معلوم ہو کہ اسکا انتظار لازمی طور پر ہو گا تو تیمّم درست نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ ایک نماز جنازہ تیمم سے پڑھ چکا تھا کہ دوسرا جنازہ لایا گیا، اس تیمم کرنے والے کو ان دونوں جنازوں کے درمیان وضوء کرنا ممکن ہوا تھا مگر پھر یہ امکان یا قوت زائل ہو گئی تو دوسرے جنازہ کے لئے دوبارہ تیمّم کرے، اگر دونوں کے درمیان وضوء کی قدرت پیدا نہ ہوئی تو دوبارہ تیمم کی ضرورت نہیں ہے پہلے ہی تیمم سے نماز جنازہ پڑھے۔

(کشف الاسرار ص ۱۵ جلد ۲)

کیونکہ یہاں پر تیمم کے مسائل چل رہے ہیں اس لئے یہ چند مسائل بیان کر دیئے ہیں، باقی غسل میت کے مکمل و مدلل مسائل غسل میں ملاحظہ فرمائیں، اور دعاء فرمائیں آئندہ مکمل و مدلل مسائل میت لکھنے کا خیال احباب کے اصرار پر ہے، جس میں آثار موت، غسل، کفن، نماز جنازہ، دفن، قبر پر کتبہ وغیرہ لگانا، اور ایصال ثواب اور روح وغیرہ سے متعلق تفصیل ہو گی۔ انشاء اللہ (طالب دعا محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

تیمّم کے متفرق مسائل

مسئلہ :۔ پانی کے ہوتے ہوئے قرآن شریف کو چھونے کے لئے تیمّم درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۰ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۲۲۵ جلد اول)

مسئلہ :۔ اگر قرآن شریف کو چھونے کے لئے تیمم کیا تو اس سے نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے اور اگر ایک وقت کی نماز کے لئے تیمم کیا، دوسرے وقت کی نماز بھی اس سے پڑھنا درست ہے اور قرآن شریف کا چھونا بھی اس تیمم سے درست ہے۔

مسئلہ :۔ کسی کو نہانے کی حاجت ہو، اور وضوء بھی نہیں ہے تو ایک ہی تیمم کرے دونوں کے لئے الگ الگ تیمم کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ :۔ کسی نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا اور وقت ابھی باقی ہے تو نماز کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے وہی نماز تیمم سے درست ہوگی (بہشتی زیور ص ۷۰ جلد اول، منیہ ص ۲۹)

مسئلہ :۔ اگر وضوء کا تیمم ہے تو وضوء کے موافق پانی ملنے سے تیمم ٹوٹے گا۔ اور اگر غسل کا تیمم ہے تو جب غسل کے موافق پانی ملے گا تب تیمم ٹوٹے گا، اگر پانی کم ملا تو تیمم نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ :۔ اگر بیماری کی وجہ سے تیمم کیا ہے تو جب بیماری جاتی رہے کہ وضوء اور غسل نقصان نہ کرے گا تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اب وضوء کرنا اور غسل کرنا واجب ہے۔

(بہشتی زیور ص ۷۰ جلد اول)

مسئلہ :۔ جتنی چیزوں سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور پانی مل جانے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (بہشتی زیور ص ۷۰ جلد اول بحوالہ شامی ص ۲۶۴ جلد اول)

مسئلہ :۔ جو چیز عذر کی وجہ سے جائز ہوتی ہے، اس عذر کے زائل ہو جانے کے بعد وہ باطل ہو جاتی ہے۔ (کشف الاسرار ص ۲۸ جلد ۲)

مسئلہ :۔ اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تب بھی تیمم اس پر درست ہے۔ ہاتھ پر گرد کا لگنا کچھ ضروری نہیں ہے، اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمم درست ہے چاہے اس پر گرد ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ :۔ اگر زمین پر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست پڑ گئی ہو اور دھوپ سے سوکھ گئی اور بدبو جاتی رہی تو زمین پاک ہو گئی، اس پر نماز درست ہے لیکن اس زمین پر تیمم کرنا درست نہیں ہے، جب کہ معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کو بتلانے، سکھانے کے لئے تیمم کر کے دکھلایا ہے لیکن دل میں اپنے تیمم کرنے کی نیت نہیں ہے بلکہ فقط اس کو سکھانا مقصود ہے تو اس کا تیمم نہ ہوگا یعنی تیمم سکھانے

والے کا، کیونکہ تیمّم درست ہونے میں تیمم کرنے کا ارادہ ہونا ضروری ہے، تو جب تیمّم کرنے کا ارادہ نہ ہو، بلکہ دوسرے کو بتلانا اور دکھلانا مقصود ہو تو تیمّم نہ ہوگا۔

(بہشتی زیور ص ۶۹ جلد اول بحوالہ منیہ ص ۲۹، شرح البدایہ ص ۵۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ تیمّم میں ہاتھوں پر کچھ مٹی وغبار لگ گیا ہو تو ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر اس کو جھاڑ لے، کیونکہ تیمّم میں خاک وغبار ملنا شرط نہیں ہے بلکہ (مٹی وغیرہ پر) ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ (البتہ تھوڑا بہت غبار بھی کہیں لگ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے) (طہور المسلمین ص ۲۳)

مسئلہ:۔ مرتد ہونے سے تیمّم نہیں ٹوٹتا مثلاً ایک مسلمان نے مجبوری میں تیمم کیا پھر وہ اس کے بعد اسلام سے پھر گیا یعنی مرتد ہو گیا اور پھر اللہ نے توفیق دی کہ مسلمان ہو گیا تو اگر اس درمیان میں وضوء نہیں ٹوٹا تو اس سابق تیمّم سے جو اسلام کی حالت میں کیا تھا نماز پڑھ سکتا ہے۔ (کشف الاسرار ص ۲۸ جلد ۲)

مسئلہ:۔ جنبی کو سردی سے مرض کا خطرہ ہے اور گرم پانی میسر نہ ہو یا اس سے بھی ضرر ظن غالب ہو تو تیمّم جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۵۶ جلد ۲ بحوالہ رد المحتار ص ۲۱۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ جنگل میں مویشی کو خطرہ ہو کہ اگر وہ وضوء کے لئے جائے تو مویشی کسی کے کھیت میں گھس جائیں گے، یا گم ہو جانے کا خوف ہو تو اس صورت میں تیمّم کرنا جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ جو شخص کسی ایسی جگہ بند ہو جہاں پر پانی نہیں ہے اور نماز کا وقت نکلنے والا ہو تو اس وقت تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور بعد میں لوٹا لے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ کوئی مسجد میں سو رہا تھا، اگر اس کو احتلام ہو گیا تو مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم ضروری نہیں ہے، البتہ اگر کسی عارضہ کی وجہ سے اس وقت نکلنا دشوار ہو تو تیمم ضروری ہے (یعنی اگر رات کو احتلام کی حالت میں مسجد سے نکلنا مشکل ہے تو تیمم کر لے۔)

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کے وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز ہے اور ایک سے زیادہ فرض کے لئے بھی درست ہے اور فرض نمازوں کے لئے بھی تیمّم جائز ہے جیسے نماز نفل کے لئے، کیونکہ ہمارے نزدیک تیمّم وضوء اور غسل کا مطلقاً بدل ہے، لہذا ایک تیمّم سے جتنی فرض، نفل چاہے پڑھ سکتا

ہے، جس طرح ایک وضوء سے پڑھ سکتا ہے۔ (کشف الاسرار ص ۱۵ جلد۲)

مسئلہ :۔ تیمم رکن وشرط کے چھوٹ جانے سے تیمم ہی نہیں ہوتا اور امور مسنونہ کے بلاضرورت عمداً ترک کرنے سے کبھی نہایت خفیف اور کبھی زیادہ کراہت آجاتی ہے لیکن تیمم بلاشبہ صحیح اور کافی ہوجاتا ہے، پس اگر کسی نے الٹے ہاتھ زمین پر مار کر تمام چہرے اور ہاتھوں سے مسح کرلیا تب بھی تیمّم ہوگیا، لیکن خلاف سنت اور مکروہ ہوا۔

مسئلہ :۔ اگر انگلیوں کو کشادہ نہ رکھا لیکن دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے ان کے اندر خلال ومسح کرلیا تب بھی صحیح ہوگیا۔

مسئلہ :۔ اگر ہاتھوں کو جھاڑا نہیں خوب منہ ہاتھوں پر مٹی مل لے تب بھی تیمم ہوگیا لیکن یہ فعل مکروہ ہوا۔

مسئلہ :۔ اگر بجائے ہاتھوں کے کسی رومال وغیرہ کو زمین پر مار کر اس کو چہرہ اور ہاتھوں پر پھیرلیا تو تیمم ہوگیا لیکن بلاعذر ایسا کرنا بہت مکروہ ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی دوسرے نے اپنے ہاتھ زمین پر مار کسی کا تیمّم کرادیا تو صحیح ہے بشرطیکہ اس کے ہاتھ مارنے سے پہلے اس نے تیمّم کا قصد اور نیت کرلی ہو۔

مسئلہ :۔ اگر چہرہ پر تیمّم کرکے چھوڑ دیا اور اتنی دیر کے بعد ہاتھوں پر مسح کیا کہ اگر بالفرض چہرہ پانی سے دھلا ہوتا تو اب تک خشک بھی ہوجاتا، تب بھی تیمم صحیح ہے۔

مسئلہ :۔ اگر پہلے ہاتھوں کا مسح کیا اور دوسری ضرب مار کر چہرہ پر مسح کیا تو بھی تیمم ہوگیا، لیکن خلافِ سنت اور کسی قدر مکروہ ہوا۔ (طہور المسلمین میاں صاحب ص ۲۴)

مسئلہ :۔ جو پانی میدان (راستوں پر سڑکوں کے کنارے) میں سبیل وقف کے طور پر رکھا ہوا ہے تو جب تک وہ پانی زیادہ مقدار میں نہ ہو تیمّم سے مانع نہیں ہے کم ہونے کی صورت میں یہ پانی پینے کے لئے سمجھا جائے گا اور اگر زیادہ مقدار میں ہے تو وضوء کے لئے بھی شمار ہوگا۔

(کشف الاسرار ص ۲۵ جلد۲)

اور آج کل تو عام راستوں میں استعمال کے لئے نل و پائپ لائن ہوتی ہے۔ ان کے استعمال کے لئے عام اجازت ہوتی ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ :۔ جمعہ کی نماز کے فوت ہونے کے خطرہ پر تیمّم نہیں کرسکتا، کیونکہ اگر جمعہ فوت ہو

جائے تو ظہر کی نماز پڑھ لے۔ (ہدایہ ص ۲۹ جلد اول، شرح نقایہ ص ۲۵ جلد اول کتاب الفقہ ص ۲۴۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ جس شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں کے مقام سے کٹے ہوئے ہوں تو جب وہ تیمّم کرائے کٹی ہوئی جگہ پر مسح کرائے۔ (کبیری ص ۶۴)

مسئلہ:۔ وہ شخص کہ جس نے تیمّم تو کرلیا تھا مگر ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی کہ پانی دستیاب ہوگیا تو اس کا تیمّم باطل ہو جائے گا۔ (مظاہر حق ص ۲۷۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ جب تک کوئی ناقض تیمّم (یعنی وضوء توڑنے والی) پیش نہ آئے تو ایک تیمّم سے سب فرائض وقتی، قضاء، نوافل، دوسرے وقت کی نماز سب پڑھ سکتا ہے (نماز مسنون ص ۱۴۵)

مسئلہ:۔ تیمّم میں بھی تنگ انگوٹھی اور کنگن ہلا لینا کافی ہے، کیونکہ اس کے ہلانے ہی سے اس کے نیچے کی جگہ کا تیمّم ہو جاتا ہے، اور فرض صرف مسح کرنا ہے، گرد (دھول) کا وہاں پہنچانا ضروری نہیں ہے۔

وضوء میں جن بالوں کا دھونا واجب ہے، تیمّم میں اس کا مسح واجب ہے اور وہ بال جن کا وضوء میں دھونا واجب ہے وہ ہیں جو چہرے کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے ہیں، لہذا لمبی لٹکی ہوئی داڑھی کا مسح کرنا واجب نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۲۵۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ تیمّم میں مسح اگر ہاتھ سے کیا جائے تو اس کے لئے یہ شرط ہے کہ پورے ہاتھ سے یا ہاتھ کے بیشتر حصہ سے مسح کیا جائے (یعنی تیمّم) کیونکہ مسح کرنا تیمّم میں فرض ہے خواہ ہاتھ سے ہو یا ہاتھ کے قائم مقام کسی اور چیز سے۔ (کتاب الفقہ ص ۲۵۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ تیمّم کرنے والا وضوء کرنے والوں کو نماز پڑھا سکتا ہے۔ (نماز مسنون ص ۱۵۰)

مسئلہ:۔ حنیفہؒ کہتے ہیں کہ فاقد الطہورین، یعنی جسے پاک کرنے والی دونوں چیزیں پانی اور پاک مٹی دستیاب نہ ہو، اسے چاہیئے کہ نماز کی ظاہری صورت عمل میں لائے، بایں طور کہ قبلہ رخ ہوکر سربسجود ہو۔ نہ قرأت کرے، نہ تسبیح پڑھے، نہ تشہد وغیرہ کہے اور نہ نماز کی نیت کرے۔ خواہ حالت جنابت میں ہو یا حدث اصغر لاحق ہو۔

واضح ہو کہ اس ظاہری عمل صلوٰۃ سے (عائد شدہ) فرض ساقط نہیں ہو جاتا، بلکہ اس

کی ادائیگی انسان کی ذمہ باقی رہتی ہے اور فرض اس پر قائم رہتا ہے، یہاں تک کہ وضوء کے لئے پانی یا تیمم کے لئے مٹی دستیاب ہو جائے۔اگر حالت جنابت ہو تب بھی نماز کی یہ ظاہری صورت جائز ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۲۶۵ جلد اول)

پیشاب کا حکم اور اس سے نہ بچنے پر وعید

مسئلہ:۔ایسے شیر خوار بچے (دودھ پیتے لڑکے یا لڑکی) کا پیشاب بھی ناپاک ہے اور فقہاء کرامؒ نے اس کو نجاست غلیظہ میں شمار کیا ہے، لہذا اگر بچہ کپڑے پر پیشاب کر دے تو اس کا دھونا ضروری ہے، اگر بدن پر لگ گیا ہو تو بدن پاک کرنا بھی ضروری ہے، اگر کپڑا اور بدن پاک کئے بغیر نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی، لوٹانا ضروری ہوگا۔

مسئلہ:۔چھوٹے لڑکے اور لڑکی کا پیشاب، جس نے کھانا شروع کیا ہو یا نہ کیا ہو نجاست غلیظہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۰ جلد ۷، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۸ جلد اول، باب فی النجاسات)

مسئلہ:۔شیر خوار (دودھ پیتے) بچہ کا پیشاب بھی ناپاک ہے اسلئے کپڑے کا جس حصہ پر لگ جائے پاک کرنا ضروری ہے اور پاک کرنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ پیشاب کی جگہ پر اتنا پانی بہا دیا جائے کہ اتنے پانی سے وہ کپڑا تین مرتبہ بھیگ سکے۔

(آپ کے مسائل ص ۸۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔ پیشاب سے بچنے کا بہت اہتمام کرنا چاہیئے، احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے، اور فرمایا گیا ہے کہ قبر کا عام عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، پیشاب سے بچو، قبر میں سب سے پہلے بندہ سے پیشاب کے متعلق حساب ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب سے بچتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے۔

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو یہ بتلایئے کہ قبر کا عذاب کس چیز سے ہوگا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا "پیشاب کے اثر سے" (یعنی چھینٹوں کے اثر سے) (مجمع الزوائد ص ۸۵ جلد اول)

آپؐ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو آپؐ نے فرمایا، ان دونوں قبروں والوں کو عذاب قبر ہورہا ہے۔ اوران کو بہت بڑی چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہورہا ہے، ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ (یہ دونوں چیزیں ایسی نہیں تھیں کہ ان سے بچنا مشکل ہو، باآسانی بچ سکتے تھے۔) (ترمذی شریف ص ۱۱ جلد اول باب التشدید فی البول ومشکوٰۃ شریف ص ۴۲ جلد اول)

پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے پر عذاب قبر

پیشاب اور چغل خوری کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے، اس میں کیا مناسبت ہے؟ اس کے متعلق "التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۳ جلد اول میں یہ لکھا ہے کہ عالم برزخ عالم آخرت کا مقدمہ ہے۔ (آخرت کی پہلی منزل ہے) اور قیامت کے دن حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا اور حقوق العباد میں خون کا (ناحق کسی کے خون بہانے کا) حساب اور فیصلہ ہوگا اور نماز کی کنجی ناپاکی سے (نجاست حقیقی ہو یا حکمی) پاکی حاصل کرنا ہے، (پاکی کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے تو تطہیر یعنی پاکی نماز کا مقدمہ ہے) اور ناحق خون بہانے کا عمومی سبب غیبت اور لوگوں کے درمیان چغل خوری کرنا ہے (تو غیبت اور چغل خوری ناحق خون بہانے کا مقدمہ ہے) اسی مناسبت سے قبر یعنی عالم برزخ میں ان دونوں چیزوں سے نہ بچنے پر عذاب قبر ہوتا ہے۔

حضور پرنور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جہنم میں چار قسم کے لوگ ہوں گے، دوسرے جہنمی ان سے پریشان ہوں گے اور ایک دوسرے سے کہتے ہوں گے کہ ہم خود تکلیف میں مبتلا ہیں (اور) انہوں نے اپنی ہائے پکار سے ہماری تکلیف میں اضافہ کررکھا ہے، ان میں سے ایک شخص انگاروں کے تابوت میں بند ہوگا۔ اور ایک شخص اپنی آنتیں کھینچتے ہوئے چلتا ہوگا، اور ایک شخص کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہا ہوگا، اور ایک شخص خود اپنا گوشت کھا رہا ہوگا۔

جو شخص انگاروں کے تابوت میں بند ہوگا اس کے عذاب کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذمہ لوگوں کے مال تھے (اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا)

جو شخص اپنی آنتیں کھینچ رہا ہوگا اس کی وجہ یہ ہوگی اس کو پیشاب لگ جاتا تھا، اس کی (وہ) پرواہ نہ کرتا تھا اور نہ اسے دھوتا تھا۔

اور جس کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہا ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کا گوشت (غیبت کرکے) کھاتا تھا۔ (مجمع الزوائد ص ۸۴ جلد اول)

ان تمام احادیث کو مدنظر رکھا جائے اور پاکی کا پورا اہتمام کیا جائے، پیشاب لگ جانے کو ہلکا سمجھنا اور اس کو دھونے کا اہتمام نہ کرنا بہت سخت گناہ ہے، استنجاء بھی اس طرح کیا جائے کہ پیشاب کی چھینٹیں نہ اڑیں اور قطرے کپڑوں اور بدن پر نہ لگیں، قطرے بند ہونے کی جو تدبیریں ہیں، اور تجربہ سے جو مفید معلوم ہو ان کو اختیار کیا جائے تاکہ دل بالکل مطمئن ہو جائے، غرض یہ کہ اس سلسلہ میں بڑے اہتمام اور توجہ وفکر کی ضرورت ہے۔ اس کو ہلکا ہرگز نہ سمجھا جائے۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۱۲۹ تا ص ۱۳۴ جلد ۷) (تفصیل ملاحظہ فرمائیں نجاست غلیظہ وخفیفہ کا حکم وتعریف فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۳۳ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۲۹۳ جلد اول، کتاب الفقہ ص ۱۴۹ جلد اول، آپ کے مسائل ص ۷۲ جلد ۳، ہدایہ ص ۵۸ جلد اول اور احقر کی مرتب کردہ مدلل ومکمل مسائل نماز ص ۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرنے لگے تو (اچانک رک کر) فرمایا، ان دونوں قبر والوں کو عذاب قبر دیا جارہا ہے، اور عذاب قبر کسی بڑی بات کے سلسلے میں نہیں دیا جارہا ہے (کہ اس دنیا میں اپنے کو بچانا دشوار ہو) دراصل ان دونوں میں سے ایک شخص تو وہ ہے جو پیشاب سے اپنے کو نہیں بچاتا تھا، یعنی احتیاط نہیں کرتا تھا کہ پیشاب کی چھینٹیں اس پر نہ پڑیں۔

روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ پیشاب کے معاملے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے، پیشاب کرتے وقت چھینٹیں جسم اور کپڑوں پر نہ آنے پائیں، آلودگی کی کوئی صورت نہ ہونے پائے، اور استنجاء اس طرح کیا جائے کہ صفائی اور پاکی پورے طور پر حاصل ہو جائے۔

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ پیشاب سے پاکی حاصل نہ کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

جس شخص کا مزاج قوی ہو اور اس کو یقین ہو کہ قطرہ نہیں آئیگا، بے شک اس شخص کو تو محض پانی سے استنجاء کر لینا کافی ہوگا، لیکن جس شخص کو دیر تک قطرہ آتا ہو، تو ایسا شخص اگر

ڈھیلہ نہ لے گا صرف پانی سے استنجاء کرے گا تو یقیناً اس کا پاجامہ اور کپڑا وغیرہ گندہ ہو گا اور وہ پیشاب کے معاملہ میں احتیاط نہ کرنے پر گنہگار ہو گا۔ (مظاہر حق جدید ص ۲۴۴ جلد اول)

استنجاء کیا ہے؟

نواقض وضوء یعنی وضوء کو توڑنے والی چیزوں کے سلسلے میں پہلے بتایا جا چکا ہے کہ پیشاب، فضلہ، مذی اور ودی کے خارج ہونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس میں سب ائمہ کا اتفاق ہے۔

گندگی خارج ہونے کے بعد پیشاب، پاخانے کے مقامات کو آلودہ رہنے دینا اور محض وضوء کر لینا حصول طہارت کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی لازم ہے کہ جہاں جہاں سے گندگی خارج ہوئی ہے اس جگہ کو خشک اور پاک کیا جائے۔ لہذا یہ مناسب ہے کہ اس کے متعلق مسائل کو نواقض وضوء کے مسائل کے متصل ہی بیان کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ بھی اسی کا حصہ ہے۔

استنجاء کے ارکان یعنی جن امور پر استنجاء کا انحصار ہے وہ چار ہیں:

مستنجی (استنجاء کرنے والا شخص، مستنجی منہ (وہ گندگی) جس سے پیشاب یا پاخانہ کی جگہ آلودہ ہو، مستنجیٰ فیہ (وہ جگہ جس کو صاف کرنا ہے یعنی پیشاب یا پاخانہ کا مقام، اور مستنجیٰ بہ یعنی پانی اور ڈھیلے، یہ چار امور ہیں جن کے بغیر استنجاء نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے کہ اس کا تعلق دو امور سے ہے استنجاء اور رفع حاجت، استنجاء میں دو باتیں قابل ذکر ہیں، اول استنجاء کی تعریف، دوم اس کے متعلق مسائل۔

رفع حاجت، یعنی پیشاب، پاخانہ کا تعلق تین امور سے ہے، ایک تو اس کا حکم، دوسرے وہ مقامات جہاں پر رفع حاجت کرنا منع ہے، تیسرے وہ باتیں جن کی موجودگی میں رفع حاجت کرنا ممنوع ہے، اب ان تمام امور کا بیان بالترتیب کیا جائے گا۔

استنجاء کی تعریف

استنجاء سے مراد وہ گندگی ہے جو آگے یا پیچھے کی راہ یعنی پیشاب، پاخانہ کے مقام

سے خارج ہوئی ہو، ان مقامات سے دور کرنا ہے جہاں سے وہ خارج ہوئی ہوں۔ اس کو پانی سے یا ڈھیلے وغیرہ سے بھی دور کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کا نام استنجاء اس لئے ہے کہ استنجاء کا لفظ عربی زبان کے ایک فقرے سے ماخوذ ہے۔ درخت کو جڑ سے کاٹ دیا جائے تو کہتے ہیں "نجوت الشجرہ" یعنی درخت کو جڑ سے کاٹ دیا ہے۔ استنجاء کا مفہوم بھی یہی ہے کہ پلیدی کو اس کی جڑ سے کاٹ دیا جائے۔

استنجاء یعنی طہارت کا اصل طریقہ یہ ہے کہ پانی استعمال کیا جائے چنانچہ موجودہ امتوں سے پہلے کی امتوں میں شرعاً صرف پانی سے طہارت کرنے کا حکم تھا، لیکن مذہب اسلام نے عنایت اور سہولت عوام کے پیش نظر ڈھیلے وغیرہ اشیاء سے جن میں کوئی ضرر نہ ہو طہارت یعنی پاکی حاصل کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ (تفصیل استنجاء کے بیان میں آگے آرہی ہے۔) (کتاب الفقہ ص ۱۴۶ جلد اول)

"خلاءٌ" کے معنی ہیں خالی ہونا۔ اور اصطلاحاً اس لفظ (الخلاء) کا مطلب ہوتا ہے، وہ جگہ جہاں قضائے حاجت کی جائے۔ جس کو ہم بیت الخلاء یا فلش وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

"آداب" اصل میں ادب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں عقلمندی، قاعدہ، طریقہ، ڈھنگ۔ اور اصطلاحاً اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کسی چیز کو ایسے ڈھنگ سے کرنا جو اعلیٰ ہو، اور وہ چیز خواہ بولنے کی ہو یا کرنے کی۔ اور ہر اس کام کو بھی کہتے ہیں جو احتیاط، دور اندیشی اور خوش سلیقگی و خوش اطواری کے ساتھ کیا جائے۔ (مظاہر حق ص ۳۴۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ پیٹ سے دونوں راستوں کے ذریعہ جو نکلتا ہے اس کو "نجو" کہتے ہیں۔ استنجاء کے معنی ہوئے گندگی کی جگہ کا صاف کرنا، خواہ پونچھ کر، خواہ دھو کر دونوں طرح ہوسکتا ہے (پانی اور ڈھیلے وغیرہ سے) استنجاء نجاست کا نجاست کی راہ سے (یعنی پیشاب و پاخانہ کی جگہ سے) دور کرنا ہے۔ (کشف الاسرار ص ۹۳ جلد ۳)

بیت الخلاء شیاطین کے اڈے ہیں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دیکھو ان پاخانوں میں جنات اور شیاطین وغیرہ آتے

رہتے ہیں، تم میں سے کوئی شخص جب پاخانہ کو جائے تو اس کو چاہیئے ، کہ یہ دعاء پڑھ لے۔

"اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث"

"جنات اور شیاطین آتے رہتے ہیں۔" یعنی بیت الخلاء (فلش پاخانہ کرنے کی جگہ) کو جنات اور شیاطین اپنا اڈہ بنائے رکھتے ہیں جہاں وہ آتے جاتے ہیں اور اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ کب کوئی شخص آئے اور اس کو وہ تکلیف پہنچائیں اور فساد میں ڈالیں کیونکہ بیت الخلاء ایک ایسی جگہ ہے جہاں نہ صرف یہ کہ نجاست اور غلاظت کے سوا کچھ نہیں ہوتا بلکہ انسان اپنا ستر کھول کر بیٹھ جاتا ہے اور ذکر اللہ نہیں کر سکتا اس لئے جنات اور شیاطین سے محفوظ رہنے کے لئے بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت حدیث میں مذکورہ دعاء پڑھ لینی چاہیئے۔

بیت الخلاء میں جانے اور نکلتے وقت کی دعاء

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے فارغ ہو کر باہر آتے تھے تو فرماتے تھے۔

اللھم غفرانک، یعنی یا اللہ! میں تیری بخشش اور معافی چاہتا ہوں۔ (ترمذی)

تشریح:۔ اس وقت بخشش اور معافی چاہنے کی دو جہیں علماء نے لکھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر رہتا تھا، قضائے حاجت کرنے جیسی حالت کے علاوہ اور کسی حالت میں آپؐ اس ذکر اللہ کو موقوف نہ رکھتے تھے۔ پس بیت الخلاء میں ذکر اللہ کے قضاء ہو جانے کو بھی آنحضرت ﷺ اتنی اہمیت دیتے تھے کہ وہاں سے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت و معافی چاہتے تھے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کا پاخانہ سے فراغت پانا اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہوتا ہے، آدمی جو کچھ بھی کھاتا ہے اور اپنے پیٹ میں اتارتا ہے وہ ہضم ہو جائے اور پھر خون وغیرہ کی صورت میں اس کا جوہر تو جسمانی قوت و طاقت کا باعث بن جائے اور فضلہ آسانی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ اگر کوئی خیال و غور کرے تو یہ اتنی بڑی نعمت الٰہی ہے کہ اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ پس آپؐ بیت الخلاء سے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت و معافی چاہتے تھے

کہ پروردگار آپ نے جس کرم و نعمت سے نوازا اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا، اس کو معاف فرمادیجئے گا۔ (مظاہر حق ص ۳۶۲ جلد ۱۰)

مسئلہ:۔ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت باہر صحرا میں کپڑے اٹھانے سے پہلے اور بیت الخلاء میں دروازے کے اندر جانے سے پہلے یہ دعاء پڑھے:

"اللھم انی اعوذبک من الخبث و الخبائث"

(بخاری ص ۹۳۶ جلد اول، کشف الاسرار ص ۹۹ جلد ۳ و مظاہر حق ص ۳۴۸ جلد اول)

اور پھر بایاں پاؤں بیت الخلاء میں رکھے اور باہر نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالے اور باہر نکلنے کے وقت یہ دعاء پڑھے۔

(۱) اللھم غفرانک. (۲) الحمدلله الذی اذھب عنی الاذی و عافانی.

(نماز مسنون ص ۹۳، ترمذی ص ۲۷ جلد اول، ابن ماجہ ص ۲۶ جلد اول، مظاہر حق ص ۳۶۲ جلد اول و بحر الرائق ص ۲۴۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ پاخانے جانے کی جس طرح دعاء ہے، پیشاب کرنے کے وقت کوئی مستقل دعاء نہیں ہے، بلکہ پیشاب و پاخانہ دونوں کے ایک ہی دعاء ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۱۴۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ پاخانہ کو جانے کے وقت "اعوذ بالله من الخبث و الخبائث" پڑھنا اس لئے مستحب ہے کہ اس جگہ شیاطین جمع رہتے ہیں کیونکہ ان کو نجاست بھاتی ہے، اور نکلنے کے وقت غفرانک کہے، کیونکہ پاخانہ میں ذکر الٰہی ترک ہو جاتا ہے اور شیاطین سے مخالطت کا وقت ہوتا ہے، اس لئے اس سے مغفرت مانگنی مناسب ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۴۷)

استنجاء کا حکم عام ہے

مسئلہ:۔ حنفیہؒ کے نزدیک طہارت (پاکی) حاصل کرنا یا پانی سے طہارت کی بجائے ڈھیلے سے صاف کرنا سنت مؤکدہ ہے، مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی، (چنانچہ اگر کوئی مکلف انسان نہ کرے تو بقول راجح یہ امر مکروہ ہے) بشرطیکہ گندگی مخرج (یعنی جس مقام سے نکلی ہے) اس سے آگے نہ لگ گئی ہو۔ حنفیہ کے نزدیک مخرج سے مراد وہ جگہ ہے

جہاں سے نجاست خارج ہواور وہ جگہ جو اس میں شامل ہے جیسے پاخانہ کے مقام کا وہ حلقہ جو کھڑے ہونے کے وقت سر بستہ ہو جاتا ہے اور اس میں سے کچھ نظر نہیں آتا اور اس طرح مردوں کے عضو مخصوص کا وہ حلقہ جو سوراخ کے اردگرد ہوتا ہے اور جہاں سے پیشاب خارج ہوتا ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۱۴۷ جلد اول وفتاوی محمودیہ ص ۵۴ جلد ۲)

مسئلہ:۔ جسم سے خارج ہونے والا نجس مادہ خواہ معمول کے مطابق نکلنے والی چیز ہو (جیسے پیشاب وغیرہ) یا غیر معمولی ،مثلاً خون، پیپ وغیرہ یہ نجاست نکلنے کی جگہ سے آگے پھیل جائے اور اس کی مقدار ایک درہم سے زیادہ ہو تو اس کا صاف کرنا فرض ہوگا اور اس کے لئے پانی استعمال کرنا ضروری ہوگا، کیونکہ اب یہ کام نجاست کا دور کرنا ہے استنجاء نہیں ہے۔اور نجاست دور کرنے کے لئے پانی کا استعمال فرض ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ پیشاب عضو مخصوص کے سوراخ سے تجاوز کر کے ایک درہم کی مقدار سے زیادہ حصہ پر پھیل جائے تو اسے پانی سے دھونا فرض ہے اور ڈھیلے سے صاف کرنا اس صورت میں کافی نہیں ہے۔

اسی طرح غیر مختون کے قلفہ کی کھال کو بھی پیشاب کی آلودگی سے پاک کرنا ہوگا۔ لیکن اگر مقدار درہم سے زیادہ جگہ آلودہ ہے تو اس کو دھونا فرض ہے، ڈھیلے وغیرہ سے رگڑنا کافی نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس تمام نجاست کا جو مخرج پر ہو پانی سے دھونا لازم ہوگا کیونکہ مخرج سے بڑھی ہوئی نجاست کو دھوتے وقت نجاست تمام پھیل جاتی ہے۔اور احتیاط کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ تمام جگہ کو پانی سے دھولیا جائے۔اور ایسے علاقہ میں جہاں پانی بکثرت دستیاب ہے وہاں تو فی الواقع زیادہ محتاط طریقہ یہی ہے کہ پانی سے دھوکر پاکی حاصل کی جائے، کیونکہ اس سے نجاست بھی دور ہو جاتی ہے اور بدبو بھی جاتی رہتی ہے،البتہ ان اطراف میں جہاں پانی کی قلت ہے،وہاں کے لئے صاحبینؒ کی رائے نمایاں طور پر زیادہ کارآمد ہے۔

اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ انسان کے لئے پانی کا استعمال دشوار ہو۔

خلاصہ کلام:۔ یہ ہے کہ جو نجاست مخرج کے عین اوپر ہو اس کا زائل کرنا سنت مؤکدہ

ہے۔ یہ نجاست معمول کے مطابق خارج ہونے والی ہو، جیسے پیشاب، پاخانہ یا غیر معمولی جیسے مذی، ودی اور خون وغیرہ خواہ اس کو پانی سے زائل کیا جائے یا کسی اور طریقہ سے، اس کو استنجاء، اور استجمار کہتے ہیں، لیکن اگر نجاست مخرج سے تجاوز کر جائے تو اس کو زائل کرنا فرض ہوتا ہے، اور اس کو استنجاء نہیں کہتے بلکہ ازالہ نجاست کہتے ہیں۔ (کتاب الفقہ ص ۱۴۸ جلد اول)

استنجے سے عاجز کا حکم

سوال:۔ ایک مریض ہے جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے، وضوء کرتے وقت پانی کسی دوسرے سے ڈلواتا ہے، البتہ اعضاء وضوء کو اپنے ہاتھوں سے دھو سکتا ہے مگر استنجاء کرتے وقت بہت تکلیف برداشت کرتا ہے، باقاعدہ دوسرا آدمی اس کو اپنی جگہ سے اٹھا کر لے جاتا ہے پھر تکلیف کے ساتھ مریض خود استنجاء کرتا ہے یا پلنگ کے نیچے کوئی برتن رکھ کر استنجاء کرتے ہیں۔ تو کیا ایسے مریض کے لئے استنجاء معاف ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ اس صورت میں استنجاء معاف نہیں ہے، البتہ اگر دونوں ہاتھ شل ہوں یا ایک ہاتھ شل ہے مگر کوئی پانی ڈالنے والا بھی نہیں ہے اور جاری پانی بھی نہیں ہے جس میں بیٹھ کر صحیح ہاتھ سے استنجاء کر سکے اور عورت کا شوہر یا مرد کی بیوی بھی نہیں ہے کہ استنجاء کرائے تو استنجاء معاف ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۰۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر بائیں ہاتھ میں عذر ہو جیسے زخم وغیرہ، یا کام نہ کرتا ہو (فالج زدہ ہو) تو مجبوری میں دائیں ہاتھ کا استعمال کرنا درست ہے مگر بہت احتیاط سے، اور اگر بایاں ہاتھ لنجا ہے اور اس کو جاری پانی بھی نہ مل سکے ورنہ ایسا شخص ہو جو اس پر پانی ڈال دے تو اس مجبوری کی وجہ سے استنجاء دھونا چھوڑ دے۔ اور اگر اس کے پاس بہتا ہوا پانی یا نل لگا ہوا ہے یا کوئی ایسا شخص موجود ہے جو پانی ڈالوانے والا ہو، جس سے شرعاً پردہ نہیں ہے تو ان صورتوں میں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھ فالج زدہ ہوں تو اس سے استنجاء دھونا اس وقت بالکل معاف ہو جائے گا جب کہ کوئی کرانے والا موجود نہ ہو، لیکن اگر وہ زمین سے یا دیوار سے رگڑ کر کر سکتا ہے تو صاف کر لے۔ (کشف الاسرار ص ۹۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ دائیں ہاتھ سے بغیر کسی عذر کے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔

(ہدایہ ص۴۸ جلد اول، شرح نقایہ ص۴۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر عذر ہو تو داہنے ہاتھ سے طہارت کر سکتا ہے (فتاویٰ دار العلوم ص۹۷ ۳ جلد اول)

وضوء کرنے کے بعد استنجاء کرنا

مسئلہ:۔ استنجاء کرنے سے قبل اگر وضوء کرلیا جائے، بعد میں یاد آنے پر استنجاء کرلیا (یعنی پہلے ڈھیلے سے استنجاء کرکے وضوء کرلیا اور وضوء کرنے کے بعد یاد آنے پر پانی سے بھی دھولیا تو اگر مخرج سے نجاست تجاوز نہیں کر گئی) تو پہلا وضوء درست ہے۔ دوبارہ وضوء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۰۸ جلد۲)

مسئلہ:۔ اگر نجاست مخرج (سوراخ) سے متجاوز نہیں ہوئی تو استنجاء پانی سے سنت ہے اور اگر متجاوز ہوگئی تو اگر قدر درہم سے زائد نہیں ہوئی تو دھونا واجب ہے اور اگر زائد ہوگئی تو دھونا فرض ہے اور اگر نماز میں یاد آیا تو صورت اخیرہ میں نماز باطل ہوجائے گی۔ اور دوسری صورت میں مکروہ تحریمی ہوگی، اور پہلی میں مکروہ تنزیہی۔ (امداد الفتاویٰ ص۱۳۹ جلد اول)

پس صورت اخیرہ میں نماز توڑ دے اور دوسری میں پوری کرکے نماز کا اعادہ کرلے اور پہلی میں اعادہ بھی ضروری نہیں ہے۔ (رفعت)

جس جگہ پیشاب و پاخانہ کرنا درست نہیں ہے

مسئلہ:۔ مسجد میں یا مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے۔ ایسی جگہ پاخانہ و پیشاب کرنا، جہاں قبلہ کی طرف منہ پیٹھ کرنا پڑے، مکروہ ہے خواہ جنگل ہو یا آبادی۔

مسئلہ:۔ چھوٹے بچوں کو پاخانہ پیشاب کے لئے ایسی جگہ بٹھلانا جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ ہو، ناجائز ہے اور اس کا گناہ بٹھلانے والے پر ہے۔

مسئلہ:۔ چاند، سورج کی طرف پاخانہ و پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں پاخانہ، پیشاب کرنا حرام ہے، زیادہ ٹھہرے ہوئے پانی میں مکروہ تحریمی ہے اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ:۔ برتن میں پاخانہ و پیشاب کر کے پانی میں ڈالنا یا ایسی جگہ پیشاب و پاخانہ کرنا جہاں سے بہہ کر پانی میں چلا جائے مکروہ ہے۔ (گندی نالی کے علاوہ میں۔)

مسئلہ:۔ نہر اور تالاب وغیرہ کے کنارے پاخانہ پیشاب کرنا مکروہ ہے جبکہ نجاست اس میں گرے۔ اور اسی طرح سے ایسے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں، اور اسی طرح پھول وپھل والے درخت کے نیچے، نیز سردیوں میں جس جگہ لوگ دھوپ لینے کو بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان میں، مسجد اور عیدہ گاہ کے اس قدر قریب کہ جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو، قبرستان میں، یا ایسی جگہ جہاں پر لوگ وضوء یا غسل کرتے ہوں، راستہ میں، ہوا کے رخ پر، سوراخ میں، راستہ کے قریب اور قافلہ یا کسی مجمع کے قریب مکروہ تحریمی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں لوگ بیٹھتے اٹھتے ہوں، اور ان کو تکلیف ہو، اور ایسی جگہ جہاں سے بہہ کر اپنی طرف آئے مکروہ ہے۔

(علم الفقہ ص ۴۵ جلد اول وشرح نقایہ ص ۴۹ جلد اول وہدایہ ص ۴۸ جلد اول ودر مختار ص ۵۶ جلد اول)

پیشاب پاخانہ کے وقت جن امور سے بچنا چاہیئے

مسئلہ:۔ پیشاب، پاخانہ کرتے وقت بات کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت یا حدیث یا اور متبرک چیز کا پڑھنا، یا ایسی جگہ جس پر خدا یا نبی یا کسی فرشتہ یا کسی معظم کا نام ہو یا کوئی آیت یا حدیث یا دعاء لکھی ہوئی ہو اپنے پاس رکھنا، بلاضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا، تمام کپڑے اتار کر برہنہ (ننگے) ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا، داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا۔ (علم الفقہ ص ۴۵ جلد اول وبہشتی زیور ص ۱۱ جلد ۱۱ بحوالہ منیہ ص ۷ اوکبیری ص ۵۸)

جن چیزوں سے استنجاء درست نہیں ہے

مسئلہ:۔ ہڈی، کھانے کی چیزیں، لید، گوبر اور ہر ناپاک چیز سے، اور وہ ڈھیلہ یا پتھر جس سے ایک مرتبہ استنجاء ہو چکا ہو، پختہ اینٹ، ٹھیکرا، شیشہ، لوہا، چاندی، سونا پیتل، کوئلہ، چونا اور ایسی چیزوں سے استنجاء کرنا جو نجاست کو صاف نہ کر سکے جیسے سرکہ وغیرہ۔

وہ چیزیں جن کو جانور وغیرہ کھاتے ہوں جیسے بھس اور گھاس وغیرہ اور ایسی چیزیں جو قیمت دار ہوں خواہ تھوڑی قیمت ہو یا بہت جیسے کپڑا وغیرہ (جو کپڑا اور کاغذ استنجاء سکھانے کے لئے بنائے گئے، ان سے جائز ہے)

مسئلہ:۔ آدمی کے اجزاء جیسے بال، ہڈی، گوشت وغیرہ، حیوان کا وہ جزء جو اس سے متصل ہو، مسجد کی چٹائی وغیرہ، درختوں کے پتوں سے کاغذ خواہ لکھا ہوا ہو یا سادہ، زمزم کا پانی، وضوء کا بچا ہوا پانی، دوسرے کے مال سے بلا اس کی اجازت ورضا مندی کے، خواہ وہ پانی ہو یا کپڑا یا اور کوئی چیز، روئی، اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا ان کے جانور نفع اٹھائیں۔ ان تمام چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ (علم الفقہ ص ۴۶ جلد اول شرح وقایہ ص ۱۲۷ جلد اول ودر مختار ص ۵۷ جلد اول وشرح نقایہ ص ۲۷ جلد اول، ہدایہ ص ۴۸ جلد اول)

جن چیزوں سے استنجاء بلا کراہت درست ہے

پانی، مٹی کا ڈھیلہ، ہر وہ چیز جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کردیں، بشرطیکہ مال اور محترم نہ ہوں۔ (علم الفقہ ص ۴۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ سادہ کاغذ یا کچھ لکھے ہوئے کاغذ سے ڈھیلے کا کام لینا مکروہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۰۸ جلد ۲)

مسئلہ:۔ آج کل جو کاغذ بطور ڈھیلہ استعمال کے لئے تیار کیا جاتا ہے جس کو کلینک پیپر کہا جاتا ہے (TOILET TESSUE) وہ لکھنے کے قابل نہیں ہوتا، اس میں جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، اس سے استنجاء کرنا اور اس سے ڈھیلہ کا کام لینا بلا کراہت جائز اور درست ہے (احسن الفتاویٰ ص ۱۰۸ جلد ۲، شامی ص ۳۴۰ جلد اول، وفتاویٰ دار العلوم ص ۳۸۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر یہ کاغذ مٹی کے ڈھیلوں کی طرح جاذب ہوتے ہیں تو ان کا بھی حکم وہی ہے جو مٹی کے ڈھیلوں کا ہے کہ اگر مبرز (سوراخ) سے ادھر ادھر پیشاب نہیں پھیلا ہے، یا پھیلا ہے مگر اٹھنی کی مقدار کے اندر ہی پھیلا ہے تو اس کے استعمال کے بعد محض وضوء کر کے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں ورنہ پانی سے بھی پاکی حاصل کرنا ضروری رہیگا۔

(نظام الفتاویٰ ص ۲۳ جلد اول، امداد الفتاویٰ ص ۱۳۹ جلد اول)

مسئلہ :۔ افضل یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے سے نجاست زائل کی جائے اور اس کے بعد پانی استعمال کیا جائے ،البتہ آج کل شہروں میں گٹر سسٹم (فلش وغیرہ) کی وجہ سے ڈھیلے کا استعمال بہت تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے، ڈھیلے پھینکنے سے پانی کا راستہ بند ہو جاتا ہے جو بہت سخت تعفن اور ایذاء کا باعث بنتا ہے، پھر ان کی صفائی میں بھی بہت دقت پیش آتی ہے، لہذا ایسے مواقع میں ڈھیلے کا استعمال ہرگز نہیں کرنا چاہئے ۔ ڈھیلے کا استعمال مستحب ہے اور اپنے نفس کو اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالنا حرام ہے۔ کسی مستحب کام کی خاطر حرام کام کا ارتکاب جائز نہیں ہے۔ البتہ صفائی کی غرض سے جو جاذب کاغذ بازار میں ملتے ہیں ان کا استعمال جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۰۵ جلد ۲ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۸ جلد ۴)

رفع حاجت میں پابندیاں ہیں

قضائے حاجت یعنی پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنے کے متعلق شارع علیہ السلام نے چند طریقے مقرر فرمائے ہیں، منجملہ ان کے وہ احکام ہیں جن کا تعلق خصوصیت کے ساتھ ازالہ نجاست سے ہے۔ (ناپاکی دور کرنے سے ہے۔)

اگر نجاست کو پانی سے زائل کیا جائے اسے استنجاء کہتے ہیں۔ اگر پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے مثلاً ڈھیلے وغیرہ سے کیا جائے تو اس کو استجمار کہتے ہیں۔

رفع حاجت کے طریقے (آداب) پر بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ رفع حاجت فطری اعمال میں سے ہے جس کی بجا آوری پر انسان اپنے مخصوص حالات اور ماحول کے مطابق کرتا ہے، اس پر شرعی پابندیوں کا عائد کرنا بغیر اس کے کہ اس کی ضرورت لاحق ہو، انسان کو مشکلات میں ڈالنا اور تکلیف اٹھانے پر مجبور کرنا ہے۔

یہ اعتراض بھی ان لوگوں کے دوسرے اعتراضات کی مانند ہے جو شرعی ذمہ داریوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں ورنہ حیض اور مباشرت وغیرہ کے بارے میں جو پابندیاں شارع علیہ السلام نے عائد فرمائی ہیں، اور ان پابندیوں میں جن کا ذکر آگے آرہا ہے، آخر فرق کیا ہے؟

بڑی خوبی کی بات یہ ہے شریعت اسلامیہ میں اس کے بارے میں جو کچھ آیا ہے وہ

تمام امور ایسے ہیں جنہیں عقل تسلیم کرتی ہے اور جو حفظ صحت کے تقاضوں کے مطابق ہیں اور پاکیزگی کا جو طریقہ لازمی قرار دیا گیا ہے معاشرتی نظام کی لابدیات میں سے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے جن امور کا حکم دیا ہے، اگرچہ اس حکم کی علت ومصلحت کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ تمام تکلیفات شرعیہ جو انسان کے لئے مخصوص ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کی بندگی (عبادت) میں داخل ہیں اور انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب تک اس کی بجا آوری سے عاجز نہ ہو، اس سے روگردانی کرے۔ اس کے باوجود یہ تمام امور عقل کے مطابق ہیں اور انسان کے لئے جو عبادتیں شریعت میں مقرر کی گئی ہیں وہ صحتوری اور معاشرتی تقاضوں کے موافق ہیں۔

آخر کون ہے جو یہ کہتا ہو کہ گندگی سے پاک صاف ہونا ضروری نہیں ہے اور وہ کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ اس کے لئے جو طریقے شریعت نے بتائے ہیں وہ انسان کے لئے مفید نہیں ہیں۔ دراصل شریعت اسلامیہ کے احکام تمام معاشرہ کی بہبود اور انسان کی بھلائی کے لئے یہ تمام پابندیاں سودمند ہیں اور کسی کو اس پر اعتراض کی مجال نہیں ہے۔ اب رفع حاجت کے متعلق احکام واجب، حرام، مندوب اور مکروہ بالترتیب بیان کیے جاتے ہیں۔

(کتاب الفقہ ص ۱۵۲ جلد اول)

استنجاء کے واجب امور

۱۔ اول وہ امور جو استنجاء کے لئے واجب ہیں مثلاً استبراء یعنی پیشاب و پاخانہ کے بعد جو کچھ رہ جائے اس کو خارج کرنا، یہاں تک کہ یہ گمان غالب ہو جائے کہ اب وہاں کچھ باقی نہیں ہے۔ بعض اشخاص کی عادت میں داخل ہے کہ چلنے، پھرنے، کھڑے ہونے یا ایسی حرکت کرنے جس کے وہ عادی ہیں، پیشاب کے رکے ہوئے قطرے نکل جاتے ہیں، ایسے اشخاص کو حسب عادت بطور خود استبراء واجب ہے، چنانچہ اگر پیشاب کے قطروں کے بند ہو جانے میں شبہ ہو تو وضوء کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اگر (بغیر تسلی کے) اسی حالت میں وضوء کر لیا اور پیشاب کا قطرہ آ گیا تو وضوء بے کار ہوگا۔ غرض یہ کہ واجب ہے کہ رکی ہوئی نجاست کا اگر شبہ ہو تو سب کو خارج ہونے

دیا جائے۔ یہاں تک کہ یہ گمان غالب ہو جائے کہ اب کچھ باقی نہیں رہا۔ اس امر کے واجب ہونے میں سب کا اتفاق ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ دوسری قابل لحاظ بات وہ جگہ ہے جہاں پر رفع حاجت کرنا حرام ہے، قبر کے اوپر (یا قریب میں) رفع حاجت کرنا حرام ہے، اس کا سبب ظاہر ہے مقبرہ نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے، لہذا یہ بڑی بدتمیزی اور بداخلاقی ہوگی کہ وہاں پر انسان اپنی شرمگاہ کھولے اور اس کو خارج ہونے والی گندگی سے آلودہ کرے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے زیارت قبور کی ترغیب فرمائی ہے تاکہ آخرت کی یاد آئے، پس یہ تو جہالت اور حماقت ہی ہے کہ کوئی شخص ایسے مقام کو جہاں پر لوگ عبرت حاصل کرنے اور آخرت کی یاد کرنے کے لئے آتے ہیں، پیشاب پاخانہ کی جگہ بنالے، ایسا کرنا نصیحت پکڑنے اور خشیت الٰہی کے اس مقصد کی منافی ہے جو قبروں کی زیارت میں پیش نظر ہے، مزید براں ایسی حرکت سے مقبروں کی توہین ہے۔ (اس کے متعلق تفصیلی مسائل ان شاء اللہ مسائل میت میں آئیں گے۔)

۳۔ تیسرے یہ کہ جن مقامات میں رفع حاجت کرنا جائز نہیں ہے۔ ٹھہرا ہوا پانی ہے جس میں قضائے حاجت ممنوع ہے، (یعنی پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے۔) اور ٹھہرا ہوا پانی وہ ہے جو بہتا نہ ہو، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بروایت مسلم وابن ماجہ وغیرہ) پیشاب کرنے کی ممانعت میں پاخانہ کرنا بھی شامل ہے کیونکہ یہ اس سے بھی بڑی برائی ہے، لہذا اس کی ممانعت زیادہ سختی سے ہے۔

واضح ہو کہ فقہ کا یہ حکم ان بہترین احکام میں سے ہے جو از روئے علم مسلمہ اور عقل سلیم کے نزدیک پسندیدہ ہیں، کیونکہ وہ پانی جو نفع رسانی کے لئے ہے اس کو گندہ کرنا خصائل ذمیمہ میں سے بدترین خصلت ہے۔ مزید براں ایسا کرنے سے متعدی امراض وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

غرض یہ کہ مذہب اسلام کے محاسن میں سے ہے کہ اس کی جس قدر عبادتیں ہیں وہ

انسانی بہبود کے تقاضوں پر پوری اترتی ہیں۔

۴۔ چوتھے یہ کہ رفع حاجت ایسی جگہ کرنا حرام ہے جہاں سے پانی بہہ کر آتا ہو اور جہاں لوگوں کی آمدورفت ہو، جہاں آرام کے لئے سایہ موجود ہو۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لعنت کے تین امور سے بچو۔ پانی کے گھاٹ پر پاخانہ کرنا، یا راستہ کے سرے پر رفع حاجت کرنا یا اس سایہ کی جگہ پر جو آرام کے لئے ہو۔

۵۔ پانچویں قبلہ کی جانب منہ یا پیٹھ کر کے رفع حاجت کرنا حرام ہے خواہ گھر کے اندر ہو یا میدان میں یا جنگل میں اگر غلطی سے کوئی رفع حاجت کے لئے قبلہ رخ بیٹھ جائے اور پھر یاد آجائے تو اب اگر ادھر سے مڑ جانا ممکن ہو تو فوراً مڑ جائے، ورنہ چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو پاخانہ میں قبلہ کی جانب رخ نہ کرے۔ اور استنجاء کرنے اور ڈھیلے کے استعمال کرنے کے متعلق بھی وہی حکم ہے، جو پیشاب، پاخانہ کا ہے۔ یعنی یہ دونوں کام بھی (قبلہ رخ ہونے کی حالت میں) مکروہ تحریمی ہے۔

(آج کل گھروں کی تعمیرات میں ہر آرام دہ چیز کا خیال رکھا جاتا ہے، کیا اس حدیث شریف پر عمل کرنا مشکل ہے؟ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

۶۔ چھٹے یہ کہ رفع حاجت کے وقت ہوا کے رخ کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔

پس پیشاب کرنے کے لئے اس طرف منہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیئے جدھر سے ہوا کا جھونکا آرہا ہو، مبادا (ایسا نہ ہو کہ) پیشاب کی چھینٹ الٹ کر ادھر آجائے اور نجس کر دے۔ ظاہر ہے کہ اس حکم میں خود رفع حاجت کرنے والے کا فائدہ ہے یہ امر انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ جسم اور لباس پر گندگی لگ جانے سے گھبراتا ہے۔

شارع علیہ السلام نے اسی مصلحت کے پیش نظر اور اس لئے کہ لوگوں کو پاک صاف رہنے کی ترغیب ہو، اس فعل کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(اور آج کل کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا فیشن ہے جس میں کپڑوں اور جسم پر نجانے کتنی چھینٹیں پڑتی ہیں جبکہ حدیث شریف میں صاف آیا ہے کہ ایک شخص کو صرف پیشاب کی چھینٹ سے نہ بچنے پر عذاب قبر ہوا تھا، آپؐ نے اس کی اطلاع فرمائی تھی۔ اس

لئے ان امور سے بچنا چاہئے ۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

۷۔ ساتویں یہ کہ رفع حاجت کی حالت میں بولنا مکروہ ہے، کیونکہ ایسا کرنا خود کلام کی توہین ہے، اور کچھ دھیان نہیں رہتا، بہت ممکن ہے کہ گفتگو کے دوران اللہ تعالیٰ کا نام یا اللہ کے رسول ﷺ کا نام یا اور کوئی ایسا ہی مقدس لفظ زبان پر آجائے ۔مزید براں بے ضرورت بولنا یوں بھی مکروہ ہے، سوائے اس کے پانی کا لوٹا (برتن) مانگنے یا رومال، کپڑا استنجے کا ڈھیلہ وغیرہ طلب کرنے کے لئے ہو، جو نجاست کی جگہ کو پونچھنے یا خشک کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہو، یا بضرورت بولنا ہی پڑ جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

۸۔ آٹھویں (میدان، جنگل وغیرہ میں) سورج یا چاند کے سامنے بیٹھ کر رفع حاجت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت (نشانیوں) اور اس کی نعمتوں میں سے ہے۔جن سے خلق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اور شریعت اسلامیہ کے اصولوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احترام اور اسکی قدر کی جائے۔

۹۔ نویں یہ کہ استنجاء (طہارت) بائیں ہاتھ سے کیا جائے کیونکہ دایاں ہاتھ بالعموم کھانا وغیرہ کھانے کے لئے ہے۔

یہ بھی مستحب ہے کہ استنجاء کے وقت یعنی طہارت کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو نجاست لگنے سے پہلے تر کر لیا جائے، تاکہ نجاست اس سے زیادہ نہ لتھڑے۔اسی طرح فراغت کے بعد بائیں ہاتھ کو کسی پاک کرنے والی چیز سے دھو لینا بھی مستحب ہے۔

اور استنجاء کے وقت اعضاء کو ڈھیلا چھوڑنا مستحب ہے، تاکہ آسانی کے ساتھ نجاست کو زائل کیا جا سکے۔(کتاب الفقہ ص ۱۵۴ تا ۱۵۸ جلد اول)

مسئلہ:۔حنفیہؒ کے نزدیک اگر روزہ نہ ہو تو جسم کا ڈھیلا چھوڑنا، بوقت استنجاء مستحب ہے، تاکہ روزہ کی حالت میں جسم ڈھیلا چھوڑنے سے روزہ نہ ٹوٹ جائے۔کیونکہ پانی اندر پہنچانے میں زیادہ مبالغہ سے کام لیا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۱۵۸ جلد اول، مظاہر حق ص ۲۵۳ جلد اول)

(روزہ کی تفصیلی مسائل دیکھئے احقر کی مرتب کردہ مکمل ومدلل مسائل روزہ۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

پانی سے استنجاء کرنے کی دو شرطیں ہیں

پانی سے استنجاء (طہارت و پاکی حاصل ہونے) کی دو شرطیں ہیں: ایک تو یہ کہ پانی طہور یعنی پاک کرنے والا ہو۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ پانی نجاست کو دھونے کے لئے کافی ہو، لہذا اگر پانی تھوڑا ہے کہ نجاست کو اس کے جگہ سے زائل نہیں کرسکتا کہ نجاست لگنے سے پہلے جو حالت تھی، وہ جگہ پھر ویسے ہی ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ پانی استعمال نہ کیا جائے۔ (بلکہ اتنے کم پانی کی موجودگی میں ڈھیلے سے استنجاء کرلیا جائے) چونکہ ڈھیلے وغیرہ کا استعمال پانی کے موجود ہونے پر بھی اس کا قائم مقام ہوسکتا ہے، تاہم پانی کا استعمال بہتر ہے۔ اور سب سے بہتر تو یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال کیا جائے۔ بعض صورتوں میں ڈھیلے کا استعمال پانی کے بغیر درست ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۱۶۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ بغیر ڈھیلوں کے صرف پانی سے استنجاء کرنے یعنی پانی سے دھونے سے کامل پاکی حاصل ہوجاتی ہے۔ بشرطیکہ قطرہ آنے کا مرض نہ ہو اور اگر یہ مرض ہو تو (پہلے) مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کرنا چاہیئے یا کوئی اور تدبیر کرنی چاہیئے جس سے قطرہ آنے کا احتمال نہ رہے۔ (امداد الاحکام ص ۴۰۰ جلد اول)

پہلے آگے کے مقام کو دھوئے یا پیچھے کے؟

ایک سوال یہ ہے کہ پہلے آگے کی جگہ کو دھونا چاہیئے یا پیچھے کی جگہ کو؟ اس بارے میں مسالک تفصیل طلب ہیں۔ ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلے پاخانے کے مقام کو دھویا جائے۔ کیونکہ وہ جگہ زیادہ گندی ہے، اور اس لئے بھی کہ پاخانہ کے مقام اور اس کے ساتھ کی جگہ کو مسلنے سے پیشاب کے قطرے آجاتے ہیں۔ لہذا اگلے مقام کو پہلے دھونے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ آبدست کرتے وقت چھینٹوں کا خیال اور وہم نہ کرنا چاہیئے، خیال اور وہم سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی، ایسے توہمات کو دفع کرتے رہیں اور اعوذ باللہ دل دل میں پڑھتے رہیں، ہرگز کچھ وہم نہ کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۳ جلد اول بحوالہ الاشباہ)

(اگر پانی زیادہ ہو تو دو مرتبہ دھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رفعت)

استنجے میں ڈھیلے کی جگہ اور کیا استعمال کر سکتے ہیں؟

مسئلہ:۔ حنفیہؒ کے نزدیک ڈھیلے کے طور پر پاک چیز کا استعمال سنت ہے، مثلاً خاک، دھجی (پرانا کپڑا وغیرہ) خشک مٹی کے ٹکڑے۔

اور مکروہ چیز سے استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً ہڈی یا گوبر، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان اشیاء سے استنجاء کی ممانعت فرمائی ہے، اسی طرح انسان اور جانور کے کھانے پینے کی چیزوں سے اور وہ چیزیں جو شرعاً قابل احترام ہیں، ان سے استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور مال کا ضائع کرنا بھی ممنوع ہے۔ اور وہ اشیاء جو شرعاً قابل احترام ہیں ان میں یہ چیزیں ہیں۔

آدمی کے بدن کا کوئی حصہ، خواہ کسی کافر کا یا مردار کا ہو، اور لکھا ہوا کاغذ اگرچہ اس پر کتواں حروف لکھے ہوئے ہوں، کیونکہ وہ قابل احترام ہیں (چاہے کسی بھی زبان کے لکھے ہوں) اور ایسے کاغذ پر جن پر گو کچھ بھی تحریر نہ ہو، لیکن اس پر لکھا جا سکتا ہو۔ البتہ ایسے کاغذ جن پر لکھائی نہ کی جا سکے، اس سے استنجاء کرنا بلا کراہت جائز ہے جیسے کہ (TOILET TESSUE) اسی طرح ایسی چیز کا ڈھیلے کے طور پر استعمال کرنا مکروہ ہے جس کے بطور مال کوئی قیمت ہو اور استعمال کرنے سے وہ تلف ہو جائے یا اس کی قیمت کم ہو جائے ہاں اگر وہ شے ایسی ہے کہ استعمال کے بعد دھونے یا خشک ہونے کے بعد وہ پھر پہلے کی طرح ہو سکے تو اس کے استعمال میں کراہت نہیں ہے۔

پختہ اینٹ، ٹھیکرا، شیشہ، کوئلہ، اور چکنے پتھر کا استعمال کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کا استعمال نقصان دہ تو وہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ کیونکہ مضر اشیاء کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ کراہت تنزیہی رہے گی۔ اگر اس کا استعمال مضر نہ ہو۔

ان اشیاء کے مکروہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان کے استعمال سے وہ جگہ صاف نہیں ہوتی اور سنت یہ ہے کہ اس جگہ کو صاف ستھرا کیا جائے۔

مسئلہ:۔ کسی اور شخص کی دیوار سے ڈھیلا لے کر استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ دوسرے کے مال پر دست اندازی کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اپنی دیوار (وغیرہ) ہے تو اس میں کوئی

کراہت نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۱۶۰ جلد اول)

(بعض حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ چلتے چلتے کسی کی بھی دیوار وغیرہ سے کچا ڈھیلا نکالا اور استنجاء سکھانا شروع کردیا، حالانکہ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی کا مال بغیر اجازت استعمال کرے، اور بعض حضرات راستہ چلتے چلتے باتیں کرتے ہوئے استنجاء خشک کرتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے اور بے حیائی کی بات ہے اور اسلام کی بدنامی کا سبب ہے۔ محمد رفعت غفرلہٗ)

استبراء مردوں کے لئے ہے

مسئلہ:۔ طہارت (پاکی) کے مسائل مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ البتہ استبراء عورت پر واجب نہیں ہے اور استبراء سے مراد یہ ہے کہ پیشاب کا قطرہ یا پاخانہ جو ابھی تک مخرج پر لگا ہوا ہے اس کو پورے طور پر خارج ہونے دیا جائے۔ یہاں تک کہ یہ گمان غالب ہوجائے کہ اس جگہ کچھ باقی نہیں ہے، عورت پر یہ عمل واجب نہیں ہے، البتہ یہ واجب ہے کہ پیشاب و پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر توقف کرے۔ (یعنی جلد بازی نہ کرے کہ قطرات ٹپک جائیں) اس کے بعد استنجاء (پانی سے) یا ڈھیلے کا استعمال یا دونوں استعمال کرے۔ (کتاب الفقہ ص ۱۴۹ جلد اول و احسن الفتاویٰ ص ۱۰۴ جلد ۲)

استبراء نام ہے باہر نکلنے والی چیز سے برأت طلب کرنا، ان طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے کہ جس سے یقین حاصل ہوجائے کہ نجاست کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے۔

اور نجاست کا اثر زائل ہونے کا اطمینان لوگوں کے طبیعت کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، کسی کو پاکیزگی جلد حاصل ہوجاتی ہے اور کسی کو دیر سے، اور کسی کو (استنجاء سکھاتے وقت) چلنے سے حاصل ہوتی ہے، اور کسی کو کھنکھارنے سے۔ (کشف الاسرار ص ۱۰۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔ ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بارے میں عورتوں کا حکم مردوں کی طرح ہے یعنی عورتوں کو بھی ایسا ہی مستحب ہے جس طرح مردوں کو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷۴ بحوالہ ردالمختار ص ۳۱۹ جلد اول)

پیشاب کے مریض کے اپریشن کا حکم

سوال:۔زید کا پیشاب بند ہو گیا۔ڈاکٹر نے ناف کے اوپر سے اپریشن کر کے ربڑ کی نلکی رکھ دی،اس نلی سے پیشاب ہوتا ہے،وہ نلی ہمیشہ پیٹ پر رہتی ہے اوراس میں پیشاب بھرا رہتا ہے نلی کے منہ کوتاگہ سے بند کردیا جاتا ہے تو ایسی حالت میں یہ شخص نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
جواب:۔ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہے،پڑھنا ضروری ہے(اگر)شبہ رہتا ہے تو بعد میں دہرالی جائے۔بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹے لیٹے اشارہ سے پڑھے مگر چھوڑے نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶۵ جلد ۴)

پیشاب کی راہ سے سفید پانی نکلنے کا حکم

مسئلہ:۔پیشاب کے راہ سے جو سفید پانی نکلتا ہے وہ ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے اور ناقض وضوء ہے،یعنی وضوء ٹوٹ جائے گا اور بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو بدن اور کپڑا ناپاک ہو جائے گا لیکن ایک درہم کی مقدار(یعنی ہاتھ کی ہتھیلی کے گہراؤ کے برابر)معاف ہے،اگر دھونے کا وقت نہ مل سکا اور اس کو پہن کر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی،بعد میں دھو لینا چاہیئے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶ جلد ۴ بحوالہ درمختار مع شامی ص ۲۹۳ جلد اول وہدایہ ص ۵۸ جلد اول باب الانجاس ومالا بدمنہ ص ۱۹)

استنجے میں ایک ڈھیلہ دو مرتبہ استعمال کرنا

مسئلہ:۔جس ڈھیلے سے ایک مرتبہ استنجاء کرلیا ہے وہ ناپاک ہو گیا،اس کو دوبارہ استعمال کرنا منع ہے،البتہ اگر اس کی دوسری جانب استعمال نہ کی ہو تو اس کو(دوسری جانب سے)استعمال کرنا درست ہے۔اس طرح اس کو گھس کر کہ نجس حصہ گھس دیا جائے(تو وہ بھی استعمال کرنا درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸ جلد ۲ بحوالہ شامی ص ۲۲۷ جلد اول)

مسئلہ:۔استعمال کیا ہوا استنجے کا ڈھیلہ سوکھنے سے پاک نہیں ہوتا،زمین سوکھنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پاک نہیں ہوتے۔لہٰذا ان سے دوبارہ استنجاء کرنا مکروہ ہے۔(احسن الفتاویٰ ص ۹۴ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۲۸۷ جلد اول)

مسئلہ :۔ جس ڈھیلے سے ایک دفعہ استنجاء کیا گیا ہو، اس سے دوبارہ استنجاء کرنا مکروہ ہے لیکن اگر ضرورت ہو، سفر وغیرہ کی وجہ سے تو خشک ہونے کے بعد اسکو گھس کر دوبارہ سہ بارہ یا زیادہ دفعہ استنجاء کرلیا جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷۶ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۳۱۴ جلد اول باب الاستنجاء)

صرف ڈھیلے سے استنجاء کرنا

سوال:۔ پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد ڈھیلے سے صاف کرنے کے بعد پانی سے نہ دھویا، بغیر دھوئے وضوء کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ اور اسی طرح بعض لوگ صرف ہاتھ دھو کر کھانے میں مشغول ہو جاتے ہیں حالانکہ پانی بھی موجود ہوتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر پیشاب مخرج سے تجاوز کر گیا اور زائد کی مقدار ایک درہم (قطر =۱۱ء ۱۱ انچ =۷۵ء۲ سینٹی میٹر اور کل پیمائش =۹۵ء ا انچ = ۹۴ء۵ سینٹی میٹر) سے زائد نہیں ہوئی تو بغیر دھوئے صرف ڈھیلہ استعمال کر لینے سے نماز ہو جائے گی، اور پاخانہ کا حکم یہ ہے کہ ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بعد اگر مخرج سے متجاوز نجاست کا وزن ایک مثقال (۵ ماشہ =۷۶ء ۴ گرام) یا اس سے کم ہو تو نماز ہو جائے گی اگرچہ پھیلاؤ میں ایک درہم سے بھی زیادہ ہو۔

صرف ہاتھ دھو کر کھانا کھانا جائز ہے مگر مخرج سے متجاوز نجاست قدر درہم سے زائد ہو تو بلا عذر اسے نہ دھونا مکروہ تحریمی ہے اور بقدر درہم یا اس سے کم ہو تو مکروہ تنزیہی ہے

(احسن الفتاویٰ ص ۱۰۸ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۳۱۴ جلد اول و ص ۳۹۳ جلد اول)

مسئلہ :۔ استنجے کے بارے میں افضل طریقہ یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے سے استنجاء کر کے پھر پانی سے استنجاء کرے اور اگر صرف ڈھیلے سے یا صرف پانی سے استنجاء کرے تو یہ بھی کافی ہے اور سنت ادا ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷۹ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۳۱۴ جلد اول)

مسئلہ :۔ شریعت نے ابتلائے عام کے مواقع پر نجاست قلیلہ کو معاف قرار دیا ہے، جیسے بیت الخلاء (فلش) میں مکھیوں وغیرہ کا غلاظت پر بیٹھنے کے بعد جسم اور کپڑوں پر بیٹھنا اور راستہ کی چھینٹیں وغیرہ (احسن الفتاویٰ ص ۱۰۵ جلد ۲)

مسئلہ:۔ مکھی و مچھر وغیرہ کا پاخانہ مانع نہیں ہے۔ (کشف الاسرار ص ۲۲ جلد اول)

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

سوال:۔ بعض نئی روشنی لوگ کہتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا چاہیئے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس طرح کیا ہے۔

جواب:۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ آپؐ ایسا کرتے تھے، آپؐ کی عادت شریفہ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی اور اسی طرح ہم لوگوں کو چاہیئے، اس لئے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی آپ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اور کھڑے ہونے میں ناپاک ہونے کا اندیشہ ہے، حالانکہ اس سے بچنے کی خاص تاکید اور تہدید احادیث شریف میں وارد ہوئی ہے اور فرمایا کہ قبر کا عذاب اکثر پیشاب کی پرواہ نہ کرنے اور اس سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کے علاوہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا خلاف طریقہ وعادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس سے بچنا چاہیئے

آنحضرت ﷺ نے صرف ایک مرتبہ عذر کی وجہ سے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے۔ آپ تشریف لیے جاتے تھے، ایک اونچی جگہ تھی جس پر لوگ مکانوں کا کوڑہ وغیرہ ڈال دیا کرتے تھے، وہاں پر بیٹھنے میں گر جانے کا اندیشہ بھی تھا نیز وہ جگہ ناپاک اور گیلی تھی، کپڑے آلودہ ہونے کا خوف تھا اور آپؐ کی کمر میں درد تھا جس کے لئے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا عرب میں سریع الاثر علاج سمجھا جاتا تھا، ان وجوہ سے آپؐ کھڑے ہوگئے تھے، ورنہ عادت شریفہ وطریقہ یہ نہ تھا۔ اب بھی اگر کسی کو واقعی عذر ہو تو کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہوگا، پھر بھی پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط ضروری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ جو شخص تم میں سے کہے کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے، اس کی تصدیق نہ کرنا (یعنی کبھی اعتبار نہ کرنا) آپؐ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ (الجواب المتین ص ۸ و احسن الفتاویٰ ص ۵۱۵ جلد اول وفتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۷ جلد اول ومشکوٰۃ شریف ص ۴۲ جلد اول و بخاری ص ۳۶ جلد اول وعمدۃ القاری ص ۱۳۸ جلد ۳)

مسئلہ:۔ بغیر عذر کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ اور بدتہذیبی ہے۔

(شرح نقایہ ص ۵۷ جلد اول ورد المختار ص ۵۷ جلد اول ومظاہر حق ص ۳۲۵)

مسئلہ:۔ غسل خانہ میں پیشاب کرنا، دائیں ہاتھ سے بلا مجبوری استنجاء کرنا، پیشاب پاخانہ کرتے وقت کچھ کھانا پینا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ بلا ضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پیشاب پاخانہ کرنا، یا تمام کپڑے اتار کر کرنا بہت بری بات ہے۔ (امداد المسائل ص ۱۶)

استنجاء کرنے کے بعد تری کا نکلنا اور اس کا علاج

سوال:۔ زید کو پیشاب کے بعد تری آدھا گھنٹہ ظاہر ہوتی رہتی ہے، ڈھیلہ لینے اور دھو لینے کے بعد دوبارہ ڈھیلہ لینا پڑتا ہے۔

جواب:۔ ایسی صورت میں ڈھیلے سے اور پانی سے استنجاء کر کے سوراخ ذکر میں روئی وغیرہ رکھ لے، تاکہ تری کے نکلنے کا شبہ نہ رہے۔ پس روئی رکھنے کے بعد وضوء کر کے نماز پڑھ لے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۸ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۱۳۹ جلد اول باب نواقض الوضوء)

مسئلہ:۔ جس شخص کو یہ مرض ہو کہ پیشاب کے قطرے آتے رہے ہیں، اس کو پانی کے ساتھ استنجاء کرنے (دھونے) سے پہلے ڈھیلے یا ٹیشو پیپر کا استعمال لازم ہے، جب اطمینان ہو جائے تب پانی سے استنجاء کرے۔ (آپ کے مسائل ص ۸۴ جلد ۳) (یا طریقہ بالا اپنایئے)

مسئلہ:۔ استنجے کے ڈھیلے پر لگا ہوا ہاتھ پاجامہ (وغیرہ) پر پڑنے سے پاجامہ ناپاک نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۶ جلد اول بحوالہ عالمگیری ص ۴۸ جلد اول باب الاستنجاء)

مسئلہ:۔ استنجے میں ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد اگر نجاست کا اثر باقی رہ گیا اور مقام براز کا پسینہ کپڑے کو لگ گیا تو کپڑا نجس نہ ہوگا۔ (خواہ اس کی مقدار ایک درہم سے زیادہ ہو) بخلاف اس کے اگر استنجے کا ڈھیلہ، تھوڑی مقدار پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ مٹی کے ڈھیلے سے استنجاء سکھانے کے بعد اگر ہاتھ پر نجاست بالکل نہ لگی ہو تو اگر ہاتھ پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی پاک ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۶ جلد اول)

پیشاب کی ایسی باریک چھینٹیں جو معلوم نہ ہوں، معاف ہیں، ان سے کپڑا او بدن ناپاک نہیں ہوتا، ایسے کپڑے سے نماز صحیح ہے۔ (مگر احتیاط اس سے بھی کرنی چاہیئے۔)

مسئلہ :۔اگر پاجامہ میں پیشاب نکل جائے اور پاجامہ تر ہوجائے، پھر وہ تری پاجامہ کی بدن کولگ جائے تو اگر مقدار درہم سے زیادہ جگہ میں لگی ہے تو بدن کا دھونا ضروری ہے، اگر بدن کودھوئے بغیر دوسرے کپڑے سے نماز پڑھی تو اعادہ یعنی لوٹانا اس نماز کا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۷ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۲۸۴ جلد اول وص ۲۹۷ جلد اول باب الانجاس وہدایہ ص ۷۱ جلد اول)

مسئلہ :۔جب مقدار ناپاکی کی درہم کی مقدار سے بڑھ جائے تو کپڑے کودھوکراور پاک کر کے نماز پڑھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۱ جلد اول بحوالہ ہدایہ ص ۷۱ جلد اول باب الانجاس)

پاکی میں وسوسہ کوختم کرنے کی ترکیب

سوال:۔اگرکوئی یقینی طور پرناپاک چیز کودھوتا ہے مگرایک شک ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا شروع ہوجاتا ہے، اس وجہ سے ہروقت ذہن پریشان رہتا ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

جواب:۔اس شک کا علاج یہ ہے کہ کپڑا یا چیز تین بار دھولیا کیجئے اور (کپڑے وغیرہ کو ہر بار نچوڑا بھی جائے) پس پاک ہوگئی۔

اس کے بعد اگر شک ہوا کرے تو اس کی کوئی پروانہ کیجئے بلکہ شیطان کو یہ کہہ کر دھتکار دیا کیجئے کہ او مردود! جب اللہ اور رسولؐ اس کو پاک کہہ رہے ہیں تو میں تیری شک اندازی کی کیوں پرواہ کروں؟

اگر آپ نے میری اس تدبیر پرعمل کرلیا تو انشاء اللہ آپ کوشک اور وہم کی بیماری سے نجات مل جائے گی۔ (آپ کے مسائل ص ۹۰ جلد ۲)

مسئلہ :۔وہ شخص جس کا وضوء نہیں تھا، اس نے وضوء کیا یا پیشاب کرنے کے بعد جنبی (ناپاک) نے غسل کیا اور وضوء یا غسل سے فراغت کے بعد اس نے اپنی شرم گاہ پرنمی دیکھی لیکن اس کو معلوم نہیں ہے کہ یہ پانی ہے یا پیشاب ہے، تو اس کو دوبارہ وضوء کرنا چاہیئے اور اگر نماز پڑھتے ہوئے یہ صورت پیش آئی ہے مگر خود اس کو نجاست کا یقین نہیں ہے تو اس کو چاہیئے

کہ نماز پڑھتا چلا جائے، تری کی طرف دھیان قطعاً نہ دے، ہاں اگر پیشاب ہونے کا یقین ہوتو الگ بات ہے، اور ایسے شخص کے وسوسہ کا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ وہ استنجاء کے بعد پانی لے کر شرمگاہ پر چھڑک لے، تا کہ اگر تری نظر آئے تو اسے اطمینان ہو کہ یہ وہی پانی ہے جو اس نے خود چھڑکا تھا۔ (کشف الاسرار ص ۱۵ جلد اول ومظاہر حق ص ۲۶۴ جلد اول)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ سے حضرت خواجہؒ نے عرض کیا کہ مجھے استنجاء میں بڑے وسوسے آتے ہیں، بہت دیر میں بمشکل تمام خشک ہوتا ہے، مقام استنجاء (ذکر) ملنے سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی رہتا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا، ایسا ہرگز نہ کیجئے، معمولی طور سے استنجاء کر کے دھو لینا چاہیئے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ اس کا حال تھن کا سا ہے کہ جب تک ملتے ہیں کچھ نہ کچھ نکلتا رہتا ہے (یعنی جیسا کہ دودھ جب دوہا (نکالا) جاتا ہے تو دودھ جانور کے تھن میں آتا ہے اور دوہنا موقوف کر دیا جاتا ہے تو دودھ بھی موقوف ہو جاتا ہے) اگر یوں ہی چھوڑ دیں تو کچھ بھی نہیں نکلتا۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بعد کو قطرہ نکل آتا ہے۔ فرمایا کہ کچھ خیال نہ کیجئے چاہے بعد کو نمازوں کا اعادہ کر لیجئے گا لیکن جب تک جبر کر کے وسوسہ کے خلاف نہ کیجئے گا، یہ مرض نہ جائے گا۔ اس وجہ سے تو آپ بڑی تکلیف میں ہیں۔

خواجہ صاحبؒ نے کہا، رطوبت کی وجہ سے ایک وقت کے وضوء میں دوسرے وقت کے وضوء کے لئے شک پڑ جاتا ہے، اس کی وجہ سے پاجامہ کا رومال بھی دھونا پڑتا ہے۔

مولانا تھانویؒ نے فرمایا، نہ وضوء کیجئے نہ رومال دھویا کیجئے، چند روز بتکلف بے التفاتی کرنے سے وسوسے جاتے رہیں گے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۰۷ جلد ۲ بحوالہ ملفوظات کمالات اشرفیہ ص ۱۹۸ ص ۸۰۷)

اس سے ثابت ہوا کہ استبراء میں زیادہ غلو اور شدت شرعاً مذموم ہونے کے علاوہ صحت کے لئے بھی مضر ہے اور ذہنی انتشار اور دماغی پریشانیوں کا بھی باعث ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۰۷ جلد ۲ وفتاویٰ عزیزی ص ۱۴۰ جلد ۲)

رفع حاجت کے وقت اگر آفتاب بادل کی آڑ میں ہو

سوال:۔اگر آفتاب بادل کی آڑ میں ہو اور دکھائی نہ دیتا ہو تو اس کی طرف (بغیر بیت الخلاء جنگل وغیرہ میں) منہ کر کے پیشاب کرے یا نہیں؟

جواب:۔ردالمختار ص ۲۵۴ جلد اول باب الاستنجاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ادھر منہ کر کے پیشاب کرنا درست ہے۔(امداد الفتاویٰ ص ۱۳۹ جلد اول)

چاند و سورج کی طرف پاخانہ و پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا، مکروہ تنزیہی ہے لیکن مراد چاند سورج کی ذات کا استقبال و استدبار ہے، اس جہت یا ان کی روشنی کا استقبال واستدبار (پشت کرنا) مکروہ نہیں ہے، اس طرح جب وہ نظر نہ آرہے ہوں تو بھی کراہت نہیں ہے اور سوال میں چونکہ چاند بادلوں میں چھپا ہوا ہے، اس لئے کراہت نہیں ہے۔(حاشیہ استاذی حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ العالی) (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

کمرہ کے اندر کسی برتن میں پیشاب کرنا

روایت ہے کہ: آنحضرت ﷺ کے گھر میں لکڑی کا ایک پیالہ تھا (چلچی وغیرہ) جو آپؐ کے پلنگ کے نیچے رکھا رہتا تھا، اس میں رات کے وقت آپؐ پیشاب کیا کرتے تھے۔"

"پیشاب کیا کرتے تھے" یعنی سردی کے موسم میں یا کس[illegible] سے رات کو اٹھ کر باہر نکلنا چونکہ پریشانی کا باعث ہوتا تھا، اس لئے رات کے وقت آپ ﷺ لکڑی کے اس پیالہ (برتن) میں پیشاب کیا کرتے تھے جو اسی کام کے لئے آپؐ کے پلنگ کے نیچے رکھا رہتا تھا۔پس آپؐ کا یہ عمل دراصل امت کو یہ بتانے کے لئے تھا کہ اگر ایسا کر لیا جایا کرے تو ضرورت کے وقت سردی کے موسم میں یا کسی اور پریشانی کی صورت میں آسانی و راحت مل جائے گی۔

درحقیقت آنحضرت ﷺ اپنی امت پر بے حد شفیق و مہربان تھے، چنانچہ دینی احکام و مسائل میں جتنی بھی آسانی اور راحت ہو سکتی تھی اس کو آپؐ ضرور فرماتے دیتے تھے۔

(مظاہر حق ص ۳۶۵ جلد اول)

استنجے میں ڈھیلے طاق عدد ہونے چاہئیں

سوال:۔ پاخانے کے بارے میں حدیث شریف میں جو وتر عدد ڈھیلے لینے کی بابت آیا ہے وہ عدد وتر (تین) عدد پیشاب کے لئے بھی ہے یا پیشاب کے علیحدہ ڈھیلہ ہونا چاہیئے، یعنی پیشاب و پاخانہ دونوں کے لئے تین ڈھیلے ہونے چاہئیں یا چار؟

جواب:۔ وہ وتر (تین عدد) ڈھیلے پاخانہ کے لئے ہیں، پیشاب کے علیحدہ چوتھا ڈھیلہ ہونا چاہیئے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۳۸۰ جلد اول ومظاہر حق ص ۲۵۲ جلد اول وص ۳۵۸ جلد اول)

استنجے کے لئے تین ڈھیلے اس لئے مقرر فرمائے کہ صفائی کے لئے ایک حد مقرر کرنا ضروری تھا ورنہ وہمی آدمی سارا سارا دن استنجاء ہی کرنے میں گذار دیتے، باوجود اس قدر تاکید شدید کے ہم بعض وہمیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی استنجاء کے لئے ڈھیلوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں اور پانی بھی کافی مقدار میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اور تین سے کم ڈھیلوں میں بخوبی صفائی اور پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی اور تین میں صفائی ہو جاتی ہے اور تین سے زیادہ میں تضیع اوقات اور وہم کا بڑھانا ہے۔ اور گوبر اور ہڈیوں سے استنجاء اس لئے منع فرمایا ہے کہ ان میں اکثر موذی جانور سانپ، بچھو وغیرہ اور بعض قسم کے کاٹنے والے کیڑے بیٹھے رہتے ہیں۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۸)

مسئلہ:۔ پاخانہ کرنے کے بعد گرمی کے موسم میں مردوں کو پہلا ڈھیلہ آگے سے پیچھے لے جانا چاہیئے، دوسرا ڈھیلہ پیچھے سے آگے کو اور تیسرا ڈھیلہ پھر آگے سے پیچھے لے جائیں۔

سردی کے موسم میں پہلا ڈھیلہ پیچھے سے آگے کو، دوسرا ڈھیلہ آگے سے پیچھے کو اور تیسرا پیچھے سے آگے کو لے جائیں۔

اور اگر عورت استنجاء کو سکھانے میں ڈھیلہ استعمال کرے تو ہمیشہ یعنی ہر موسم میں پہلا ڈھیلہ آگے سے پیچھے کو لے جائے، دوسرا ڈھیلہ پیچھے سے آگے کو اور تیسرا بھی آگے سے پیچھے کو۔ پھر (اگر پانی سے دھونا چاہیں) پانی سے استنجاء کریں، یہاں تک کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے۔ (امداد و مسائل الصلوٰۃ ص ۱۵)

مسئلہ:۔ اگر کوئی بیمار ایسا لاغر ہو جائے کہ اپنے ہاتھ سے خود استنجا نہیں کر سکتا تو بیوی استنجاء

کراسکتی ہے، بیوی کے علاوہ کوئی اور کرے تو اس کو ہاتھ لگانا (بغیر کپڑے وغیرہ کے) اور دیکھنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶ جلد۲)

مسئلہ: ۔ پیشاب کا قطرہ آنے کا یقین ہونے کے باوجود استنجاء میں ڈھیلہ نہ لیوے تو ایسی صورت میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، ڈھیلے وغیرہ سے استنجاء کر کے اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد وضوء کر کے نماز پڑھیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۶ جلد۴)

مسئلہ: ۔ بحالت عذر سید ھے ہاتھ سے استنجاء کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۸ جلد۴ بحوالہ فتاویٰ خیریہ ص ۵)

پیشاب و پاخانہ کے تقاضہ کے وقت نماز نہ پڑھنے کی وجہ

۱۔ نفس کے اندر وضوء کا اثر اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جب نفس کو اور کاموں سے فراغت ہو اور فراغت اسی وقت ہو سکتی ہے کہ جب پیٹ کے اندر نفخ یعنی ہوا، ریح وغیرہ سے تردد اور اضطراب بھی نہ ہو، لہذا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا نہ ہو، جب اس کو پاخانہ، پیشاب کی سخت حاجت ہو" اس میں آپؐ نے آگاہ فرمادیا کہ نفس کے کسی اور طرف مشغول ہونے میں بھی حدث کے معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ ایسی حالت میں نماز کی طرف انسان کی توجہ نہیں ہو سکتی بلکہ وہ پیشاب اور پاخانہ کی مدافعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

۲۔ حبس پیشاب و پاخانہ میں انقباض اور پراگندگی اور عدم حضور کا لاحق ہونا یقینی ہے اور جب حضور نہ ہو اور پراگندگی رہے تو نماز ناقص رہے گی لہذا ایسے سبب کو رفع کرنے کا حکم ہوا جو نماز میں پراگندگی اور عدم حضور کا باعث ہو۔

نیز پیشاب کو بہت دیر تک مثانہ میں روکنا بھی ضرررساں ہے، اس سے خطرناک امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۹)

استنجے سے متعلق مسائل

مسئلہ: ۔ استنجاء ڈھیلے سے سکھاتے وقت سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۷۵ ۳ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۳۱۹ جلد اول)

کیونکہ یہ پیشاب کا وقت نہیں ہے بلکہ وہ اس سے فارغ ہو چکا ہے، صرف اطمینان قلب کے لئے ڈھیلہ استعمال کر رہا ہے، گو افضل یہ ہے کہ اس وقت نہ سلام کیا جائے اور نہ جواب دیا جائے، کیونکہ من وجہ یہ وقت حالت پیشاب و پاخانہ میں داخل ہے (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ :۔ جائز تو ہے مگر استنجاء ایسے موقع پر خشک کرنا کہ گزرنے والوں کا سامنا ہو خلاف انسانیت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۴۱ جلد اول)

مسئلہ :۔ قطب تارہ کی طرف منہ کر کے پیشاب و پاخانہ کرنا درست ہے، کیونکہ یہ حکم کعبہ شریف کے لئے ہے کہ اس کی طرف حاجت کے وقت منہ و پیٹھ نہ کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۷ جلد اول بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۹۶ جلد اول)

مسئلہ :۔ قبلہ کی جانب کے سواء شمال وجنوب کی طرف منہ کر کے پیشاب و پاخانہ کرنا منع نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸۰ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۳۱۶ جلد اول باب الاستنجاء)

مسئلہ :۔ پیشاب و پاخانہ قبلہ کی طرف منہ و پشت کر کے منع ہے لیکن آبدست کرنے کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۳۷ جلد اول)

مسئلہ :۔ میت کا استنجاء پانی اور ڈھیلے دونوں سے کیا جائے، پانی اور ڈھیلہ کا جمع کرنا سنت اور افضل ہے (مفہوم، فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸۱ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۳۱۳ جلد اول فصل فی الاستنجاء)

مسئلہ :۔ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا مسنون ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ ایسا کرتے تھے، البتہ ڈھیلے وغیرہ سے بھی استنجاء پاک کرنا درست ہے (نماز مسنون ص ۸۸، ترمذی ص ۲۹، ہدایہ ص ۴۸)

مسئلہ :۔ ڈھیلے سے استنجاء کرنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے، بس اتنا خیال رکھے کہ نجاست ادھر ادھر پھیلنے نہ پائے باقی، پھیل جائے تو ایسے وقت پانی سے دھونا واجب ہے، بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔ (بہشتی زیور ص ۸ جلد ۲ وامداد الفتاویٰ ص ۱۳۹ جلد اول)

مسئلہ :۔ ڈھیلے وغیرہ سے استنجاء پاک کرنا درست ہے اور عدد کا طاق ہونا سنت ہے اور تین کا عدد مستحب ہے۔ (در مختار ص ۵۶ جلد اول ج)

مسئلہ :۔ پیشاب و پاخانہ یا استنجاء کرتے وقت زبان سے کلمہ یا کوئی آیت یا حدیث پڑھنی مکروہ ہے۔ (نماز مسنون ص ۹۶)

مسئلہ:۔استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو صابن وغیرہ سے صاف کرنا چاہیئے ، ورنہ مٹی مل کر صاف کرنا چاہیئے ۔ (نماز مسنون ص ۹۷، ابوداؤد ص ۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ریح نکلنے سے صرف وضوء لازم آتا ہے، استنجاء کرنا صحیح نہیں ہے یعنی پانی سے دھونے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر ریح (ہوا) نکلنے کے ساتھ نجاست نکل گئی ہو تو استنجاء کیا جائے ۔ (آپ کے مسائل ص ۸۳ و ص ۸۴ جلد ۳ و فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۶ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۹۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ایسے لاکٹ جن پر لفظ ''اللہ'' کندہ (لکھا ہوا) ہو پہن کر بیت الخلاء میں جانے سے پہلے اتار دیں۔

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص بیت الخلاء میں جانے سے پہلے دعا پڑھنا بھول جائے اور اندر جا کر یاد آئے تو زبان سے نہ پڑھے بلکہ دل دل میں پڑھ لے۔

مسئلہ:۔بیت الخلاء (فلش) میں قدم رکھنے سے پہلے اور جنگل میں ستر (پاجامہ وغیرہ) کھولنے سے پہلے دعاء پڑھی جائے ۔ (آپ کے مسائل ص ۸۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا درست ہے اور وضوء کے بچے ہوئے پانی سے استنجاء بھی درست ہے لیکن نہ کرنا بہتر ہے۔ (بہشتی زیور ص ۹ جلد ۲ و فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۸۳)

مسئلہ:۔وضوء کرنے کے بعد یاد آئے کہ چھوٹا یا بڑا استنجاء پانی سے پاک کرنا ہے (ڈھیلے سے تو استنجاء پہلے کر لیا تھا) پانی سے پاک کرنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ پھر وضوء کرے تا کہ اختلاف سے نکل جائے ۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۲ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۳۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کیئے بغیر نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہوگئی (جبکہ نجاست آس پاس نہ پھیلی ہو)

(فتاوی دار العلوم ص ۳۸۲ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۳۲۴ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

مسئلہ:۔پیشاب و پاخانہ کرتے وقت بات کرنا مکروہ ہے، نیز ان وقتوں میں ذکر اللہ بھی نہ کرے اور چھینک آئے تو ایسے وقت **الحمدللہ** بھی زبان سے نہ کہے اور نہ **یرحمک اللہ** زبان سے کہے، نہ سلام کا جواب دے۔

مسئلہ:۔ بلاضرورت شرمگاہ کی طرف یا پاخانہ پیشاب کی طرف نہ دیکھے، اور نہ وہاں پر بلاضرورت تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ کھنکھارے، نہ دائیں اور بائیں دیکھے، اور نہ اپنے بدن سے کھیلے اور نہ آسمان کی طرف سر اٹھائے اور نہ پیشاب و پاخانہ میں زیادہ دیر تک بلاضرورت بیٹھنے کی کوشش کرے کہ اس سے بواسیر اور جگر کا درد پیدا ہوجاتا ہے، کپڑوں کی ایسی جگہ پوری حفاظت رکھے کہ ملوث (آلودہ) نہ ہونے پائیں نہ نجاست سے اور نہ استعمال کیے ہوئے پانی سے۔

مسئلہ:۔ استنجاء کھلے سر نہ کیا جائے، یہ ادب کے خلاف ہے۔

مسئلہ:۔ استنجے کے لئے بیٹھنے کے قریب ہو، تب ستر (کپڑے وغیرہ) کھولے، کھڑے کھڑے ستر نہ کھولے۔ اور دونوں پاؤں کشادہ کرکے بیٹھے اور بائیں پاؤں پر جھک کر بیٹھے۔ پیشاب و پاخانہ سے فارغ ہوکر دعاء پڑھے۔ (کشف الاسرار ص ۹۹ جلد ۳)

مسئلہ:۔ جس عضوء کو دھویا جاتا ہے اس کی پاکی کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے، اس کے بعد پھر ہاتھ کو بعد میں دھوکر پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی (اگر دھولے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے) خواہ جس عضو کو دھویا جارہا ہے وہ استنجاء کی جگہ ہو یا کوئی اور جگہ ہو، اور طہارت (پاکی) میں ہاتھ سے بدبو کا دور کرنا مخرج کا نجاست سے دور کرنا شرط ہے، سوائے اس صورت کے کہ آدمی اس کے دور کرنے سے عاجز ہو۔ (کشف الاسرار ص ۱۰۹ جلد ۳)

اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم
وتقبل منی انک انت السمیع العلیم

محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند یو، پی (انڈیا)
یکم رجب ۱۴۱۸ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۹۷ء

مآخذ و مراجع کتاب

نام کتاب	مصنف و مؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیعؒ مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	مولانا منظور احمد صاحب نعمانیؒ	الفرقان بکڈ پو ۳۱ نیا گاؤں لکھنؤ
فتاویٰ دار العلوم مکمل و مدلل	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	مکتبہ دار العلوم دیوبند
فتاویٰ رحیمیہ	سید مفتی عبدالرحیم صاحب	مکتبہ منشی اسٹیٹ (اندر) سوات
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
فتاویٰ محمدیہ	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
الجواب المتین	ایضاً	ایضاً
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانویؒ	ادارہ تالیفات اولیائے دیوبند
فتاویٰ عالمگیری	علامہ سید امیر احمد	مطبع نولکشور لکھنؤ
کفایت المفتی	سید احمد طحطاوی	پاکستانی
احسن الفتاویٰ		مطبع محمدی لاہور
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	محمد رفعت قاسمی	مکتبہ رضی دیوبند، مکتبہ تھانوی دیوبند
مظاہر حق جدید	مفتی محمد شفیعؒ	دار الاشاعت کراچی پاکستان
معارف مدینہ	افادات مولانا حسین احمد صاحبؒ مدنی	نولکشور لکھنؤ
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن لکھنویؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	عارف کمپنی دیوبند
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
رکن دین	مولانا رکن الدینؒ	اشاعۃ الاسلام دہلی
اسرار شریعت	مولانا محمد فضل صاحب	پنجاب پاکستان

نام کتاب	مصنف ومؤلف	مطبع
کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ	ادارہ رشیدیہ دیو بند
الترغیب والترھیب	مولانا زکی الدین عبدالعظیم المنذری	ندوۃ المصنفین دہلی
ردالمختار	علامہ ابن عابدین	پاکستانی
مسائل تراویح مکمل ومدلل	افادات مولانا حسین احمد مدنیؒ	مدرسہ امدادالاسلام صدر بازار میرٹھ
امدادالمفتین	علامہ علاؤالدین ابی بکر	پاکستانی
جدید فقہی مسائل		کتب خانہ رشیدیہ دہلی
غنیۃ الطالبین	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	مسلم اکیڈمی سہارنپور
نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا نظام الدین صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند	اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی
اشرف الجواب	حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ	اشرف المواعظ دیو بند
المصالح العقلیہ	ایضاً	ایضاً
اغلاط العوام	ایضاً	ایضاً
فضائل نماز	حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ شیخ الحدیث سہارنپوری	دارالاشاعت دہلی
نماز مسنون	مولانا صوفی عبدالمجید صاحبؒ	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
آپ کے مسائل اور انکا حل	حضرت مولانا محمد یوسف صا ب لدھیانویؒ	کتب خانہ نعیمیہ
امدادالاحکام	مرتبہ مولانا ظفراحمد صاحب عثمانیؒ ومولانا عبدالکریم صاحب	مکتبہ دارالعلوم کراچی
حجۃ اللہ البالغہ	شیخ الاسلام ولی اللہ محدث دہلویؒ	

مکمل و مدلل

مسائلِ خُفین

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل خفین

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

کمپوزنگ: دارالترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیر نگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان

وخریج مرکزی دارالقراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی

: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی

: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی

: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی

راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان

پشاور: حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور

: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور

: المیزان اردو بازار لاہور

صوابی: تاج کتب خانہ صوابی

اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک

بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر

سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات

تیمرگرہ: اسلامی کتب خانہ تیمرگرہ

باجوڑ: مکتبہ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اس کاوش کو

امام المشارق والمغارب شیرِ خدا

دامادِ رسول ﷺ زوجِ بتولؓ، ابوتراب

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام منسوب

کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں جن کا قول ہے کہ:۔

"اگر دینی مسائل کی بنیاد عقل پر ہوتی تو خف (موزے)

کے نیچے مسح کرنا زیادہ مناسب ہوتا، بہ نسبت اوپر مسح کرنے کے،

مگر میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے موزوں

کے اوپر کے حصہ پر مسح کیا کرتے تھے"

(حجۃ اللہ البالغہ)

محمد رفعت قاسمی خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

عرضِ مؤلّف

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْن

الحمدللہ یہ گیارہواں کتاب ''مکمل و مدلل مسائلِ خفین'' پیش ہے، جس میں موزوں پر مسح کرنے کے دلائل، مسح کرنے کی حکمت، مسح کی تعریف، موزوں کے اقسام، کون سے موزوں پر مسح کی اجازت ہے؟ سفر و حضر میں مسح کی مدت و احکام، عام موزے، دستانے، عمامہ، برقعہ، اور سرد علاقوں میں مسح کے مسائل، مسح کی شرطیں، مسح کے فرائض و سنن و مستحبات اور مسح کے باطل ہونے کی صورتیں وغیرہ۔

نیز پلاسٹر پر مسح کرنے کے دلائل، مسح کے صحیح ہونے کی شرطیں، پھوڑا، پھنسی، پھٹن، زخم و چوٹ پر پٹی، پھاہیہ، بینڈیج اور فریکچر ہونے (ہڈی ٹوٹنے) کے باعث پلاسٹر وغیرہ پر مسح کرنے کے مسائل۔ غرض یہ کہ مسح سے متعلق تقریباً تین سو (۳۰۰) مسائل ہیں۔ مجھ کو اپنی کم علمی اور بے بضاعتی اور ساتھ ہی قلیل الفہمی کا اقرار ہے، مسائل کا معاملہ دقیق ہے جس کیلئے گہرے علم کی ضرورت ہے اور یہاں سطحی معلومات بھی محدود، لیکن اللہ کے بھروسہ پر اکابر اصحابِ فتاویٰ کی کتابوں سے ممکنہ احتیاط اور انتہائی غور و فکر کے ساتھ مذکورہ موضوع سے متعلق مفتیٰ بہ اقوال یکجا کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے، اس کے باوجود بھی غلطی یا لغزش کا ہو جانا غیر متوقع نہیں ہے۔ اس لئے اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ اگر کہیں فروگزاشت نظر آئے تو احقر کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ تصحیح کردی جائے۔ یا اللہ! محض اپنے فضل و کرم سے اس کوشش کو بھی قبول فرما کر آئندہ بھی دینی خدمت کی توفیق عنایت فرما۔ (آمین)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ خادم التدریس دارالعلوم دیوبند، یو، پی (انڈیا)

مورخہ یکم محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۹۴ء بروز اتوار

تصدیق

جامع شریعت وطریقت فقیہہ الامت سیدی حضرت مولانا
مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہ چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی
مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

الحمد لله وحده والصّلاة والسّلام علىٰ من لا نبي بعده...... امابعد

محترم مولانا

محمد رفعت قاسمی صاحب قاسمی

مدرس دارالعلام نے اپنی سابق تالیفات کی طرح زیر کتاب ''مسائل نُفین مع جبیرہ'' سے متعلق منتشرہ مسائل کو مختلف کتب فتاوی وغیرہ سے جمع فرما کر اُمّت پر احسان فرمایا ہے۔ اور اختلافی مسائل میں قولِ راجع ومفتیٰ بہ کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر دے اور اس سے خواص وعوام کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور مؤلف موصوف کو دارین کی ترقیات سے نوازے، نجات کا ذریعہ بنا کر آئندہ بھی عینی خدمت کا موقع عنایت فرماتا رہے۔ (آمین)

العبد محمود غفرلہ مقیم چھتہ مسجد

دارالعلام دیوبند......

۱۴۱۵ھ

اِرشادِ عالی

حضرت مولانا نظام الدین صاحب دامت برکاتہم مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ سبحانہٗ

الحمد لله ربّ العالمین والصّلوٰة والسّلام علیٰ رَسولهٖ محمّدٍ و علیٰ آلهٖ وصحبهٖ اَجمَعِین. وبعد

پیش نظر کتاب

بالاستیعاب دیکھنے کا موقع تو نہیں ملا۔
البتہ فہرست بہت غور سے پڑھا۔ عنوانات
مذکورہ سے غلبہ ظن کے درجہ میں اندازہ ہوتا ہے کہ
عمدہ ونفیس مضامین پر مشتمل ہے اور عوام وخواص کیلئے
بے حد مفید کتاب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو
بھی قبولیت سے نوازیں اور مقبولِ خواص
وعوام اور سب کیلئے مفید بنائیں۔
آمین ثم آمین۔ فقط

کتبہ العبد نظام الدین
مفتی دارالعلوم دیوبند
۱۴۱۵/۶/۲۲ھ
م ۲۸/ ۱۲/ ۱۹۹۴ء

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم و مفتی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

خفین جاڑے کے دنوں میں ٹھنڈے ملک میں عام طور پر پہنا جاتا ہے، اس سے پیروں کی حفاظت مقصود ہوتی ہے اور مقیم کے لئے ایک دن رات تک مسح کی اجازت ہوتی ہے اور مسافر کے لئے تین دن تین رات تک، اسی طرح زخموں پر مجروحین کے پٹی باندھی جاتی ہے اور کبھی یہ اعضاء وضو پر ہوتی ہے، اس پر بھی مسح کی اجازت ہوتی ہے، اگر پانی کا پہنچنا زخم کیلئے مضر ہو۔

ضرورت تھی کہ ان تمام مسائل کو یکجا کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے، تاکہ خفین اور زخموں کی پٹی پر جن لوگوں کو مسح کی ضرورت ہوتی ہے، ان کو تمام مسائل یکجا ایک کتاب میں مل جائیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا قاری محمد رفعت قاسمی صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی دوسری کتابوں کی طرح ان مسائل کو بھی مختلف مستند و مدلل فتاویٰ سے یکجا کرنے کی جدوجہد کی اور اللہ نے ان کو کامیابی عطا کی۔

زیر نظر کتاب انہی جیسے تمام ضروری مسائل کے مجموعہ پر مشتمل ہے اور بحمد اللہ حوالوں کے ساتھ درج ہیں، مختصر یہ کہ یہ قیمتی ذخیرہ ہمارے سامنے آ گیا ہے اور ہم بہت ساری کتابوں سے بے نیاز ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مؤلف کو فلاح دارین عطا فرمائے آمین۔

طالب دعا محمد ظفیر الدین مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۳ جمادی الآخر ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء۔

تقریظ

فقیہہ النفس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ العالی پالنپوری
محدث کبیر دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و كفىٰ و سلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ. اما بعد.

دارالعلوم دیوبند کے فاضل جناب مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند موفق ہیں، اللہ تعالیٰ نے متعدد کتابیں ان کے فیض بار قلم سے ظاہر فرمائی ہیں، جن سے اُمت کو بہت فیض پہنچا ہے، اور کتابیں بے حد مقبول ہوئی ہیں۔ اب ان کی سعی پیہم سے ایک نئی کتاب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے جس کا نام ہے ''مکمل و مدلل مسائل خفین'' اور صرف مکمل و مدلل ہی نہیں بلکہ ''مفصل و مُبرہن بھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی موصوف کی دیگر تالیفات کی طرح مقبولِ عام بنائیں اور مؤلف کو دارین میں اَجر جزیل عطا فرمائیں۔ (آمین)

خفین کا مسئلہ تو زیادہ دقیق نہیں ہے، البتہ جوارب کا مسئلہ الجھن کا مسئلہ ہے۔ ہمارے بلاد میں جو کپڑے کی یا سُوت کی یا نائیلون کی جرابیں رائج ہیں وہ رقیق (باریک) ہیں اور ان میں مسح کی شرائط نہیں پائی جاتیں اس لیے ان پر بالا جماع مسح جائز نہیں ہے۔ آج کل کچھ بے لگام جوان خاص طور پر عرب نو جوان ان پر بھی مسح کرنے لگے ہیں یہ بڑی سخت غلطی ہے، ان کا وضو نہیں ہوتا اور نماز بھی درست نہیں ہوتی اور ایسے امام کے پیچھے نماز بھی صحیح نہیں ہوتی۔ البتہ ان معمولی جرابوں کو مجلد کر لیا جائے یعنی نیچے اوپر پورے قدم پر دوں ٹخنوں تک چمڑا چڑھا دیا جائے تو پھر وہ خفین کے حکم میں ہو جاتے ہیں اور ان پر مسح درست ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان معمولی جرابوں کو منعل کر لیا جائے یعنی صرف تلے پر چمڑا چڑھا دیا جائے اور سی کر ایک کر لیا جائے تو بھی ان پر مسح جائز نہیں ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو

بندی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ ''نیل المآرب فی المسح علی الجواب'' میں لکھا ہے کہ:۔

''رقیق منعل کے متعلق متقدمین حنفیہ کی موجودہ کتابوں میں بالتصیص تو کوئی حکم مذکور نہیں، لیکن کلام کی دلالت واضحہ اس پر موجود ہے کہ رقیق منعل پر مسح جائز نہیں''

(فتاویٰ دار العلوم قدیم ص ۳۸، جلد ۱، ۲)

ایک صورت ہمارے دیار میں یہ بھی رائج ہے کہ ان معمولی جرابوں پر چمڑے کے پائتابے پہنے جاتے ہیں۔ جن کی شکل سلیم شاہی جوتی جیسی ہوتے ہے، یہ پائتابے جرابوں کی حفاظت کے لیے پہنے جاتے ہیں، اور عام طور پر وہ جرابوں سے منفصل (جدا) ہوتے ہیں مگر بعض حضرات ان کو جرابوں کے ساتھ سی کر ایک بھی کر لیتے ہیں۔ ان پر بھی مسح جائز نہیں ہے۔ اگر وہ منفصل (الگ) ہیں تب تو ظاہر ہے اور اگر ان کو سی کر ایک کر لیا گیا ہے تب بھی یہ منفصل ہی کے حکم میں ہیں مجلد نہیں بنتے، مجلد کے لیے پورے قدم پر چمڑا چڑھا ہوا ہونا ضروری ہے، اگر صرف تلی پر چمڑا چڑھایا گیا ہے تو وہ منعل کی اصلی صورت ہے، اور اگر پائتابے جرابوں کے ساتھ سی دیئے گئے ہیں تو یہ بھی منعل ہی کے حکم میں ہیں۔ حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ نے اپنے مذکورہ بالا رسالہ میں اس پر بہت وضاحت فرمائی ہے۔

کتاب میں اس مسئلہ پر مفصل کلام ہے، لیکن چونکہ اس کا معاملہ اہم تھا اس لیے میں نے مناسب خیال کیا کہ کتاب کی مفصل ابحاث کا خلاصہ اپنے الفاظ میں درج کردوں تاکہ قراء حضرات واضح طور پر اس کا حکم ذہن نشین کرلیں۔

آخر میں دعاء کرتا ہوں اور فضلِ خداوندی کے اُمیدوار ہوں کہ کتاب کو مقبول فرمادیں اور مسلمانوں کو اس سے فیضیاب فرمائیں، اور مصنف دام مجدہٗ کو جزائے خیر عطا فرمادیں۔ والسلام۔

کتبہ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری خادم دار العلوم دیوبند

۲۲/رجب ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَسِيْتَ قَالَ بَلْ اَنْتَ نَسِيْتَ بِهٰذَا اَمَرَ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ.

مسئلہ (رواہ احمد وابوداؤد)

موزوں پر مسح کا ثبوت

مسئلہ :۔ موزہ پر مسح کا جائز ہونا احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے، تقریباً اسی (۸۰) جلیل القدر صحابہؓ بیان کرنے والے ہیں کہ خود جناب سرور کائنات ﷺ نے مسح فرمایا، اور اجازت دی ہے اور اجماع واتفاق مسلمین اور تواتر سے یہی ثابت ہے اور اس کا منکر خارج اہلِ سنت والجماعت ہے۔ (طہور المسلمین ص ۳۴ وفتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۴ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۲۴۵ جلد اول باب المسح علی الخفین)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نصب الرایہ ص ۱۸۴ جلد اول و معارف السنن شرح ترمذی ص ۳۴۸ جلد اول، و کتاب الفقہ ص ۲۱۹ جلد اول وفتاویٰ دار العلوم مع امداد المفتین ص ۲۱۱ جلد ۲)

مسئلہ :۔ موزوں پر مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے، ثبوت اس کا سنتِ مشہورہ سے ہے اور راوی حدیث موزوں پر مسح کے اسی صحابہؓ سے زیادہ ہیں، اور ان میں عشرۂ مبشرہ بھی ہیں (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۴ جلد اول ودرمختار ص ۲۴۵۔ جلد اول)

موزوں پر مسح جائز ہے

مسئلہ :۔ جو شخص (چمڑے کے) موزے پہنے ہوئے ہو، اور وضو کرنا چاہتا ہو، تو وضو کے وقت پیروں سے ان موزوں کو اُتار کر پیروں کا دھونا اس پر فرض نہیں، اس کو اجازت ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کرلے۔ (مظاہر حق ص ۲۶۲ جلد اول)

مسئلہ :۔ اگر کوئی دوسرے آدمی سے موزوں پر مسح کرائے تو درست ہے مگر نیت وہ کرے جس کے موزہ پر مسح ہو۔ (رکن دین ص ۲۷ بحوالہ عالمگیری)

کیا موزوں پر مسح آیتِ قرآنی کے خلاف ہے؟

موزوں پر مسح کرنا بکثرت صحیح حدیثوں سے جو تواتر (جس کی سندیں بکثرت ہوں) کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں، ثابت ہے۔

کتاب " استذکار میں ہے کہ موزوں پر مسح کرنے کی احادیث کو تقریباً چالیس صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے، اور حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ستر صحابیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔

پس منجملہ احادیث صحیحہ کے جو اس بارے میں آئی ہیں، حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو ائمہ ستہ نے حضرت اعمشؒ سے روایت کیا، انہوں نے ابراہیمؒ سے اور انھوں نے ہمامؒ سے اور انھوں نے جریرؓ سے روایت کیا کہ حضرت جریرؓ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کر لیا۔ جب لوگوں نے کہا کہ " آپ اس طرح (مسح) کیا کرتے ہیں؟"

انہوں نے فرمایا" ہاں! میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کر لیا۔

امام زیلعیؒ نے اس حدیث کا ذکر اپنی کتاب "نصب الرایہ" میں کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث محدثین کو بہت پسند تھی، اس واسطے کہ حضرت جریرؓ سورۂ مائدہ (پارہ ۶) کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ سورۂ مائدہ وہ سورت ہے جس میں پانی سے وضو کرنے کا حکم نازل ہوا ہے:۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾ (پارہ ۶ سورہ مائدہ)

(یعنی اے مسلمانوں! جب نماز پڑھنے کو ہو تو اپنے چہروں کو اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو، اور اپنے سروں کا مسح کیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھویا کرو)۔

یہ آیت صراحتاً دونوں پیروں کا پانی سے دھونا ضروری قرار دیتی ہے، لیکن بکثرت احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں اور یہ حدیثیں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کی ہیں۔

لہٰذا ان احادیث سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کا دھونا اس صورت میں فرض کیا ہے جب کہ موزہ (چمڑے کا یا ایسی ہی قسم کا) نہ پہن رکھا ہو۔ اگر پاؤں میں موزہ (شرائط والا) ہو تو دھونا فرض نہیں ہے، بلکہ دھونے کی بجائے موزوں پر مسح کرنا فرض ہے۔ ایسی احادیث کے منجملہ وہ حدیث ہے جو امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کی لیے نکلے اور حضرت مغیرہؓ ایک چرمی ظروف (چمڑے کا بنا ہوا برتن) میں پانی لے کر آپؐ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ پھر جب آپؐ حاجت سے فارغ ہوئے تو حضرت مغیرہؓ نے پانی ڈالا (یعنی وضو کرایا) اور آپؐ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا۔

امام بخاریؒ نے ایک اور حدیث حضرت مغیرہؓ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضورؐ کے ہمراہ تھا تو میں نے ارادہ کیا کہ آپؐ کے موزے اتار دوں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا "انھیں رہنے دو، میں نے پاؤں پاک کر کے (یعنی وضو کر کے) ان میں ڈالے تھے"۔ پھر آپؐ نے اسکے اوپر ہی مسح کر لیا۔ اسی طرح کی اور بھی صحیح احادیث ہیں جن کو بخاریؒ، مسلمؒ اور دوسرے راویانِ احادیثِ صحیحہ نے روایت کیا ہے۔

(کتاب الفقہ ص۲۲۰ ج۱)

مشتبہ موزوں کا حکم

خفین پہننے کی صورت میں احادیثِ متواترہ سے ثابت ہو گیا کہ مسح بھی کافی ہے، اب اس حکم کو خفین سے متجاوز کر کے جرابوں (عام موزوں) میں جاری کرنا بھی اسی شرط کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ان جرابوں کا بحکم خفین ہونا اور تمام شرائط خفین کا ان میں تحقق ہونا یقینی طور پر ثابت ہو جائے اور جس جراب میں شک رہے کہ وہ بحکم خفین ہے یا نہیں۔ اور شرائط خفین اس میں متحقق ہیں یا نہیں۔ اس پر مسح کی اجازت نہ دی جائے بقاعدہ الیقین لا یزول بشک (فریضہ اصلی پاؤں کا دھونا ہے، مشتبہ چیز کی لیے چھوڑا نہیں جا سکتا ہے) اور اسی احتیاط کی بناء پر حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے ثخین جرابوں پر بھی جوازِ مسح کے لیے پورا مجلد ہونا شرط قرار دیا ہے۔ منعل کو کافی نہیں سمجھا اور امام اعظمؒ کے اصل مذہب میں روایت حسن سے بھی

یہی ہے کہ تخین (اتنا موٹا موزہ جس سے پانی نہ چھنے) کو جب تک پورا مجلد کعبین (ٹخنوں) تک نہ کیا جائے، اس وقت تک مسح جائز نہیں۔
(امداد المفتیین ص ۲۰۷ جلد اول و بہشتی زیور ص ۱۷، ج ۱، بحوالہ البدایہ ص ۵۷)

مسح علی الخفین کی حقیقت

,,مسح علی الخفین،، عربی زبان میں ,,خف،، کے معنی موزہ کے آتے ہیں. تثنیہ کا صیغہ (لفظ خفین) اس لئے بولا گیا ہے کہ بلا عذر صرف ایک موزہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہوتا ہے.

موزہ کو ,,خف،، اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں مسح کرنے والے کے لئے خفت یعنی ہلکا پن ہے، دھونے کے اعتبار سے مسح سہل ہے، پروردگارِ عالم کو معلوم تھا کہ موزہ میں یہ سہولت ہوگی اور زبانِ نبویؐ سے اس کا اعلان ہوگا۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ موزوں پر مسح کی سہولت اُمتِ محمد یہﷺ کی خصوصیت ہے۔ (درمختار ص ۳۲ جلد ۳)

اصطلاحِ شریعت میں خُف کسے کہتے ہیں؟

شریعت میں خُف اس چیز کو کہتے ہیں جو چمڑے یا چمڑے جیسی چیز سے بنایا جائے جو ٹخنوں تک یا پنڈلی تک ڈھانک لے، یعنی چھپالے، اور پاؤں سے متصل ہو اور اس میں پانی نہ چھن سکے۔ (معارف السنن ص ۳۲۱ جلد اول)

خف کا ترجمہ عام موزہ نہیں ہے۔ (فیض الباری، ص ۳۰۲ جلد اول)

(اصطلاحِ شریعت میں خف کا ترجمہ یا اس کی مراد عام موزہ نہیں ہے، اور ہر قسم اور ہر نوع کے موزہ کو خف نہیں کہا جاتا، بلکہ چمڑے یا اس جیسی چیز کا مخصوص شرائط کے ساتھ ہو، اس کو ''خف'' کہتے ہیں۔ کسی بھی محدث یا فقیہ نے ''خف'' سے مراد ہر قسم کا موزہ نہیں لیا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

موزوں پر مسح کی تعریف

مسح کے معنی لغت کی رو سے ''کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا''، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی چیز پر ہاتھ پھیرے تو کہتے ہیں کہ ''مسح علیہ'' (یعنی اُس نے فلاں شے (چیز) پر مسح کیا ہے۔ شریعت کی

اصطلاح میں مسح سے مراد تری پہنچانا ہے۔ یہاں ''تری پہنچانے'' کا مقصد موزوں کو خاص طریقے سے جو آئندہ بیان کردہ شرائط کے مطابق ہو، معینہ وقت میں تری پہنچانا ہے۔

بنیادی طور پر موزوں کے اوپر مسح کرنا ایک امر جائز ہے، یعنی شارع علیہ السلام نے مردوں اور عورتوں کو اجازت دی ہے کہ سفر اور حضر میں موزوں پر مسح کر سکتے ہیں۔ یہ حکم (دراصل) ایک رخصت ہے جو شارع علیہ السلام نے مکلف اشخاص کے لیے روا رکھی ہے رخصت کے معنی لغت میں سہولت (آسانی) کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں وہ امر ہے جو کسی دلیلِ شرعی سے ہٹ کر ایک اور دلیل سے جو اس کے مقابل کی ہو، ثابت ہو۔ اس کے مقابلے میں ''عزیمت'' کا لفظ ہے یعنی وہ امر جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو۔

موزوں پر مسح کرنا کبھی واجب ہو جاتا ہے۔ اُس کی صورت یہ ہے کہ اگر موزے کو اُتار کر پیر دھونے میں نماز کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں فرض ہو جاتا ہے کہ (وضو میں پیر دھونے کی بجائے) موزے پر مسح کرلیا جائے۔

اسی طرح نماز کے علاوہ کوئی اور فرض، مثلاً ''وقوفِ عرفہ'' (یعنی حج کے موقع پر عرفات میں ٹھہرنے کا فریضہ) فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو یہ (مسح) فرض ہو جاتا ہے کہ موزہ نہ اُتارا جائے (بلکہ اسی پر مسح کرلیا جائے)۔

اسی طرح اگر اتنا پانی نہ ہو جو پیروں کو دھونے کے لیے کافی ہو سکے تو واجب ہے کہ موزوں پر مسح کرلیا جائے۔ ان صورتوں کے علاوہ موزوں پر مسح کرنا محض رخصت یا اَمر جائز ہے۔ اور (یہ تو ظاہر ہے کہ پیر کو دھونا مسح کرنے سے بہتر ہے)۔

(کتاب الفقہ ص ۲۱۷ ج ۱ تا ۲۱۸ ن ۱)

موزوں پر مسح کرنے میں آنحضرت کا عمل

موزوں پر مسح کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا اپنا عمل کیا تھا؟ اس کے متعلق سفر السعادات کے مصنف نے لکھا ہے کہ:۔

''رسول ﷺ کا عمل تکلف سے خالی تھا، یعنی دونوں میں سے کسی ایک خاص

صورت کا اہتمام اور تکلف نہیں فرماتے تھے۔ اگر موزہ پہنے ہوتے تو پیروں کو دھونے کے لیے موزوں کو اتارتے نہیں تھے، اور اگر موزہ نہ پہنے ہوتے تو محض مسح کرنے کی غرض سے موزہ نہیں پہنے تھے۔''

اچھی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ سنتِ نبویؐ ہی کی ''اتباع'' کی جائے یعنی موزوں پر مسح کے سلسلہ میں وہی ''تکلف سے خالی'' صورتِ عمل اختیار کی جائے باقی جو آنحضرت ﷺ نے چمڑے کے موزوں پر مسح فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۹ جلد اول)

موزوں پر مسح کرنے میں امام اعظمؒ کا قول

مسئلہ:۔ وضو میں موزوں پر مسح کرنا ''رخصت'' یعنی آسانی پر عمل کرنا ہے، جب کہ موزوں پر مسح کے بجائے پیروں کا دھونا ''عزیمت'' یعنی اولیٰ ہے۔

دراصل وضو کے وقت موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا جو ایک طرح کی (سرد ملک یا سردی کے زمانے میں) مشقت'' رکھتا ہے، اس کے پیشِ نظر شارع علیہ السلام نے محض اپنے لطف و کرم سے اُمّت کو موزوں پر مسح کر لینے کی آسانی عطا فرمائی جو درحقیقت اس اُمّت پر بہت بڑا احسان وانعام ہے۔ جو بھی شخص اُمّت محمدیہ کا فرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اگر اس احسان وانعام کا انکار کرے تو اس سے بڑا ناقدر اور ناشکرا کون ہوسکتا ہے؟

ہدایہ میں لکھا ہے کہ جو شخص موزوں پر مسح کا قائل نہ ہو وہ ''بدعتی'' ہے، اور جو شخص قائل تو ہو لیکن ''عزیمت'' (اولیٰ وافضل) پر عمل کرنے کے قصد سے موزوں پر مسح نہ کرے (بلکہ پیروں کو دھوئے) تو اس کو ثواب ملتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''میں موزوں پر مسح کا قائل اُس وقت تک نہیں ہوا، جب تک کہ اس کے متعلق حدیثیں روزِ روشن کی طرح مجھ پر آشکار نہیں ہوگئیں۔ (مظاہر حق ص ۲۶۲ جلد اول و در مختار ص ۳۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ مسح علی الخفین جائز ہے، انکار کرنا اس کا فسق ہے، لیکن موزے نکال کر پاؤں دھونا افضل ہے، البتہ اگر کسی ایسے مجمع میں ہو جہاں مسح علی الخفین کو جائز نہیں سمجھتے ہوں تو وہاں مسح کرنا افضل ہے۔ (امداد المفتیین ص ۲۰۴ جلد اول بحوالہ در مختار ص ۲۴۳ جلد اول)

مسح کے منکر کا حکم؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ اہلِ سنت والجماعت کی علامت بتلایئے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو تمام صحابہ کرامؓ سے افضل سمجھنا اور حضرت علی و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے محبت و اعتقاد رکھنا اور موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا، موزہ پر مسح کا منکر خارج از اہلِ سنت والجماعت ہے۔ (طہور المسلمین، ص ۳۴)

موزوں پر مسح کا راز

چونکہ وضو کا اُن اعضائے ظاہرہ کے دھونے پر مدار تھا جو جلد جلد گرد وغبار میں آلودہ ہوتے رہتے ہیں اور پھر موزوں کے پہننے سے (پاؤں) اعضائے باطنیہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور عرب میں موزوں کے پہننے کا بہت دستور تھا اور ہر نماز کے وقت ان کے اتارنے میں ایک قسم کی دقت تھی، اس واسطے فی الجملہ اُن کے پہننے کی حالت میں ان کا دھونا ساقط کر دیا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ موزے کے اوپر مسح کیا کریں تا کہ ی پیروں کا دھونا یاد آجائے۔ مسح پیروں کے دھونے کا ایک نمونہ ہے اور اسکے سوا اور کچھ مقصود نہیں۔

(اسرارِ شریعت، ص ۷۹ جلد اول)

موزوں کے نیچے کی جانب مسح نہ ہونے کی وجہ؟

اگر مسح موزہ کے نیچے کی جانب مشروع ہوتا تو بڑا حرج تھا، کیونکہ نیچے کی جانب مسح کرنے میں زمین پر چلتے وقت موزوں کے گرد سے آلودہ ہونے کا گمان غالب ہے۔

(اسرارِ شریعت، ص ۸۰ جلد اول)

شریعت نے نفس کو آزاد نہیں چھوڑا

چونکہ وضو کا ان اعضائے ظاہرہ کے دھونے پر مدار تھا جو جلد از جلد گرد وغبار میں آلودہ ہوتے رہتے ہیں، اور چونکہ پیر موزوں کے پہننے سے اعضائے باطنہ میں داخل ہو جاتے ہیں، اور عرب میں موزوں کے پہننے کا دستور تھا اور ہر نماز کے وقت ان کے اتارنے

میں ایک قسم کی دقت تھی، اس واسطے فی الجملہ ان کے پہننے کی حالت میں ان کا دھونا ساقط کر دیا گیا۔ تیسیر (آسانی) میں یہ بات داخل ہے کہ جہاں آسانی کر دی گئی ہے وہاں کوئی ایسی چیز جس کی وجہ سے نفس کو عبادتِ مطلوبہ کر کے ترک کرنے میں مطلق العنانی نہ ہو جائے مقرر کر دی جائے، لہٰذا شارع نے اس بات کے حاصل کرنے کیلئے تین باتیں اسکے ساتھ مقرر کر دیں، ایک تو مسح کی مدت، مقیم کیلئے ایک دن رات اور مسافر کیلئے تین دن رات مقرر فرمائے، اسلئے کہ ایک دن کی ایسی مدت ہے کہ اس کا انتظام والتزام ہو سکتا ہے۔

بہت سی چیزیں کا جن کا التزام کرنا چاہتے ہیں اس مدت کے ساتھ ان کا التزام رکھتے ہیں، اور تین دن کی مدّت بھی ایسی ہی ہے اور یہ دونوں باتیں مسافر اور مقیم پر ان کے دفع وتکلیف کے موافق تقسیم کر دی گئیں اور دوسری اس میں شارع نے یہ شرط لگا دی کہ موزوں کو طہارت (پاکی) کی حالت میں پہنا ہوتا کہ پہننے والے کے دل میں اسی وقت کی طہارت کا طہارت (پاکی) کی حالت میں پہنا ہوتا کہ پہننے والے کے دل میں اسی وقت کی طہارت کا نقشہ جمارہے، اس لئے کہ موزوں کے پہننے کی حالت میں گرد وغبار کا اثر کم ہوتا ہے، اور اس طہارت کو اس طہارت پر قیاس کر لیتا ہے اور اس قسم کے قیاسات کا نفس کی تنبیہ میں پورا پورا اثر ہوتا ہے۔ اور تیسرے یہ حکم دے دیا کہ موزے کے اوپر مسح کیا کریں تا کہ پیروں کا دھونا یاد آجائے اور یہ اسکے لیے بطور نمونہ کے ہو جائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''اگر دین میں عقل کو دخل ہوتا تو موزے کے تلے پر مسح کرنا اوپر کے مسح سے زیادہ مناسب تھا۔

میں جب کہتا ہوں کہ مسح پیروں کے دھونے کا ایک نمونہ ہے اور اس سے اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے اور نیچے کی جانب مسح کرنے میں زمین پر چلتے وقت موزوں کے ملوث ہونے کا گمان غالب ہے تو عقل کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اوپر کی جانب مسح کیا جائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اَسرار شرعی سے بڑے واقف تھے، جیسا کہ ان کے کلام اور ان کے خطبوں سے معلوم ہوتا ہے، مگر ان کا مقصود یہ تھا کہ دین میں لوگ دخل نہ دیں، ایسا نہ ہو کہ عوام الناس اپنا دین بگاڑ لیں۔ (حجۃ البالغہ، ص ۲۸۰ جلد اول۔ واسرارِ شریعت، ص ۸۰ جلد اول)

موزوں پر مسح میں عقل کو دخل نہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر دین میں عقل کو دخل ہوتا تو مسح کے لیے موزے کے نیچے کے حصے کو اُوپر کے حصے پر ترجیح دی جاتی، مگر ہے یوں کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے موزے کے اوپر کے حصے پر مسح کیا کرتے تھے۔ (ابوداوٗد)

تشریح:۔ ترجیح دی جاتی "یعنی موزے کا نچلا حصہ (تلوا) ہی چونکہ نجاست وغیرہ پر پڑتا ہے، اس لیے عقلاً یہی بات زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے کہ مسح کی صورت میں موزے کے اسی (نچلے) حصہ کی پاکی کی جائے، لیکن شریعت میں عقل کا کیا دخل۔ عام عقل تو درکنار، خاص اور کامل عقل تک کو شریعت کا تابع ہونا پڑتا ہے، جب وہ اللہ کی حکمتوں کی اصل تک پہنچنے اور حقائق کو جان لینے سے اپنے کو عاجز پاتی ہے۔ لہٰذا عاقل و دانا کو بہر صورت اور بہر نوع شریعت ہی کا اتباع کرنا چاہیے نہ کہ عقل کا۔

کفار و ملحدین اور اہل ہوا جو گمراہ ہیں اسی سبب سے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے عقل کا اتباع کیا اور نام نہاد عقلیت پسندی کا شکار ہو گئے۔ (مظاہر حق، ص ۴۶۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ موزے کا تلا (نچلا حصہ) جو زمین سے لگتا ہے، اس پر مسح جائز نہیں۔

(کتاب الفقہ، ص ۲۲۶ جلد اول)

عورت کیلئے موزہ پر مسح کرنا؟

مسئلہ:۔ موزوں پر مسح مرد، عورت، خنثیٰ ان سب کے لیے جائز ہے۔ (درمختار، ص ۴۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اسلئے کہ موزوں پر مسح جائز ہونے کے جو اسباب ہیں وہ دونوں میں برابر ہیں۔

(عالمگیری، ص ۷۰، جلد اول)

مسئلہ:۔ حیض والی عورت اور جنابت والے مرد و عورت کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ یعنی جن مرد و عورت پر غسل واجب ہے خواہ حیض و نفاس یا ناپاکی کی وجہ سے فرض ہوا ہے اس کے واسطے مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان سب کو تمام بدن کا دھونا لازم ہے۔ اور مسح میں یہ بات حاصل نہیں ہوتی ہے۔ (درمختار، ص ۳۶، جلد اول)

مسئلہ :۔جن لوگوں پر غسل فرض ہے اور جنھیں جنبی کہا جاتا ہے ان کے مسح کی صورت کفایہ شرح ہدایہ میں یہ لکھی ہے کہ اس نے وضو کر کے چمڑے کا موزہ پہن لیا، پھر وہ ناپاک ہوگیا (حالتِ جنابت میں) تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ موزوں کو باندھ کر تمام بدن کو لیٹ کر دھوئے اور موزوں پر مسح کرے۔

مسئلہ :۔ایک شخص نے وضو کیا، پھر موزہ پہن لیا اسکے بعد اس کو جنابت (ناپاکی) پیش آ گئی، پھر اس کو اس قدر پانی ملا جو اس کو صرف وضو کیلئے کافی ہو سکتا تھا، غسل کے لیے کافی نہ تھا تو ایسا شخص وضو کرے اور اس وضو میں پاؤں دھوئے، موزوں پر مسح نہ کرے، اور جنابت کے لیے تیمم (غسل کی نیت سے) کرے۔ (درمختار، ص ۲۷، ج ۳ و طہور المسلمین ص ۳۷)

موزوں پر مسح کرنے والے کی امامت؟

مسئلہ :۔آنحضرت ﷺ نے موزوں پر مسح کر کے امامت فرمائی ہے، اس لیے مسح کرنے والے کی امامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (مظاہر حق ص ۲۶۴ جلد اول و طہور المسلمین ص ۳۷)

مسئلہ :۔سوتی اور اُونی جرابیں معمولی جن میں شرائط جواز مسح موجود نہ ہوں، مسح کرنا درست نہیں ہے۔ اس کے (ایسے امام کے) پیچھے نماز صحیح نہیں ہوئی، اس کو نماز دُہرانا چاہئے، جبکہ اس نے باوجود نہ موجود ہونے شرط جواز کے جرابوں پر مسح کیا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم، ص ۲۷۰، جلد اول بحوالہ بحرالرائق، ص ۱۹۲ جلد اول)

عرب میں موزے کی قسمیں؟

عرب میں عام طور پر جرابوں پر چمڑا لگانے کی یہی دو صورتیں (۱) مجلد جس کے نیچے اور پورے قدم پر کعبین (ٹخنوں) تک چمڑا چڑھادیا جائے (۲) منعل وہ کہ جس کے صرف تلے پر چمڑا چڑھادیا جائے، رائج تھیں، اسلئے متقدمین کی کتابوں میں عموماً انھیں کا ذکر ہے۔ مگر بلادِ عجم، ہند، بخارا، سمرقند وغیرہ میں ایک تیسری صورت بھی رائج ہے وہ کہ جراب کے تلے کیساتھ نیچے اور ایڑی پر بھی چمڑا لگادیا جائے۔ اور پورا قدم کعبین تک چمڑے میں چھپا ہوا نہیں ہوتا، لیکن شرح منیہ وغیرہ کی عبارات میں مجلد کی جو تعریف کی گئی ہے کہ چمڑا پورے قدم تک چھپا ہوا رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت مروجہ ہندوستانی وغیرہ مجلد میں داخل نہیں ہے اور منعل سے قدر زائد ہے۔

الغرض ان تمام عبارات واقوال سے معلوم ہوا کہ ہمارے یہاں جو جرابوں کے تلے اور ایڑی پر چمڑا چڑھا دیا جاتا ہے، یہ باتفاق منعل ہے، مجلد میں داخل نہیں ہے اسی لیے بحرالرائق میں منعل کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کا چمڑا پورے قدم پر کعبین تک نہ ہو وہ منعل ہے۔ (امداد المفتیین، ص ۱۹۸ جلد اول)

دبیز اور باریک موزہ پر مسح کرنا؟

کپڑے کے اعتبار سے جرابوں کی دو قسمیں ہیں۔ ثخین اور رقیق۔ ثخین اصطلاحِ فقہاء میں وہ جراب ہے جس کا کپڑا اس قدر دبیز، موٹا اور مضبوط ہو کہ اس میں تین میل بغیر جوتے کے سفر کر سکیں اور وہ ساق (پنڈلی) پر بغیر (گیٹس وغیرہ سے) باندھے ہوئے قائم رہ سکے، بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ اس کی ضخامت اور جرم کے موٹا ہونے کی وجہ سے ہو، نیز یہ کہ ہو پانی کو جلدی سے جذب نہ کرے اور پانی اس میں نہ چھنے۔

الغرض ثخین کے لیے تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ کم از کم تین میل (۴ کلومیٹر ۸۳۰ میٹر) بغیر جوتے کے صرف اس کو پہن کر سفر کریں تو پھٹے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ساق (پنڈلی) پر بغیر باندھے ہوئے قائم رہ جائے۔ تیسرے یہ کہ اس میں پانی نہ چھنے اور جلدی سے نہ ہو۔

اور جس جراب میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے وہ رقیق ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم مع امداد المفتیین ص ۱۹۵ جلد ۲ بحوالہ شرح منیہ ص ۱۱۸ و شامی ص ۲۴۳)

فائدہ:۔ عباراتِ مذکورہ شامی ص ۲۴۳ جلدِ اول سے ثخین کی تمام شرائط ثابت ہو گئیں، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جرابیں اونی ہوں یا سوتی، دونوں میں شرائط مذکورہ ضروری ہیں۔ جس میں یہ شرائط موجود نہ ہوں وہ رقیق ہیں، اگر چہ اونی ہوں اور جس میں (شرائط) ہوں وہ ثخین ہے اگر چہ سوتی ہوں۔ (شامی ص ۲۴۸ جلد اول منیۃ المصلی، ص ۴۲)

سُوتی یا اُونی موزہ پر مسح کرنا؟

جورَب سُوت اُون کے موزوں کو کہتے ہیں، اگر ایسے موزوں پر دونوں طرف چمڑا

بھی چڑھا ہوا ہو تو اس کو مجلّد کہتے ہیں اور اگر صرف نچلے حصہ میں چمڑا چڑھا ہوا ہو تو اسے منعل کہتے ہیں، اور اگر موزے پورے کے پورے چمڑے کے ہوں، یعنی سُوت وغیرہ کا ان میں بالکل دخل نہ ہو تو ایسے موزوں کو "خفین" کہتے ہیں۔ خفین، جوربین مجلدین اور جوربین منعلین ثخینین پر باتفاق مسح جائز ہے۔ اور اگر جوربین مجلد یا منعل نہ ہوں اور رقیق ہوں یعنی ان میں ثخین کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں تو ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے، البتہ جوربین غیر مجلّدین وغیر منعلین ثخین پر مسح کرنے کے بارہ میں اختلاف ہے، ثخین کا مطلب یہ ہے کہ ان میں تین شرائط پائی جاتی ہوں۔

(۱) شفاف نہ ہوں، یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو پاؤں تک نہ پہنچے۔

(۲) مستمسک بغیر استمساک ہوں (یعنی ٹخنوں پر کھڑے، چپکے رہیں)۔

(۳) ان میں تتابع مشی ممکن ہو۔ (یعنی ان موزوں کو پہن کر تین میل چلنا بلا تکلف ممکن ہو) ان پر مسح جائز ہے۔

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ مسح علی الجوربین کا جواز درحقیقت تنقیح المناط (علت) کے طریقہ پر ہے یعنی جن جوارب میں مذکورہ تین شرائط پائی جاتی ہوں ان کو خفین ہی میں داخل کر کے ان پر جوازِ مسح کا حکم لگایا گیا ہے، ورنہ جن روایات میں مسح علی الجواربین کا ذکر ہے وہ سب ضعیف ہیں ورنہ کم از کم خبر واحد کے درجہ میں ہیں، جن سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کا جواز مسح علی الخفین کی احادیث متواترہ ہی سے تنقیح مناط کے طور پر ثابت ہوا ہے۔ (درسِ ترمذی ص ۳۳۴ جلد اول)

حدیث متواتر وہ حدیث ہے جسکی سندیں بکثرت ہوں اور کثرت کیلئے کوئی تعداد متعین نہیں ہے۔ (تحفۃ الدرر ص ۱۰)

حدیث مشہور وہ ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں، مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں یا اس سے علم یقینی بدیہی حاصل نہ ہو۔ (تحفۃ الدرر ص ۱۱)

منعل موزہ کیا ہے؟

منعل نون کے سکون کیساتھ ہے، منعل اس جراب کو کہتے ہیں جسکے صرف تلوے

(نچلے والے حصے) پر چمڑا لگایا گیا ہو، ٹخنوں پر لگا ہوا نہ ہو۔

(در مختار، ص ۴۰، جلد ۳ و امداد المفتین، ص ۱۹۶ جلد ۲)

موزوہ کے منعل ہونے کا مطلب

مسئلہ:۔ موزہ کے منعل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس جراب کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، اور پیچھے ایڑی پر اور ٹخنہ تک اور آگے پنجہ پر یعنی پشتِ قدم پر بقدر موزہ فرض مسح چمڑا لگانے کی فقہاء نے تصریح کی ہے اور ہو چمڑا نیچے اور پنجے وایڑی پر سلا ہوا ہونا چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۵ جلد اول، بحوالہ در مختار باب المسح ص ۲۴۹ جلد ۱)

مسئلہ:۔ جراب پر ویسے بلا چمڑے کے مسح درست نہیں ہے، لیکن اگر جراب منعل ثخین یا مجلد ہو تو اس پر مسح درست ہے جیسا کہ خفین یعنی چرمی موزہ پر درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۲ جلد اول بحوالہ بحر الرائق ص ۱۹۲ جلد اول)

منعل جرابوں پر مسح کا حکم؟

سوال:۔ منعل جراب کی حد کیا ہے، عام دیسی جوتے کی طرح نیچے اور ایڑی پر چمڑا لگانا مراد ہے یا اور کچھ نیز منعل جراب میں جس حصہ پر چمڑا نہیں اس کیلئے مضبوطی اور موٹائی وغیرہ کی کوئی شرط ہے یا کہ ہر قسم پر مسح جائز ہے؟

جواب:۔ جوتے کے صرف تلے کے نیچے چمڑا ہو تو اس کو منعل کہا جاتا ہے، اگر اس سے زائد حصہ پر چمڑا ہو مگر پوری جراب پر ٹخنوں کے اوپر تک نہ ہو تو وہ بھی منعل ہی کے حکم میں ہے۔ (طحطاوی، ص ۱۴۰، جلد اول)

منعل جراب کا چمڑے سے خالی کپڑا اگر ایسا ثخین ہو کہ اس میں جوازِ مسح کی شرائط موجود ہوں تو ان پر بالاتفاق مسح جائز ہے اور عام سوتی کپڑا ہو تو بالاتفاق مسح جائز نہیں، اور اگر اونی کپڑا ہو اور دبیز (موٹا) ہو، اس میں جوازِ مسح کی شرائط موجود نہ ہوں تو ان پر جوازِ مسح میں متاخرین کا اختلاف ہے، عدم جواز قول الاکثر ہونے کے علاوہ احوط بھی ہے۔

(احسن الفتاویٰ، ص ۶۷۵ جلد ۲)

مسئلہ:۔ معمولی سوتی جرابوں پر کسی حال میں مسح جائز نہیں ہے، نہ سادہ ہونے کی حالت

میں نہ منعل ہونے کی حالت میں، نہ ایڑی اور پنجے اور تلے پر چمڑا لگانے کی حالت میں، البتہ پورے قدم پر یعنی ٹخنہ تک چمڑا چڑھا کر مجلد کر لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہو سکتا ہے۔ (امداد المفتین ص ۲۰۱ جلد اول)

مجلّد موزہ؟

مسئلہ:۔ مجلد وہ جراب ہے کہ جس کے نیچے اوپر چمڑا لگا ہوا ہو، تمام جراب پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ (مکمل جراب، موزہ چمڑے کا ہو)۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۲ جلد اول و در مختار ص ۴۰ جلد ۳)

مسئلہ:۔ مجلد جراب پر مسح جائز ہے۔ (عالمگیری ص ۶۳ جلد اول و امداد المفتین ص ۱۹۶ جلد دوم)

موزوں پر جرموق پہننے کا حکم

مسئلہ:۔ اگر کسی نے ایسی دبیز جراب کے اوپر جو موزے ہی کے برابر ہو یا موزہ کے اوپر ایک اور موزہ پہن لیا ہو، اس طرح کہ دونوں موزے نرم کھال کے ہوں، یا موزہ کے اوپر جرموق پہن لی، جرموق ایک قسم کا پاپوش (جوتہ ٹائپ کا ہوتا) ہے جو چمڑے کا ہوتا ہے اور اس پاپوش کی مانند ہوتا ہے جو جوتے کے اوپر پانی اور کیچڑ سے حفاظت کیلئے پہنا جاتا ہے ان تمام سورتوں میں سب سے اوپر والی چیز پر مسح کر لینا کافی ہے جس کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

سب سے اوپر والے موزہ پر مسح کرنے کی تین شرائط صحت قرار دی ہیں

اول یہ کہ وہ کھال کا بنا ہوا ہو، اگر کھال کا نہیں ہے اور پانی اس موزے تک پہنچ جاتا ہے جو اس کے نیچے ہے تو کافی ہے، اور اگر پانی موزے تک نہیں پہنچتا تو (صحتِ مسح کی لیے) کافی نہیں ہے۔ (جبکہ اوپر والے موزے میں شرائط مسح موجود نہ ہوں)۔

دوسرے یہ کہ اوپر والا موزہ ایسا ہو کہ فقط اُس کو پہن کر چلا پھرا جا سکے۔ اگر وہ ایسا نہ ہو تو اس پر مسح کرنا صحیح نہ ہوگا۔

تیسرے یہ کہ وہ اوپر والا موزہ بھی اس طہارت (پاکی) کے بعد پہنا گیا ہو جس کے بعد نچلا موزہ پہنا گیا، بایں طور کہ وہ اوپر والے موزہ کو حدث لاحق ہونے (وضو ٹوٹنے)

اور نچلے موزہ پر مسح کرنے سے پہلے پہن لیا گیا ہو۔ (کتاب الفقہ، ص ۲۲۹ جلد اول و در مختار ص ۳۹ جلد ۳ و عالمگیری ص ۶۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر جرموق چوڑا ہے اس کے اندر ہاتھ ڈال کر موزہ پر مسح کر لیا تو جائز نہ ہوگا۔ (عالمگیری ص ۶۴ جلد او منیۃ المصلی، ص ۴۰)

نائلون کے موزے پر مسح کرنا؟

سوال:۔ ہمارے یہاں عرب ممالک سے آئے ہوئے یونیورسٹی اور کالج کے طلبہ نائلون کے موزوں پر مسح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے جوتے پاک ہیں، بار بار کیوں موزے اتاریں۔ تو کیا نائلون کے موزوں پر مسح درست ہے؟

جواب:۔ احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے خفین پر مسح کیا اور خفین کا اطلاق محدثین اور فقہاء کے یہاں چمڑے کے موزوں پر ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر چمڑے کے موزے ہوں تو ان پر بلا کسی اختلاف کے مسح کرنا جائز ہے اور اگر چمڑے کے موزے نہیں ہیں بلکہ سوت یا اون کے ہیں تو فقہاء کرامؒ نے ایسے موزوں پر جوازِ مسح کیلئے یہ شرطیں تحریر فرمائی ہیں کہ وہ ایسے دبیز موٹے اور مضبوط ہوں کہ صرف ان کو پہن کر تین میل چلنا ممکن ہو۔

دوسرے یہ کہ پنڈلی پر بغیر باندھے (کپڑے وغیرہ کے موٹے ہونے کی وجہ سے) قائم رہ سکیں۔ تیسرے یہ کہ ان میں پانی نہ چھنے اور جذب ہو کر پاؤں تک نہ پہنچے۔ سوت (کوٹن) یا اون کے ایسے موزے ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے، اسلئے کہ ایسے موزے چرمی (چمڑے کے) موزے کے حکم میں آجاتے ہیں۔

نائلون کے موزے اولاً تو دبیز موٹے نہیں ہوتے بلکہ مہین اور پتلے ہوتے ہیں ان کو پہن کر تین میل چلنا مشکل ہے، پھٹ جانے کا اندیشہ ہے، اور اگر نہ بھی پھٹیں، تب بھی ان میں یہ کمی ہے کہ اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو پانی جذب ہو کر پاؤں تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے ایسے نائلون کے باریک موزوں پر مسح کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ص ۲۵ جلد اول و شرح نقایہ ص ۲۹ ج ۱)

صرف موزوں اور جوتوں کا پاک ہونا مسح کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی، موزوں کا پاک ہونا تو ہر حال میں ضروری ہے جس طرح کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ مگر مسح کے جواز کیلئے پاک ہونے کیساتھ ایسے موزے ہونا ضروری ہیں جن پر شرعاً مسح جائز ہے اور وہ یا تو چمڑے کے موزے ہیں یا ایسے اونی، سوتی موزے ہیں، جن میں مندجہ بالا شرطیں پائی جائیں اور نائلون کے موزوں میں چونکہ وہ شرطیں نہیں پائی جاتیں، اسلئے ان پر مسح جائز نہیں، اگر مسح کیا جائے گا تو وہ مسح معتبر نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۱ جلد ۴ وعلم الفقہ ص ۷ جلد ۱ و نظام الفتاویٰ ص ۷ ج ۱)

(عام موزوں پر جن میں مسح کی شرائط نہ پائی جائیں تو مسح درست نہ ہوگا اور جب مسح نہ ہوا تو نماز بھی نہ ہوگی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ۔)

چوری اور غصب کردہ موزوں پر مسح کرنا؟

مسئلہ:۔ ناجائز قبضہ کیے ہوئے یا چوری وغیرہ یا کسی اور ناجائز طریقے سے حاصل کیے ہوئے موزوں پر مسح کرنا صحیح ہے، اگر چہ اس کا پہننا حرام ہو، کیونکہ پہننا یا قبضے میں لینا حرام ہو تو یہ امر مسح کے صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے۔ مثال ایسی ہے جیسے ناجائز طور پر حاصل کیا ہوا یا چوری کا پانی کہ اگر وہ پانی پاک ہے تو وضو کرنا صحیح ہے، اگر چہ ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو چوری اور مغصوب وغیرہ اشیاء کا استعمال ایسی عبادتوں میں جن کا مقصد تقرب الی اللہ ہو، درست نہیں جانتے، اُس کا سبب ظاہر ہے۔

(کتاب الفقہ، ص ۲۰۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ جو موزہ چھین کر پہنا گیا، ہو، اس پر مسح کرنا جائز ہے، لیکن چھیننے کا گناہ الگ ہوگا، کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے، لیکن جو اس پر مسح کر کے نماز پڑھے گا اُس کی نماز ہو جائے گی۔ جس طرح اس پیر کا وضو میں دھونا بالاتفاق ضروری ہے جو پیر قصاص (سزا) کی وجہ سے کاٹنے کا مستحق ہو، اس کو مغصوب پیر کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شرعی جرم کی وجہ سے پاؤں کاٹنے کا حکم ہوگیا اور پھر وہ شخص بھاگ گیا، تو گویا کہ اس نے پاؤں کو زبردستی غصب کرلیا۔ یہ شخص جب وضو کرے گا تو وضو میں پاؤں دھوئے گا، گویا یہ پاؤں حقیقتاً اس کا نہیں ہے، لیکن جب تک اس کے تصرف میں ہے اس کے دھونے کا حکم نافذ ہوگا۔ (درمختار ص ۲۴۴ جلد اول)

بوسیدہ موزوں پر مسح کرنا؟

مسئلہ:۔ جس موزہ پر مسح جائز ہے اگر وہ اتنا گھس جائے کہ بغیر جوتہ پہنے ہوئے چلنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس پر مسح جائز نہیں رہتا۔ (امداد الاحکام ص ۳۹۳، ج ۱ بحوالہ شامی)

کیا بُوٹ پر مسح جائز ہے؟

مسئلہ:۔ بوٹ جوتہ (شو) جس میں ٹخنے تک پوری طرح پاؤں چھپا رہے، موزوں کا کام دے سکتا ہے تو مسح اس پر جائز ہے لیکن چونکہ چلنے میں نجس ہو جاتا ہے، اس کو ہر نماز میں نکالنا پڑے گا اور مسح ٹوٹ جائے گا، کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ نکالنے اور اتارنے سے مسح کی مدت ختم ہو جاتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۸۰ جلد اول و طہور المسلمین ص ۳۶ و فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ چونکہ بُوٹ (شو) کے نیچے کا حصہ جو کہ زمین پر لگتا ہے پاک نہیں ہے تو اس پر مسح جائز نہیں اور اس بوٹ کو پہن کر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۴ جلد ۱ بحوالہ عالمگیری کشوری باب الانجاس ص ۴۲، ج اور درس ترمذی ص ۳۳۵ ج ۱)

دستانے و عمامے پر مسح کرنا؟

مسئلہ:۔ دستانوں پر مسح درست نہیں ہے، اسی طرح عمامہ (صافہ، پگڑی) ٹوپی اور برقعہ پر بھی مسح جائز نہیں ہے۔ (رکنِ دین ص ۲۶ بحوالہ شرح وقایہ و عالمگیری ص ۴۰ جلد ۱، و بہشتی زیور ص جلد ۱ ہدایہ ص ۶۱ جلد ۱)

مسئلہ:۔ کیونکہ یہاں (عمامہ، ٹوپی، برقعہ، دستانوں وغیرہ میں) کوئی مشقت اور تکلیف نہیں ہے کہ مسح کی اجازت دی جاتی، دوسری وجہ مسح کے جائز نہ ہونے کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسح علی الخفین کا ثبوت حدیثِ نبویؐ سے خلافِ قیاس ہے لہٰذا موزے پر دوسری چیز کا قیاس درست نہ ہوگا۔ (درمختار ص ۳۴۳ ج ۱ و منیہ المصلی ص ۴۱)

سَرد علاقہ میں مسح کا حکم؟

مسئلہ:۔ اگر کوئی ایسے برفستان (سرد علاقہ) میں ہے کہ وہاں اگر موزے نکالے جائیں تو

سردی کی وجہ سے پاؤں بالکل بے کار ہو جانے کا قوی اندیشہ بہ ظنِ غالب ہو جائے تو ایسے وقت باوجود مدت ختم ہو جانے کے برابر اس پر مسح کرتے رہنا جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ موزہ بحکم جبیرہ (پلاستر یعنی زخم کی پٹی پر مسح کرنے کے حکم میں ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم مع امداد المفتین ص ۲۱۱، جلد ۳)

مسئلہ :۔ اگر کسی شخص کی مدت مسح ختم ہو گئی لیکن وضو اس کا باقی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ موزہ نکال کر صرف پاؤں دھولے یا پورا وضو کر لے، لیکن پورا وضو دوبارہ کر لینا اولیٰ ہے۔

(شامی عن المنتقی ص ۲۵۵ جلد اول و فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۱ جلد ۲ مع امداد المفتین، و در مختار ص ۴۷ جلد اول)

مسئلہ :۔ مدتِ مسح ایسے وقت ختم ہو جب کہ سخت ٹھنڈی ہو رہی ہو، جس میں موزہ کے اتارنے سے ظنِ غالب یہ ہو کہ پاؤں جاتا رہے گا (شل ہو جائیگا) تو اس وقت کیا کرے۔ اس صورت میں فقہاء کے دو فریق ہیں ایک فریق کہتا ہے کہ مدت مسح ختم ہونے کے باوجود مسح نہیں ٹوٹے گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ مسح ٹوٹ جائے گا، لیکن وہ مسح دوبارہ استیناف کرے (لوٹائے) اور یہ مسح علی الجبیرہ (پٹی پر مسح) کے طرز کا قرار پائیگا۔ (در مختار ص ۴۷ جلد ۲)

مبطن موزوہ پر مسح کرنا؟

چمڑہ چڑھانے کی ایک صورت منعل اور مجلد کے علاوہ اور بھی ہے یعنی مبطن جسکی صورت یہ ہے کہ جراب کے اندر کی جانب چمڑا لگا لیا جائے، حکم اسکا بھی وہی ہے جو مجلد و منعل کا ہے کہ اگر چمڑا پورے قدم پر مستوعب (یعنی پورے ٹخنہ تک ڈھکا ہوا چھپا ہوا ہو) تو بحکم مجلد ہے ورنہ بحکم منعل (اور منعل موزہ پر مسح جائز نہیں)

مسئلہ :۔ جو جراب کسی اُونی کپڑے کی ہو یا پتلے چمڑے کی ہو ان کو اگر منعل کر لیا جائے تو ان پر مسح کے بارے میں اختلاف ہے اور راجح شارح منیہ کے نزدیک جواز ہے۔ لیکن احتیاط و تقویٰ کے خلاف ہے۔) (امداد المفتین ص ۲۰۲ جلد اول)

زربول موزہ کا حکم

مسئلہ :۔ زربول ملکِ شام میں ایک قسم کی جراب یا موزہ کو کہتے ہیں جو دونوں ٹخنوں کی طرف سے کھلا ہو بنتا ہے اور اس میں گھنٹی لگی ہوئی ہوتی ہے، پہننے کے بعد اس کو کس کر باندھ

لیتے ہیں باندھنے کے بعد کھلا ہوا حصہ چھپ جاتا ہے، اس پر مسح جائز ہے (درمختار ص۲۴۴ جلد۳)
(اور آج کل چمڑے کے موزہ میں گھنڈی کے بجائے زپ لگاتے ہیں، وہ بھی صحیح ہے، اس پر بھی مسح جائز ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

تفصیل دیکھئے:۔ شامی ص۲۴۹ جلد۱۔ بدائع صنائع ص۱۱ جلد۱۔ البحر الرائق ص۱۹۲ جلد۱۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص۲۸ جلد۱۔ عالمگیر مصری ص۳۰ جلد۱۔ طحطاوی ص۱۳۷ جلد۱۔ مراقی الفلاح ص۷۰ جلد۱۔ معارف السنن ص۳۵۰ جلد۱۔ نصب الرایہ ص۱۸۵ جلد۱۔ تحفۃ الاحوزی ص۳۳۰ جلد۱۔ بلوغ المرام ص۹۔ الکوکب الدری ص۶۶ جلد۱ البحر ص۱۶۵ جلد۱۔ ترمذی شریف ص۳۲۸ جلد اباب المسح علی الخفین، فیض الباری ص۳۰۲ جلد۱۔ البدایہ ص۶۱ جلد۱۔ اعلاء السنن از ص۸ تا ص۳۷ جلد اول ابوداؤد ص۲۱ جلد اول باب التوقیت فی المسح۔

آنحضرتؐ کے خفین و نعلین مُبارک

سوال۔ موزوں پر مسح کرنا مشروع بلکہ خصائص اہلِ سنت والجماعت میں سے ہے، اور حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کا موزوں کو استعمال فرمانا ﴿لا ریب فیہ﴾ (اس میں کوئی شک نہیں) ہے اور نعلین مبارک کی نوعیت وہیئت بھی کتب سیر میں مفصل مشرح ہے اور نقشہ بھی معلوم ہے، جہاں تک سمجھ میں آتا ہے موزہ پہن کر ان نعلین کا ان پر پہنا جانا قیاس میں نہیں آتا، لیکن کسی کتاب میں مثل شرح سفر السعادت و مدارج النبوت و روضۃ الاحباب وغیرہ کے یہ امر بالوضاحت نہیں پایا جاتا، جیسا کہ کلاہ وعمامہ (ٹوپی و پگڑی) کی نسبت تصریح موجود ہے۔ اور فل بُوٹ جو ٹخنہ تک یا بعض صورتوں میں اس سے بھی اوپر تک ہوتا ہے وہ حکمِ موزہ میں داخل معلوم ہوتا ہے، اور اگر سوتی یا اونی جراب پر یا بلا جراب کے پہنا جاوے تو اس پر مسح مشروع ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ موزوں میں بعد مسح جواز صلوٰۃ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ طاہرین ہوں، یعنی نجاست مانعہ عن الصلوٰۃ ان میں موجود نہ ہو۔ پس اگر تنہا موزوں کے پہننے میں بھی یہ امر ملحوظ رہے کہ ہو وہ نجس نہ ہوں تو کچھ ضروری نہیں ہے کہ ان کو جوتوں کے ساتھ پہنا

جاوے، اگر تنہا موزہ کوئی شخص پہنے ہوئے ہو اور وہ پاک ہوں تو مسح ان پر لاریب درست ہے اور نماز صحیح ہے باقی یہ کہ آنحضرت ﷺ موزوں پر جوتہ بھی پہنتے تھے یا نہیں تو بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتہ بھی موزوں پر پہنتے تھے اور جونقشہ جوتہ مبارک کا مشہور ہے اوراس کا موزوں پر پہننا مشکل معلوم ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ موزوں پر دوسری قسم کا جوتہ پہنتے ہوں جس میں وہ تسمہ نہ ہوتا ہو جو انگشت میں ہوتا ہے۔ بلکہ صرف پشتِ قدم پر ایک چمڑے کا حلقہ ہوتا ہو، اور علاوہ بریں آنحضرت ﷺ اگر صرف موزہ پہنتے ہوں تو آپ کو چونکہ طہارت کا حال معلوم ہوتا تھا اس لیے آپ ﷺ ان پر مسح فرماتے تھے، اب بھی اگر ایسا ہو تو مسح کو کیا امر مانع ہے۔ اور واضح ہو کہ موزوں میں یہ بھی شرط ہے کہ ساتر قدمین مع الکعبین ہوں (یعنی موزے ٹخنوں کو چھپائے ہوئے ہوں، پس اگر کسی قسم کا بوٹ ایسا ہو کہ ٹخنوں سے اوپر تک ہو اور قدمین مع الکعبین پوری طرح اس میں مستور ہو جاویں تو مسح ان پر درست ہے اور وہ پاک ہیں تو ان کے ساتھ نماز صحیح ہے۔ (ردالمختار باب المسح علی الخفین ص ۲۴۱ جلد اول) (ماخوذ "فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل جلد اول از ص ۲۷۵ و ص ۲۷۶)

کیا آنحضرت ﷺ سے کپڑے کی جرّاب پر مسح ثابت ہے؟

سوال:۔ محض کپڑے کی جراب مروجہ پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ میں نے ایک مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا تھا، اس کے جواب میں انہوں نے یہ فرمایا کہ رسول ﷺ سے کپڑے کی جراب پر مسح کرنا ثابت ہے، کوئی قید پتلی یا غفک نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ جوربین پر مسح کرنا درست نہیں ہے، اس واسطے کہ جواز مسح علے الجوربین کے لیے چار شرطیں ہیں تین شرطیں تو وہ ہیں کہ جو خفین کے مسح میں بھی ضروری ہیں، ایک شرط جوربین کے مسح میں زائد ہے۔ قال فی الدار المختار وشرط مسحه ثلاثة امور الاول کونه ساتر القدم مع الکعب والثانی کونه مشغو لا با لرجل . والثالث کو نه مما یمکن متا بعة المشی المعتاد فیه فر سخا فاکثر الخ الیٰ ان قال او جوربیه ثخیفین بحیث یمشی فر سخا ویثبت علی الساق بنفسه و الا یری ماتحته و لا یشف الخ (درمختار علی الشامی جلد اول ص ۱۷۹)

پس اگر یہ چاروں شرطیں جوربین میں پائی جاویں تب مسح درست ہوگا یعنی وہ قدم کو مع ٹخنوں کے ساتر ہوں، دوسرے یہ کہ قدم کو مشغول ہوں یعنی قدم کو ڈھانپ کر کچھ حصہ ان کا باقی نہ بچے، تیسری یہ کہ ان میں چلنے کی عادت بھی ہو چوتھی یہ کہ ایسے گاڑے ہوں کہ کوئی چیز ان میں سرایت نہ کر سکے اور چونکہ یہ سب اوصاف جرابہائے مروّجہ میں مفقود ہیں، لہٰذا مسح ان پر جائز نہیں۔ کما قال الشامی واثم اخرجوہ لعدم تاتی الشروط فیہ غالبًا الخ

(ردالمحتار باب المسح علی الخفین ص ۲۴۸ جلد اول ۱۲ ظفیر)

اور مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جناب رسول مقبول ﷺ سے کپڑے کی جراب پر مسح ثابت ہے، اصلیے ندارد اور افتراء اور ناواقفی ہے لغت سے۔ حدیث میں تو اس قدر ہے۔

انه عليه الصلوة السلام مسح على خفيه الحديث ملخصاً

(جمع الفوائد المسح علی الخفین ص ۴۲ جلد اول ۱۲ ظفیر)

دوسری حدیث میں ہے۔

ان النبی ﷺ مسح على الجوربين .(جمع الفوائد المسح علی الخفین ص ۴۲ جلد اول ۱۲، الفاظ یہ ہیں **توضأ رسول الله صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين للترمذی وابی داؤد الخ ایضا**، ۱۲ ظفیر) غرض خف اور جراب پر مسح ثابت ہے اور خف اور جراب سے مراد وہ موزے ہیں کہ شروط مذکورہ بالا کو جامع ہوں، مطلق کپڑے کی جرابیں مراد نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۶ جلد اول)

مسئلہ :۔ چند باریک جرابیں (موزے) یکے بعد دیگرے تہہ بہ تہہ پہن لینے کے بعد بھی ان پر مسح درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۷۴ جلد اول بحوالہ بحر، ص ۱۹۲، جلد ۱)

مسئلہ :۔ وضو میں جن موزوں کو اُتار کر پیروں کا دھونا فرض نہیں ان میں چار باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) ایسے دبیز (موٹے) ہوں کہ بغیر کسی چیز کے باندھے ہوئے پیروں پر کھڑے رہیں۔

(۲) ایسے دبیز ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل ۲ کلومیٹر ۸۳۰ میٹر یا اس سے زیادہ چل سکیں۔

(۳) ایسے دبیز اور موٹے ہوں کہ نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔

(۴) پانی کو جذب کرنے والے نہ ہوں، یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

جن موزوں میں یہ باتیں پائی جائیں گی تو وہ خواہ چمڑے کے ہوں یا کپڑے کے، اور خواہ کسی اور چیز کے، ان پر مسح کرنا درست ہوگا، بشرطیکہ مسح کے شرائط پائے جائیں۔

(مظاہر حق ص ۳۶۲ جلد اول وامداد الفتاویٰ ص ۵۷ جلد اول)

مسئلہ: عام طور پر چمڑے کے موزے پر مسح کیا جاتا ہے لیکن چمڑا ہونا کچھ ضروری نہیں، اگر کسی موٹے کپڑے یا کرمچ وغیرہ کے ایسے موزے ہوں جو بغیر باندھنے کے ٹخنے پر کھڑے رہیں اور ان کو پہن کر (بغیر جوتوں کے) تین میل چل بھی سکیں تو ان پر بھی مسح جائز ہوگا۔

مسئلہ:۔ جن موزوں پر مسح جائز ہے ان میں چلنے کے قابل اور موٹا ودبیز ہونے کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس میں ٹخنے تک پاؤں چھپا رہے اس سے کم نہ ہوں، خواہ زیادہ کتنا ہی ہو۔

(طہور المسلمین ص ۳۴ واحسن الفتاویٰ ص ۶۱ جلد ۲ وکتاب الفقہ ص ۲۱۸ جلد و در مختار ص ۲۴۸، ج ۱)

مسئلہ:۔ جس موزہ پر مسح کرنا درست ہے، اس سے مراد وہ موزہ ہے جو دونوں پیروں میں ٹخنوں تک پہنا جائے، ٹخنوں سے مراد وہ اُبھری ہوئی ہڈی ہے جو قدم کے اوپری حصے میں ہوتی ہے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ ٹخنوں تک پورے قدم کا دھونا واجب ہے۔ اگر تھوڑی سی جگہ بھی دھونے سے رہ گئی تو وضو باطل ہو جائے گا۔ (کتاب الفقہ ص ۲۲۱ جلد ۱)

(موزہ ٹخنے سے کم نہ ہو زیادہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

موزے حلال یا حرام چمڑے کے؟

سوال:۔ موزوں کا پتہ کیسے لگایا جائے کہ یہ حلال جانور کے ہیں یا حرام جانور کے؟ اور کیا حلال وحرام دونوں جانوروں کے چمڑے سے بنے ہوئے موزے پر مسح کرنے سے نماز ہوتا ہے؟

جواب:۔ کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور موزے پاک چمڑے ہی کے بنائے جاتے ہیں اسلئے اس وسوسہ کی ضرورت نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۶۶ ج ۲)

پلاسٹک کے موزے پر جراب ہو تو؟

سوال:۔ اگر پلاسٹک کا موزہ بنوالیا جائے اور اس کے اُوپر سوتی موزہ پہن لیا جائے تو اس پر

مسح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر پلاسٹک کو جراب کیساتھ سی لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے، اسکو مبطن کہا جاتا ہے۔ (شرح منیہ ص ۱۲۱)

بغیر سلائی کیے جراب پر مسح جائز نہیں، اس لیے کہ مسح چرمی (چمڑے کے) موزہ پر مشروع ہے اور جراب پر مسح کرنے سے موزہ پر مسح کرنا متحقق نہیں ہوا، بخلاف مبطن کے کہ اس میں کپڑا اور چمڑا سلائی کے ذریعہ ایک ہو جاتا ہے، اس لیے اس پر مسح جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۶۶ جلد ۲ پلاسٹک کا خفین یعنی شرائط پوری کرنے والا ہونا شرط ہے)

کانچ یا لوہے کے موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ :۔ اس موزہ پر مسح جائز نہیں جو کانچ (شیشہ) یا لوہے یا لکڑی کا بنا ہوا ہو، کیونکہ ان چیزوں کے بنے ہوئے موزے کو پہن کر آدمی بلا تکلف نہیں چل سکتا ہے۔

(درمختار ص ۳۴ جلد ۳ و عالمگیری ص ۲۵ جلد اول)

ایک پاؤں والے کے مسح کا حکم

مسئلہ :۔ اگر کسی کا پاؤں کاٹا گیا ہو تو اگر قدم کی پشت کی جانب سے بقدر فرض تین انگلیوں کے برابر باقی ہے تو موزوں پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض پشت قدم باقی نہیں ہے تو دونوں پاؤں اس شخص کی طرح دھوئے جس کا پاؤں دونون ٹخنوں سے کاٹ دیا گیا ہو، یعنی اس کے نیچے سے کہ اس کے لیے بھی مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسح کرنے کی جگہ باقی نہیں رہی، ہاں دھونے کا محل البتہ باقی ہے، لہٰذا دھوئے گا۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کے ایک ہی پاؤں ہے خواہ ایسا پیدائشی ہے یا ایک پاؤں ٹخنوں سے اوپر سے کٹ گیا ہے، اس حالت میں یہ شخص اسی ایک پیر کے موزے کا مسح کرے گا۔

(درمختار ص ۴۳ جلد اول)

مسئلہ :۔ اگر کسی کے پاؤں میں لنگ ہے اور پنجوں کے بل چلتا ہے اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ جاتی ہے تو اس کے لیے بھی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جب تک اس کا پاؤں پنڈلی کی جانب نکل نہ جائے (درمختار ص ۶۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی کا ایک پاؤں کٹ گیا ہے اور کم از کم تین انگل کی مقدار باقی رہ گئی تو مسح جائز ہے اور اگر اتنا حصہ بھی باقی نہ رہا اور موزہ چڑھا لیا تو اس پر مسح درست نہ ہوگا، لیکن اگر ٹخنے کے اوپر کا حصہ کٹا ہے اور دوسرا پاؤں سالم ہے تو موزے پر مسح کرنا صحیح ہوگا۔

(کتاب الفقہ ص۲۲۶، ج۱)

عام سوتی موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ:۔ اگر اونی یا سوتی موزوں میں یہ چند شرائط ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔ اول گاڑھے دبیز اور موٹے ایسے ہوں کہ صرف اس کو پہن کر اگر تین میل یعنی بارہ ہزار قدم چلیں تو وہ پھٹیں نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کو پہن کر پنڈلی پر نہ باندھیں تو گرے نہیں۔ تیسرے اس میں پانی نہ چھنے۔ چوتھے اس کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آئے یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ نہ دکھائی دے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۷ جلد اول)

چمڑے کے موزے کے نیچے عام موزہ کا حکم

مسئلہ: اگر کپڑے کی جرابیں خواہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک ہوں، ان کو پہن کر اوپر چمڑے کے موزے پہنے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ معمولی سوتی و اُونی (نائیلون وغیرہ کے) موزے پر جو آج کل استعمال کیے جاتے ہیں ان پر ہرگز مسح جائز نہیں ہے، البتہ اگر نیچے پہن کر اور اس کے اوپر چمڑے وغیرہ کا باقاعدہ موزہ پہن لیں تو اس پر مسح جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۷ جلد اول و امداد الاحکام ص ۳۹۲ جلد اول و احسن الفتاویٰ ص ۱۹۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ چمڑے کے موزوں کے اندر عام سوتی و اونی وغیرہ موزے پہننا درست ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۸۱ جلد ۱ و فتاویٰ دار العلوم قدیم ص ۲۰۹ جلد ۲ و بحر ص ۱۹۰ ج ۱)

موزہ کا دھونا کیسا ہے؟

مسئلہ اگر موزہ کو (پہنے ہوئے) دھولیا اول مسح کی نیت نہ تھی، مثلاً موزہ کی صفائی ستھرائی وغیرہ پیش نظر تھی یا کوئی بھی نیت نہ تھی، تب بھی مسح ہو جائے گا، اگرچہ موزہ کا (پہنے ہوئے) دھونا

امر مکروہ ہے۔(کتاب الفقہ ص ۲۳۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ موزوں پر مسح کے درست ہونے کیلئے موزوں کا (نجاست سے) پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ اگر موزہ پر نجاست لگ جائے تب بھی اُس پر مسح کرنا صحیح ہے، البتہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ اگر وہ نجاست معاف (قابلِ درگزر) نہ ہو۔ (نجاست معاف ہونے کی تفصیل استنجاء کے باب میں آئی ہے۔(کتاب الفقہ ص ۲۲۳، ج۱)

مسافر و مقیم کے لیے مدّتِ مسح

مسئلہ:۔ جب شرطیں پائی جائیں تو حالتِ قیام میں ایک دن رات چوبیس گھنٹے تک موزے پر مسح جائز ہے، اور حالتِ سفر (شرعی مسافر کے لیے سفر) میں تین دن تین رات تک یعنی بہتر ۷۲ گھنٹے تک خواہ یہ سفر سفرِ طاعت ہو یا سفرِ معصیت، لیکن یہ مدّت موزہ پہننے کے وقت سے محسوب نہ ہوگی بلکہ موزہ پہننے کے بعد جس وقت وضو جاتا رہا اس وقت سے چوبیس گھنٹے یا بہتر گھنٹے شمار ہوں گے۔ موزہ پہننے کے وقت کا کچھ اعتبار نہیں، مثلاً کسی شخص نے ظہر کے وقت وضو کر کے دو بجے موزے پہنے اور عصر کے وقت پانچ بجے اس کا وضو جاتا رہا تو (مقیم کے لیے) اگلے روز کے پانچ بجے تک ان موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور سفر میں ہو تو تیسرے دن کے پانچ بجے تک کر سکتا ہے، ایسے ہی اگر مغرب کے بعد موزے پہنے اور اسی وضو سے رات کو دس بجے سو گیا تو بس دس بجے سے حساب شروع ہوگا۔

لیکن یہ اختیار نہیں کہ جس وقت دل چاہے موزہ پہن کر پاؤں دھونے سے بچ جائے، بلکہ شرط یہ ہے کہ جس وقت پہلا وضو ٹوٹا ہو، اس وقت موزہ پہنے ہوئے ہو، مغرب کے وقت موزہ پر وہی شخص مسح کر سکتا ہے جس نے عصر کے وقت کا وضو ٹوٹنے سے پہلے موزہ پہن لیا ہو۔

مسئلہ:۔ اچھی صورت یہ ہے کہ جس وقت پورے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ دھونے کے بعد کامل وضو موجود ہو موزہ پہن لے، اس کے بعد جب وضو جاتا رہے اور وضو کرنا چاہے تو صرف منہ ہاتھ دھو کر سر پر اور موزے پر مسح کر لے اور اسی طرح چوبیس گھنٹے کے اندر جب کبھی وضو ٹوٹے منہ ہاتھ دھو کر سر اور موزہ پر مسح کر لے لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے وضو ٹوٹنے

کے وقت سے مدت کا شمار ہوگا، یہ نہیں کہ موزہ پہننے کے وقت سے حساب کریں، اور یہ بھی نہیں کہ مسح کرنے کے وقت سے چوبیس گھنٹہ لیں۔ مثلاً جو شخص باوضو موزہ پہن کر رات کو دس بجے سو گیا اور صبح کو پانچ بجے وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو رات کے دس بجے سے مقیم کے لیے چوبیس گھنٹے لیے جائیں گے، صبح کے پانچ بجے کا (جس وقت وضو کیا تھا اس وقت کا اعتبار نہ ہوگا۔)

مسئلہ:۔ یہ بھی جائز ہے کہ صرف پاؤں دھوکر موزہ پہن لے اور وضو توڑنے والی چیزوں کے پیش آنے سے پہلے باقی اعضاء کو دھوکر وضوء کامل کرے، اس کے بعد جب وضو ہو جائے گا اور دوبارہ وضو کرنا چاہے گا تو مسح جائز ہوگا، لیکن یہ خلافِ ترتیب ہے، لہٰذا عمدہ صورت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے کہ پورا اور کامل وضو کرکے موزہ پہنے، اور یہ ضروری نہیں کہ فوراً وضوء کے بعد موزہ پہن لے بلکہ وضو ٹوٹنے سے پہلے پہلے جب چاہے پہن لے۔

مسئلہ:۔ موزوں پر مسح اسی وقت جائز ہے جب کہ صرف وضو ٹوٹا ہو، اگر غسل واجب ہوا ہو تو موزوں کا مسح کافی نہیں، موزوں کو نکالنا پڑے گا، خواہ مدت پوری ہوئی ہو، یا نہ ہوئی ہو۔

(طہور المسلمین ص ۳۵ و مظاہر حق ص ۴۶۶ جلد او کتاب الفقہ ص ۲۳۱ جلد ا۔ وفتاویٰ دار العلوم مع امداد المفتین ص ۲۱۱ جلد ۲ و در مختار ص ۳۳ جلد اول باب المسح علی الخفین)

مسح موزے کے کس حصہ پر اور کیسے؟

شارع علیہ السلام نے پورے موزے کا مسح، جس سے تمام پاؤں ڈھکا ہو، ضروری؛ قرار نہیں دیا، حالانکہ موزہ پر مسح کرنا پاؤں دھونے کا قائم مقام ہے اور پیر پورے کا پورا دھونا فرض ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ موزے پر مسح کرنے کا حکم ایک خاص رعایت ہے، شارع نے اس بارے میں سہولت رکھی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نرمی برتی جا سکے، رہی یہ بات کہ موزے کے کس قدر حصہ کا مسح فرض ہے اس کے متعلق مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

مسئلہ:۔ موزے کے اوپر تین انگلیوں کے بقدر جگہ پر مسح فرض ہے۔ انگلی کی چوڑائی ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کے برابر ہونی چاہئے اور یہ شرط ہے کہ موزہ کی اس جگہ پر مسح ہو جس میں پیر ہے۔ اس مسئلہ میں موزوں پر مسح کرنے کو سر کے مسح پر قیاس کیا گیا ہے۔ پس اس کے سوا

کسی اور حصہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً پنڈلی سے لگتے ہوئے حصہ پر یا پچھلے حصہ پر یا کناروں پر یا نیچے کی جانب یا پہلوں (اوپر کے علاوہ کسی جگہ بھی مسح درست نہیں ہے) البتہ وہ حصہ جو ٹخنوں کے سامنے ہے اس پر مسح جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر چمڑے کے موزہ پر بال ہوں اور اوپر اس طرح پڑے ہوئے ہوں کہ مسح کرنے میں پانی کی تری جلد تک نہ پہنچے تو مسح درست نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر بالوں پر مسح کرنے کا ارادہ کیا اور پانی کی تری جلد تک پہنچ گئی تب بھی درست نہ ہوگا۔

(کتاب الفقہ ص ۲۲۸، ج ۱)

مسئلہ:۔ موزہ ایسا پھٹا ہوا نہ ہو کہ اس پر مسح نہ کیا جاسکے اور پھٹے کی مقدار (زیادہ سے زیادہ) پیر کی تین انگلی کے برابر ہے۔

مسئلہ:۔ مسح ہاتھ کی انگلیوں سے کیا جائے، اگر ایک انگلی سے مسح کیا تو درست نہ ہوگا کیونکہ اس طرح ایک انگلیوں سے مسح کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ مسح کی مقدار پوری کرنے سے پہلے ہی انگلی کا پانی خشک ہو جائے گا تاہم اگر ایک ہی انگلی سے مسح کیا لیکن موزہ پر تین جگہ کیا اور ہر بار نیا پانی لیا تو مسح درست ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر انگلی کی نوک سے مسح کیا لیکن موزہ پر تین جگہ کیا اور ہر بار نیا پانی لیا تو مسح درست ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر انگلی کی نوک سے مسح کیا اور مقدار مفروض پر کرلیا اور پانی انگلی سے ٹپک رہا تھا تو مسح صحیح ہو جائے گا ورنہ نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ موزہ پر ہاتھ سے مسح کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر بارش کا پانی اس حصے پر بہہ گیا جس پر مسح کرنا فرض تھا، یا اس پر پانی وغیرہ بہا دیا تو مسح کیلئے یہ کافی ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۲۲۶، ج اور در مختار ص ۳۸ جلد ۳)

مسئلہ:۔ موزے کے مسح میں فرض صرف اس قدر کہ ساتھ کی انگلیوں سے (تین انگلیوں سے مسح کرے) تین انگشت کے برابر جگہ پر ہر ایک موزہ پر پاؤں کے اوپر کی جانب مسح ہو جائے، اور عمدہ طریقہ مسح کرنے کا یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ہتھیلی کو علیحدہ رکھے) پانی سے تر کر کے ذرا کشادہ رکھ کر ہر دو موزوں پر پاؤں کی انگلیوں پر رکھ کر اوپر کی طرف کو کھینچتا چلا جائے اور ٹخنے کی طرف کھینچ لے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے اُلٹا مسح کیا یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں تک پہنچا دیا تب بھی

جائز ہو گیا، لیکن یہ خلاف سنت ہے۔ (طہور المسلمین ص ۳۵)

مسئلہ:۔ پہلے دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل یعنی نئے پانی سے تر کیا جائے اور پھر داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے داہنے موزے کے سرے پر (جو انگلیوں کے اوپر ہوتا ہے) اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے بائیں موزے کے سرے پر رکھ کر انگلیوں کو کھینچتے ہوئے ٹخنوں کے اوپر تک لایا جائے، اس طرح کہ پانی کی لکیریں سی کھینچ جائیں۔ مسح کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے۔ اور اگر کسی نے صرف ایک انگلی کیساتھ تین بار اس طرح مسح کیا کہ ہر بار نیا پانی لیتا رہا اور ہر بار نئی جگہ اس انگلی کو پھیرا تو مسح جائز ہو جائے گا ورنہ نہیں یعنی اگر نیا پانی نہیں لیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔ (مظاہر حق ۲۶۷ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۲۳۰، ج ۱)

مسئلہ:۔ موزے کا مسح اگر انگلیوں سے نہ کیا بلکہ ہتھیلی سے مسح کیا ہاتھ سے نہیں کیا بلکہ کسی لکڑی یا کپڑے کو بھگو کر مسح کر دیا تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر بارش وغیرہ کا پانی یا قطرے باہر لگ کر تین تین انگلیوں کے برابر جگہ دونوں موزوں کے اوپر سے تر ہو گئی یا شبنم پڑی ہوئی گھاس میں چلنے سے اسی قدر تر ہو گیا تو کافی ہے مسح ہو گیا، یا ایسی گھاس پر چلے جو بارش کے پانی سے بھیگی ہوئی تھی تو کافی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر نیچے یعنی پاؤں کے تلوے کی طرف مسح کر دیا یا دائیں بائیں جانب یا ایڑی پر مسح کر دیا، یا تین انگلیوں سے کم مسح تو نا جائز ہے۔

اگر انگلیوں کو لٹکا کر نہیں رکھا بلکہ کھڑا کر دیا اور کھینچ دیا تو اگر ہاتھ خوب تر بھیگے ہوئے تھے اوپر سے پانی ٹپک رہا تھا اور دونوں پاؤں پر تین انگشت کی مقدار جگہ تر ہو گئی تو جائز ہے۔ اور اگر پانی کم تھا صرف تین تین نشان انگلیوں کے سرے پر بن گئے تو مسح جائز نہیں ہوا۔

(طہور المسلمین ص ۳۶ و کتاب الفقہ ص ۲۲۶ جلد او عالمگیری ص ۶۵ جلد اول ودر المختار ص ۴۲ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر ایک پاؤں پر دو انگلیوں کی مقدار کے برابر اور دوسرے پر پانچ انگلیوں کی مقدار کے برابر مسح کرے تو جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر ایک شخص کے پاؤں میں زخم ہے اور وہ اس کو نہ دھو سکتا ہے نہ مسح کر سکتا ہے تو اس کو دوسرے پر مسح کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح اگر ٹخنوں کے اوپر سے پیر کٹ گیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے، اور اگر ٹخنے کے نیچے سے کٹا اور تین انگلیوں کے برابر اس پر مسح ہو سکتا

ہے،تو دونوں پر مسح کرے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۴۵ ج اول)

مسئلہ :۔ اگر انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی سے مسح کیا اور دونوں کھلے ہوئے تھے تو مسح جائز ہوگا۔

مسئلہ :۔ اگر اس طرح مسح کرے کہ تین انگلیاں رکھ دے اور ان کو نہ کھینچے تو جائز ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ :۔ اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور ان سے پانی ٹپک رہا ہے تو مسح جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ :۔ اعضاء کے دھونے میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے مسح جائز ہے، خواہ ٹپکتی یا نہ ٹپکتی ہو، اور مسح کرنے کے بعد جو تری باقی رہ جاتی ہے اس سے مسح جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر دونوں موزوں پر چوڑائی میں مسح کرے تو مسح نہیں ہو جاتا ہے۔

مسئلہ :۔ اگر ہتھیلی رکھ کر یا صرف انگلیاں رکھ کر کھینچے تو دونوں صورتیں جائز ہے، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ پورے ہاتھ سے مسح کرے، اگر ہتھیلی کی پشت سے مسح کیا تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ مسح میں خطوط (پانی کے نشانات کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے، لیکن یہ صورت مستحب ہے۔

مسئلہ :۔ مسح کئی بار کرنا سنت نہیں ہے صرف ایک بار کرے یعنی وضو میں تو ہر عضو کو تین بار سنت ہے لیکن مسح میں صرف ایک بار)۔

مسئلہ:۔ موزوں پر مسح کیلئے نیت شرط نہیں ہے۔ (فتح القدیر)

مسئلہ :۔ اگر کسی نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور اس میں سکھانے کی نیت، پاکی کی نیت نہیں کی تو صحیح یہ ہے کہ مسح ہو جائے گا۔ (خلاصہ۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۶۶، ج ۱)

مسئلہ :۔ موزہ کشادہ اور پھیلا ہوا ہے کہ اس کے اوپر سے پاؤں نظر آتا ہے، تو اس سے کوئی نقصان نہیں، ہاں پہلی صورت میں جو موزہ پاؤں سے بڑا ہے اور مسح زائد حصہ پر ہوتا ہو تو اس صورت میں البتہ مسح کرنا درست نہ ہوگا، یعنی اس موزہ پر مسح کرنا معتبر نہیں ہے جو پاؤں سے خالی ہے (بہت ہی لمبا چوڑا ہو) لیکن اگر پاؤں کو اس خالی موزہ والے حصے میں کر دیا اور اس پر مسح کیا تو جائز ہوگا اور جب اس سے پاؤں ہٹائے گا مسح کا اعادہ کرنا ہوگا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مسح کے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے تفصیل کیلئے دیکھئے (طحاوی در مختار ص ۴۴ جلد ۳ و عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

موزوں پر مسح کب ناجائز ہے؟

مسئلہ: ۔اگر موزہ ٹخنے سے نیچا ہے تو مسح جائز نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۷۴، ج ۱)

مسئلہ: ۔اگر موزہ زیادہ پھٹا ہوا ہے کہ چلتے ہوئے تین انگلیوں سے زیادہ پاؤں نظر آتا ہے تب بھی مسح جائز نہیں۔

مسئلہ: ۔اگر ایک موزہ دو تین جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہے کہ ان کو جمع کرنے سے تین انگشت کی مقدار ہو جائے تو مسح جائز نہیں۔

مسئلہ: ۔اگر تھوڑا تھوڑا دونوں موزوں میں سے پھٹا ہوا ہے کہ اگر دونوں کی پھٹن کو اکھٹا (جمع) کریں تو تین انگشت سے زیادہ ہو جائے تو اس کا کچھ مضائقہ (حرج) نہیں مسح جائز ہے، ناجائز تو جب ہے کہ ایک ہی پاؤں میں تین انگلیوں سے زیادہ ہو۔

مسئلہ: ۔اگر تین انگشت سے زیادہ پھٹا ہوا ہے لیکن چلتے ہوئے چمڑا مل جاتا ہے اور تین انگشت سے کم پاؤں نظر آتا ہے تو مسح جائز ہے۔ (طہور المسلمین ص ۳۵ و در مختار ص ۴۴ جلد ۲)

ڈبل موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ: ۔اگر کوئی شخص چمڑے کے دو موزے ایک ساتھ ایک کے اوپر ایک پہن لے تو اوپر والے موزے کا اعتبار ہے لہٰذا اگر اوپر والے موزے پر مسح کر لیا ہے اور اسکے بعد اس کو اتار دیا تو مسح ختم ہو جائے گا، نیچے والے پر دوبارہ مسح کرنا لازم ہوگا۔ (شامی کراچی ص ۲۷۳، ج ۱)

مسئلہ: ۔اندر کپڑے کا موزہ اور اوپر چمڑے کا موزہ ہو تو اوپر چمڑے کے موزہ پر مسح کرنا درست ہے۔ (شامی ص ۲۷۳ جلد اول و عالمگیری ص ۳۴ جلد اول)

مسئلہ: ۔اگر اوپر والا موزہ تین انگل کے بقدر پھٹ جائے تو مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

(بدائع ص ۱۱ جلد اول و در مختار ص ۴۰ جلد ۳)

موزوں پر مسح کب باطل ہوتا ہے؟

مسئلہ: ۔اگر مدت کے اندر ہی موزہ میں سے پورے پاؤں کا اکثر حصہ نکال دیا تو مدت (مسح کی) ختم ہو گئی اور مسح باطل ہو گیا۔

مسئلہ:۔ اسی طرح سے اگر دفعتہً (اچانک) موزہ بہت سا پھٹ کر پاؤں کھل گیا اگر دونوں پاؤں یا ایک پاؤں یا اکثر حصہ پانی سے تر ہوگیا تو مسح باطل ہوگیا، اب ان سب صورتوں میں دونوں پاؤں کو دھونا ضروری ہے خواہ دونوں پاؤں موزے سے نکلے ہوں یا ایک، دونوں تر ہوئے ہوں یا صرف ایک۔ پس اگر باوضو ہونے کی صورت میں مذکورہ بالا صورتیں پیش آکر مسح باطل ہوا ہے تو صرف پاؤں کا دھولینا کافی ہے، تمام وضو کی لوٹانا ضروری نہیں، اگر چہ بہتر یہی ہے کہ از سرِ نو وضو کرلے مگر پورا وضو کرنا واجب اور ضروری نہیں۔

مسئلہ:۔ غسل واجب ہونے سے بھی مسح باطل ہوجاتا ہے اور غسل کرنا اور پاؤں کا دھونا ضروری ہوتا ہے۔ (یعنی جنابت، حیض ونفاس سے بھی مسح باطل ہوجاتا ہے)۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے بے وضو ہونے کی حالت میں موزہ پہن کر بجائے پاؤں دھونے کے اس پر مسح کرلیا تو بالکل باطل اور بے اعتبار ہے جب تک پاؤں نہ دھوئے بے وضو سمجھا جائے گا۔

مسئلہ:۔ جو شخص باقاعدہ موزہ پہن رہا ہے اس کو مسح جائز ہے وہ اگر وضو کے وقت مسح نہ کرے بلکہ موزے نکال کر پاؤں دھوئے تو بلاشبہ جائز ہے، (بلکہ افضل ہے) لیکن اگر نماز کا وقت نہایت تنگ ہوگیا ہو کہ موزہ نکالنے اور پاؤں دھونے میں دیر ہوکر نماز قضاء ہوجائے گی تو اس کو جائز نہیں کہ موزے نکال دے بلکہ باقی اعضاء کو دھونا اور پاؤں پر مسح کرکے نماز اداء کرنا لازم اور ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ اسی طرح اگر پانی بہت کم ہو کہ اگر موزے نکال دے گا تو سب اعضاء کے لیے پانی کافی نہ ہوگا، مجبوراً تیمم کرنا پڑے گا، اس کو بھی لازم ہے کہ موزہ نہ نکالے، ہاتھ منھ دھوکر سر اور پاؤں کا مسح کرکے باوضو نماز پڑھے۔ (طہور المسلمین ص ۳۷ و کتاب الفقہ ص ۲۳۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ مسح کو وہ چیزیں توڑتی ہیں جو وضو کو توڑنے والی ہیں، اسلئے کہ مسح وضو ہی کا ایک حصہ ہے، لہٰذا جو کل کا ناقض (توڑنے والا) ہوگا وہ جز کا بھی توڑنے والا ہوگا اور اسکے ساتھ مسح کو توڑنے والا موزے کا اتار دینا ہے، اگر چہ ایک ہی پیر کا موزہ اُتارا گیا ہو، اور موزے کی متعین مدت کا گزر جانا بھی مسح کو توڑنے والا ہے۔ (درمختار ص ۴۶ جلد ۲)

مسئلہ:۔ شرعی موزے سے پاؤں کا اکثر حصہ نکلنا یا قصداً نکالنا تمام موزے کے نکال دینے

کے حکم میں ہے، کیونکہ قاعدہ للا کثر حکم الکل .اور ایڑی کے نکلنے اور داخل ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ،یعنی بلا ارادہ موزہ کی کشادگی کی وجہ ایڑی کے نکلنے اور داخل ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔(درمختار ص ۲۷۴ جلد۲)

مسئلہ:۔دونوں موزوں کو یا ایک موزہ کو اتارنے سے یا مدّتِ مسح ختم ہونے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔(ہدایہ) لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پانی ملتا ہو،لیکن اگر پانی نہ ملے تو مدت کے گزرنے سے مسح نہیں ٹوٹے گا، بلکہ اس مسح سے نماز ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر مدت گزر گئی اور وہ نماز پڑھ رہا ہے پانی نہیں ملتا تو نماز پڑھتا رہے۔(فتاویٰ عالمگیری ص ۶۸ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر موزہ اتنا ڈھیلا ہو کہ اس کے اندر انگلیاں ڈال کر مسح کرلیا تو درست نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔اسی طرح اگر موزے کے کنارہ پر یا پیچھے (ایڑی کی جانب) یا پنڈلیوں پر (یعنی ٹخنوں سے اوپر کی جانب موزہ پر مسح کیا) تو درست نہ ہوگا۔(کتاب الفقہ ص ۲۲۶ جلد۱)

بلا وضو موزہ پر مسح کرنا؟

سوال:۔ہم نے بلا وضو کیے ہوئے موزہ پہنا اور اس کے بعد نماز کا وقت آ گیا ،تو وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

اس مسئلہ میں فقہ کی کتابوں میں طہارت کا لفظ آیا ہے کیا وہ وضو پر دلالت کرتا ہے یا یہ کہ طہارت سے بدن کا طاہر (پاک) ہونا مراد ہے اور یا پاؤں کا نجاست سے؟

جواب:۔بلا وضو کے یعنی بغیر پیر دھوئے موزہ پہننے سے مسح اس پر درست نہیں ہے۔طہارت سے مراد وضو ہے، یہ مسئلہ باتفاق مسلم ہے،اس میں کسی کا اختلاف نہیں ،اور آپ نے جو مطلب سمجھا ہے وہ غلط ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۷۲ جلد۱ بحوالہ ہدایہ ص ۹۷ جلد اول باب مسح علی الخفین)

مسئلہ:۔مسح کے جواز کیلئے یہ ضروری ہے کہ وضوء پر پہنے جائیں۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۶۸ جلد اول بحوالہ ہدایہ ص ۵۷ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر موزوں پر نجاست لگ جائے تب بھی اس پر مسح کرنا صحیح ہے،البتہ اس کیساتھ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔(کتاب الفقہ ،ص ۲۲۳ جلد اول و درمختار ص ۳۶ ،ج۱)

مقیم مدّت سے پہلے مسافر ہوگیا؟

مسئلہ:۔اگر کسی مقیم کو موزے پہننے کے بعد ایک دن اور ایک رات سے پہلے سفر پیش آ گیا (یعنی وہ شرعی مسافر ہوگیا) تو اس صورت میں اس کو اجازت ہوگی کہ مسافر کی مدّت پوری کرے یعنی انہی موزوں پر تین دن اور تین رات تک مسح کرلیا کرے۔

مسئلہ:۔اسی طرح اگر کوئی مسافر تین دن اور تین رات سے پہلے مقیم ہو جائے تو اس کو مقیم ہی کی مدت تک مسح کی اجازت ہوگی، مثلاً ایک مسافر نے فجر کے وقت وضو میں اپنے پیروں کو دھو کر موزے پہنے اور پھر اسی دن غروب آفتاب کے وقت اپنے گھر پہنچ گیا تو اب اس کو صرف ایک رات اور مسح کی اجازت ہوگی۔(مظاہر حق،ص ۴۶۹، ج۱)

مسئلہ:۔اگر مقیم نے اپنی مدت (ایک دن رات) پوری کرنے کے بعد سفر کیا ہے تو وہ موزہ اُتار دے گا اور پاؤں دھو کر وضو کرے گا، اور اگر کوئی مسافر مقیم والی مدت (ایک دن رات) پوری کرنے کے بعد مقیم ہوگیا تو وہ موزہ اُتار دے گا اور پاؤں دھوئے گا) اور اگر ایک دن رات پوری نہیں ہوئی ہے تو وہ ایک دن رات مقیم والی مدّت پوری کرے گا، اس لیے کہ اب وہ مقیم کے حکم میں ہو چکا ہے۔(درمختار ص ۳۸ جلد۳)

مسئلہ:۔معذور کو اگر وضو کے وقت عذر موجود نہ تھا اور اس نے موزے پہن لے تو تندرست لوگوں کی طرح مدت معلومہ تک مسح جائز ہے، اور اگر وضو کرتے ہوئے یا ایک موزہ پہنتے ہوئے عذر پیدا ہوگیا تو مسح وقت نماز میں جائز ہے اور وقت نکلنے کے بعد جائز نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۴۷ جلد۲ بحوالہ بحر الرائق)

مسئلہ:۔اگر ایک موزہ کے اندر پانی چلا جائے جس سے تمام پاؤں بھیگ جائے تو اس صورت میں بھی مسح ٹوٹ جائے گا۔ پاؤں کو موزہ سے نکال کر پھر دھوئے۔(رکن دین ص ۲۶ وفتاریٰ دارالعلوم مع امداد المفتیین ص ۲۱۱ جلد۲ و عالمگیری ص ۶۸ جلد۱)

مسئلہ:۔کسی نے وضو کیا اور پھر مسح کیا اس تری سے جو باقی رہی تھی ہاتھوں پر دھونے کے بعد تب بھی مسح جائز ہے لیکن اگر اپنے سر کا مسح کیا اور پھر مسح کیا موزوں پر اس تری سے جو باقی رہی تھی تو درست نہیں ہے یعنی مسح نہ ہوگا موزوں کا۔(منیۃ المصلی،ص ۴۱)

موزوں پر مسح کن کو درست ہے؟

(۱) وضو کرنے والے کو مسح درست ہے خواہ مرد ہو یا عورت، مقیم ہو یا مسافر، بشرطیکہ مسح کی سب شرطیں پائی جائیں۔

(۲) غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں، خواہ غسل فرض ہو یا سنت۔ (سنت غسل میں بھی نہاتے ہوئے پیر بھیگ جائیں گے اس لیے مسح باقی نہیں رہے گا، اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سنت غسل میں مسح کرنے میں یہ طریقہ ہے کہ اپنے پیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود بیٹھ جائے اور سوائے پیروں کے باقی جسم کو دھوئے، اس کے بعد پیروں پر مسح کرے (درمختار)

(۳) تیمم کرنے والے کو مسح جائز نہیں۔

(۴) مقیم کو حدث کے بعد سے ایک دن رات تک موزوں پر مسح کی اجازت ہے اور مسافر کو حدث کے بعد تین دن اور تین رات تک بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو (علم الفقہ ص ۷۷، ج ۱)

اگر ظہر کے وقت پیر دھو کر موزے پہنے جائیں اور عشاء تک حدث نہ ہو، عشاء کے بعد حدث ہو (وضو ٹوٹے) تو عشاء کے وقت سے اس کو ایک رات اور ایک دن تک مسح کی اجازت ہوگی اگر مقیم ہے، اور تین رات تین دن تک اگر مسافر ہے، پہننے کے وقت کا اعتبار نہیں۔ اگر کوئی مقیم موزے پہننے کے بعد ایک دن رات سے پہلے سفر کرے تو اس کو مسافر کی مدت پوری کرنے کی اجازت ہوگی۔ مثلاً کسی مقیم نے مغرب کے وقت موزہ پہنا اور اسی شب کی صبح کو اس نے سفر کیا تو اس کو تین دن اور دو رات مسح کرنے کی اجازت ہوگی۔

اگر کوئی مسافر تین دن تین رات سے پہلے قیام کر لے تو اس کو مقیم ہی کی مدت تک مسح کی اجازت ہوگی، مثلاً کسی مسافر نے فجر کے وقت موزہ پہنا اور اسی دن غروبِ آفتاب کے وقت اپنے گھر پہنچ گیا تو اس کو صرف ایک رات اور مسح کی اجازت ہوگی۔

(علم الفقہ ص ۷۷ جلد اول و بہشتی زیور ص ۳۷ جلد اول بحوالہ الہدایہ ص جلد اول)

☆☆

مسح کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) جن موزوں پر مسح کیا جائے وہ ایسے ہونے چاہئیں کہ پہننے سے پیر کے اس حصہ کو چھپالیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے (یعنی ٹخنے تک) ہاں اگر پیر کی چھوٹی انگلی کی برابر تین انگلیوں سے کم کھلا رہ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۲) موزے کا اس قدر پھٹا ہوا نہ ہونا جو مسح کو مانع ہو، اگر اس سے کم پھٹا ہو تو حرج نہیں

(۳) موزوں کا پیر کی جلد سے متصل (ملا ہوا) ہونا اس قدر بڑے نہ ہوں کہ کچھ حصہ ان کا پیروں سے خالی رہ جائے اور اگر بڑے ہوں تو موزوں کے اسی حصہ میں مسح کیا جائے جس میں پیر ہے۔

(۴) موزوں میں ان چار وصفوں کا ہونا:۔

(۱) ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز کے باندھے ہوئے پیروں پر کھڑے رہیں۔

(۲) ایسے مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ (بغیر جوتے کے) چل سکیں۔

(۳) موٹے ہوں کہ ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔

(۴) پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

(۵) قبل حدث موزوں کا طہارتِ کاملہ کی حالت میں پہنا ہوا ہونا اگر چہ پہننے کے وقت طہارتِ کاملہ نہ ہو مثلاً کسی نے وضو کرتے وقت پہلے دونوں پیر دھو کر موزے پہن لیے ،اس کے بعد باقی اعضاء کو دھویا یا ایک پیر کو دھو کر موزہ پہن لیا، اس کے بعد دوسرا پیر دھو کر دوسرا موزہ پہنا تو پہلی صورت مین دونوں موزوں کے وقت طہارت (پاکی) کاملہ نہ تھی۔ اور دوسری صورت میں پہلا موزہ پہننے کے وقت طہارتِ کاملہ نہ تھی مگر چونکہ پہننے کے بعد طہارت کاملہ ہوگئی، لہٰذا اب ان پر مسح ہوسکتا ہے۔ (علم الفقہ، ص ۴۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ موزوں پر مسح کرنے میں صحیح ہونے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ پورا وضو پہلے کرلیا گیا ہو بلکہ اگر صرف پیروں کو جن کا دھونا فرض ہے دھولیا اور حدث (وضو ٹوٹ جانے) سے پہلے

موزہ پہن لیا، اس کے بعد وضو پورا کیا تو صحیح ہوگا، بشرطیکہ وضو پانی کے ساتھ کیا گیا ہو، اور وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو دھونے سے یا مسح کرنے سے نہ رہ گیا ہو۔ (کتاب الفقہ، ص۲۲۳ جلد اول)

مسح کے فرائض

مسئلہ:۔ مسح کا موزے کی اس ظاہری سطح پر ہونا، جو پیر کی پشت پر رہتی ہے۔

مسئلہ:۔ موزوں کا انگلیوں کے مقام سے تسمہ باندھنے کی جگہ تک ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کے برابر تر ہو جانا، خواہ ہاتھ سے تر کیے جائیں، یا کسی اور چیز سے یا خود بخود تر ہو جائیں، جیسے کوئی شخص گھاس میں چلے اور شبنم سے اس کے موزے تر ہو جائیں یا بارش کے برسنے سے اسکے موزوں کو اس قدر تری پہنچ جائے تو یہ مسح سمجھا جائے گا۔

مسئلہ:۔ اختیار ہے کہ دونوں موزوں کا مسح ایک ساتھ کیا جائے یا پہلے ایک پیر کا، پھر دوسرے پیر کا، اور یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے جس موزے کا مسح پہلے کیا جائے۔ تسمہ باندھنے کی جگہ وہ ہڈی ہے جو پیر کی پشت پر بیچ میں اُٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے (علم الفقہ ص ۸۷ جلد اول)

مسح کے سُنَن اور مستحبات

(۱) ہاتھ سے مسح کرنا، نہ کہ کسی اور چیز سے۔ (۲) مسح کرتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔ (۳) انگلیوں کو موزہ پر رکھ کر اس طرح کھینچنا کہ موزوں پر خطوط کھینچ جائیں۔ (۴) مسح پیر کی انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا نہ کہ پنڈلیوں کی طرف سے۔ (۵) مسح پنڈلی کی جڑ تک کرنا، اس سے کم نہیں۔ (۶) ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کا مسح کرنا۔ (۷) داہنے ہاتھ سے داہنے موزے کا مسح کرنا اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے کا۔ (۸) ہاتھ کی ہتھیلیوں کی جانب سے مسح کرنا، نہ کہ پشت کی جانب سے۔ (علم الفقہ، ص ۸۷، ج ۱)

مسح کا مسنون و مستحب طریقہ

مسئلہ:۔ دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کرکے داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کرکے داہنے موزوں کے سرے پر (جو انگلیوں پر رہتا ہے) اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں

موزے کے سرے پر رکھ کر انگلیوں کو ٹخنوں تک کھینچ لیا جائے اس طرح کہ موزے پر پانی کے خطوط (نشان) کھنچ جائیں۔

مسئلہ :۔ مسح موزے کے اس حصہ کے ظاہری سطح پر ہونا چاہئے جو پیر کی پشت پر رہتا ہے نہ اس حصہ پر جو چلنے میں زمین پر رہتا ہے۔ (علم الفقہ، ص ۷۸ جلد اول)

مسح کہاں واجب ہے؟

مسئلہ :۔ اگر کسی کے پاس وضو کے لیے صرف اس قدر پانی ہو کہ اس سے پیر کے سوا اور سب اعضاء دھل سکتے ہیں تو اس کو موزوں کا مسح واجب ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کو خوف ہو کہ پیر دھونے سے وقت جاتا رہے گا تو اس پر مسح واجب ہے، اسی طرح اگر کسی کو خوف ہو کہ پیر دھونے سے عرفات میں نہ ٹھہر سکے گا، اس پر بھی مسح واجب ہے۔

مسئلہ :۔ کسی موقع پر مسح نہ کرنے سے رافضی یا خارجی ہونے کا لوگوں کو گمان ہو، وہاں بھی مسح کرنا واجب ہے۔

مسئلہ :۔ سوا ان مقامات کے جہاں مسح کرنا واجب ہے، موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا بہ نسبت مسح کرنے کے بہتر ہے۔

مسئلہ:۔ بغیر موزے اتارے ہوئے پیروں کا دھونا گناہ ہے۔ (علم الفقہ، ص ۷۷، ج ۱)

وہ چیزیں جن پر مسح درست نہیں

(۱) وہ موزے جن میں شرائط نہ پائی جاتی ہوں مثلاً موزے اس قدر چھوٹے ہوں کہ پیر کی پوری اس جلد کو نہ چھپائیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے، بلکہ تین انگلیوں کی برابر پیر کی جلد ان سے ظاہر ہوتی ہو، یا اس قدر پھٹے ہوں کہ جو مسح کو مانع ہے، یا ان چار وصفوں میں سے کوئی وصف ان میں نہ پایا جاتا ہو، یا طہارت کاملہ کی حالت میں پہنے ہوئے نہ ہوں، مثلاً کسی نے تیمم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو جب وہ وضو کرے تو ان موزوں پر مسح نہیں کر سکتا اس لیے کہ تیمم طہارت کاملہ نہیں خواہ وہ تیمم صرف غسل کا یا وضو اور غسل دونوں کا ہو۔

اور آج کل جو موزے سوتی، اونی (نائلون وغیرہ کے) رائج ہیں، ان پر مسح جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ان میں مسح کی شرطیں نہیں پائی جاتیں صرف ان کو پہن کر تین میل نہیں

چل سکتے (بغیر جوتے کے) اور پانی کو بھی جذب کر لیتے ہیں۔ شیشہ (کانچ) اور لکڑی اور ہاتھی دانت وغیرہ کے موزوں پر بھی مسح جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ان کو پہن کر بالکل (بلا تکلف نہیں چل سکتے)۔ (علم الفقہ ص ۵۷ جلد اول)

(۲) اگر موزوں پر موزے پہنے جائے اور پہلے (نیچے کے) موزوں کا مسح ہو چکا ہو تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں۔ اور اسی طرح اگر یہ دوسرے موزے حدث (ناپاکی) کے بعد پہنے گئے ہوں، تب بھی ان پر مسح درست نہیں۔

(۳) جن موزوں میں شرائط پائی جاتی ہوں، ان پر اگر ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائی جائیں اور نہ ایسے رقیق (پتلے، باریک) ہوں جن سے مسح کی تری تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

(۴) مدت گزر جانے کے بغیر پیر دھوئے ہوئے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

(۵) بجائے ہاتھوں کے دھونے کے دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

(۶) بجائے سر کے مسح کے عمامہ پر مسح جائز نہیں۔

(۷) اگر موزے پر موزے پہنے جائیں اور اوپر والے موزوں میں مسح کی شرائط پائی جاتی ہوں تو ہاتھ ڈال کر نیچے والے موزوں پر مسح درست نہیں ہے خواہ ان میں مسح کی شرائط پائی جائیں یا نہ؟

(۸) اگر کپڑے کے موزوں پر جن میں شرائط مسح کی نہ پائی جاتی ہوں، چمڑا چڑھا دیا جائے مگر صرف اسی سطح پر جو چلنے کی حالت میں زمین پر رہتی ہے تب بھی ان پر مسح جائز نہیں ہے۔ (علم الفقہ، ص ۶۷ جلد اول) (موزے مکمل چمڑے کے ہونے چاہئیں، صرف نیچے تلوے پر چمڑے کے چڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ رفعت قاسمی غفرلہ)۔

وہ چیزیں جن پر مسح درست ہے

(۱) پیر کے موزوں پر مسح درست ہے بشرطیکہ ان میں مسح کی شرائط پائی جائیں خواہ وہ چمڑے کے ہوں یا کپڑے کے یا اور کسی چیز کے۔ (شرائط ہونا ضروری ہیں)۔

(۲) بوٹ پر مسح جائز ہے بشرطیکہ پورے پیر کو مع ٹخنے کے چھپالے اور اس کا چاک تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پیر کی اس قدر جلد نظر نہ آئے کہ جو مسح کو مانع ہو۔

(۳) موزوں کے اوپر اگر موزے پہنے جائیں تو ان اوپر والے موزوں پر مسح درست ہے، بشرطیکہ ان میں مسح کی شرائط پائی جاتی ہوں خواہ نیچے کے موزوں میں شرائط پائی جائیں یا نہیں اور یہ اوپر والے موزے قبل حدث کے اور قبل اس کے کہ پہلے موزوں پر مسح کیا جائے پہنے گئے ہوں۔

(۴) اگر ایسے موزوں پر جن میں مسح کی شرائط پائی جاتی ہیں، ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائی جاتیں تو ان پر بھی مسح جائز ہے بشرطیکہ ایسے رقیق (پتلے) ہوں کہ مسح کی تری ان سے تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے جن میں مسح کی شرائط پائی جاتی ہیں، یہ سمجھا جائے گا کہ درحقیقت مسح انھیں پر ہوا۔

(۵) اگر موزے ایسے چھوٹے ہوں کہ جن سے ٹخنے نہ چھپ سکیں اور کوئی ٹکڑا چمڑے وغیرہ کا ان کے ساتھ سی کر پورے کر لیے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔

(۶) زخم کی پٹی پر مسح درست انہیں تین صورتوں میں ہے جن کا بیان معذور کے وضو میں ہو چکا، مگر موزوں کے مسح میں اور پٹی کے مسح میں یہ فرق ہے کہ موزوں پر صرف بقدر تین انگلیوں کے مسح کیا جاتا ہے اور پٹی کا (پلاسٹر وغیرہ میں) مسح پٹی کی پوری سطح پر ہوتا ہے یا اس کے اکثر حصہ پر۔ (علم الفقہ، ص ۵۷ جلد اول)

مسح کے باطل ہو جانے کی صورتیں

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی باطل ہو جاتا ہے یعنی پھر دوبارہ مسح کرنے کی ضرورت ہوگی، جیسے معذور کا وضو نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے، ویسے ہی اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے، مگر اس کو موزے اتار کر پیروں کا دھونا واجب ہے، ہاں اگر اس کا عذر وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مثل صحیح آدمیوں کے سمجھا جائے گا۔

(۲) موزے سے یا پیر کے اکثر حصے سے اتر جانا: خواہ قصداً اتارے یا بغیر قصد کے اُتر

جائیں، اس صورت میں موزوں کا اتار کر پیروں کو دھونا چاہیے۔

(۳) موزے کا پھٹ جانا، بشرطیکہ اگر ایڑی کے پاس سے پھٹا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں اس سے ایڑی کا اکثر حصہ کھل جاتا ہو، اور اگر انگلیوں کے پاس پھٹا ہوا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں تین انگلیاں اس سے کھل جاتی ہوں، اور اگر دونوں مقاموں کے سوا اور کہیں سے پھٹا ہو تو اس قدر پھٹا ہو کہ اس سے، چلنے کی حالت میں پیر کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کی برابر کی جلد کھل جاتی ہو، اس صورت میں بھی موزے اتار کر پیروں کو دھونا چاہیے۔

اگر موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہو، اور ہر جگہ تین انگلیوں سے کم پھٹا ہو مگر سب کو ملانے سے تین انگلیوں کی برابر ہو جائے تب بھی مسح باطل ہو جائے گا، بشرطیکہ ایک ہی موزہ اس قدر پھٹا ہو اور اگر دونوں موزے ملا کر اس قدر پھٹے ہوں تو اس قدر کا اعتبار نہیں، مسح باطل نہ ہوگا۔ اور اگر موزوں میں اس قدر باریک باریک سوراخ ہو جائیں جن میں موٹی سوئی نہ جا سکے تو ان کا اعتبار نہیں، اگر چہ کتنے ہی ہوں۔

اگر موزے پھٹے ہوں مگر پیر کا حصہ بقدر تین انگلیوں کے نہ ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہیں مسح باطل نہ ہوگا، اگر چہ وہ پھٹا ہوا تین انگلیوں سے زیادہ ہو۔

(۴) پیر کے اکثر حصہ کا کسی طرح دھل جانا، اس صورت میں موزوں کو اُتار کر پیروں کو دھونا چاہیے۔

(۵) مسح کی مدت کا گزر جانا۔ اس صورت میں بھی موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا چاہیے۔ ہاں اگر کسی کو سردی کے زمانے میں سرد پانی سے پیروں کو دھونے میں نقصان کا خوف ہو، اور گرم پانی کسی طرح نہ مل سکتا ہو تو اس کو موزوں کا اتار کر پیروں کا دھونا معاف ہے بلکہ انہیں موزوں پر اس کو مسح کرنے کی اجازت ہے، جب تک خوف زائل نہ ہو جائے، مگر یہ مسح پٹی کے مسح کی طرح ہوگا، یعنی پورے موزے پر یا اس کے اکثر حصہ پر نہ موزے کی طرح ، اس لیے کہ موزے مثل زخم کی پٹی کے ہیں۔

فائدہ:۔ جب ایک موزے کا مسح باطل ہو جائے گا تو دوسرے موزے کا مسح بھی باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ ایک پیر کا مسح کرنا اور دوسرے کو دھونا جائز نہیں، اگر مسح کیا جائے تو دونوں پر اور دھوئے جائیں تو دونوں مثلاً کسی شخص کا ایک ہی موزہ بقدر تین انگلیوں کے پھٹا

ہو، دوسرا نہیں یا کسی کا ایک پیر دھل جائے دوسرا نہیں۔(علم الفقہ ص ۸۰ جلد اول)

زخمی پاؤں والے کے لیے مسح کا حکم

مسئلہ:۔ایک شخص کے پاؤں میں زخم ہے اور اس پر جبیرہ (پٹی پلاسٹر وغیرہ) بندھا ہوا ہے اس نے وضو کیا اور جبیرہ پر مسح کیا، پھر ایک موزہ پہن لیا تو صحیح یہ ہے کہ موزہ پر مسح جائز نہیں ہے۔اور اگر جبیرہ پر مسح کر کے دونوں موزے پہن لیے تو دونوں موزوں پر مسح جائز ہے۔(محیط السرخسی)

مسئلہ:۔ایک شخص کے پیر میں پھوڑا تھا، اس نے دونوں پیر دھو کر دونوں موزے پہن لیے پھر اس کا وضو ٹوٹا اور دونوں موزوں پر مسح کیا اور اسی طرح متعدد نمازیں پڑھیں پھر موزہ نکالا تو معلوم ہوا کہ وہ پھوڑا پھوٹ گیا ہے اور اس سے خون بہا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ کب پھوٹا ہے؟۔اگر زخم کا سر خشک ہو گیا ہے اور اس شخص نے موزہ طلوع فجر کے وقت پہنا تھا اور عشاء کے بعد نکالا تو فجر کی نماز دوبارہ نہ پڑھے اور بقیہ نمازیں دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ:۔اور اگر زخم کا سرا خون میں تر ہو تو کسی نماز کا اعادہ نہ کرے۔(محیط)

مسئلہ:۔اور اگر کسی شخص نے زخم کو باندھا اور پٹی تر ہو گئی اور تری باہر تک آ گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ تری باہر تک نہیں آئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ:۔اگر پٹی دوہری (ڈبل) تھی کچھ میں سے تری باہر آئی اور کچھ میں سے نہیں آئی تو بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔(تاتارخانیہ، عالمگیری ص ۷۰ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر دوسرے شخص سے اپنے موزوں پر مسح کرا لیا تو جائز ہے۔

(محیط عالمگیری، ص ۷۰ ج ۸)

صرف ایک موزہ پر مسح کرنا؟

مسئلہ:۔یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں میں موزہ پہن کر مسح کرے اور دوسرے پاؤں کو دھوئے، بلکہ جب ایک کو دھوئے گا، دوسرے کو دھونا بھی واجب و لازم ہو گا بخلاف پٹی (پلاستر وغیرہ) کے اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے زخم پر پٹی باندھ کر مسح کیا ہے تو دوسرے صحیح سالم ہاتھ پاؤں کو دھونا جائز بلکہ فرض و ضروری ہے۔

مسئلہ:۔موزہ پہن کر باقاعدہ مسح کرنے والے کا وضواور پاکی ایسی ہی کامل اور صحیح ہے جیسے پاؤں دھونے والے کی۔

مسئلہ :۔اگر مسح کرنے والا امامت کرائے اور مقتدی پیر دھونے والے ہوتو کچھ حرج نہیں بلاشبہ درست ہے۔(طہورالمسلمین ص ۳۷)

موزہ کی پھٹن کی مقدار

مسئلہ:۔مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ موزہ زیادہ پھٹا ہوا نہ ہونا چاہئے۔زیادہ پھٹا ہوا ہونے کی مقدار پاؤں کی چھوٹی تین انگلیاں ہیں، یہی صحیح ہے۔(ہدایہ)

مسئلہ :۔یہ بھی ہے کہ پوری تین انگلیوں کی مقدار پھٹن ظاہر ہو، خواہ یہ پھٹن موزوں کے نیچے ہو یا اوپر ہو، یا ایڑی کی جانب ہو۔(محیط السرخسی)

مسئلہ:۔اگر موزہ میں ساق (پنڈلی) سے اوپر پھٹن ہے تو مسح کا مانع نہیں ہے۔(خلاصہ)

مسئلہ :۔چھوٹی انگلیوں کا وہاں اعتبار ہے کہ جہاں انگلیوں کے سوا کوئی اور جگہ کھل جائے۔ اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو تین انگلیاں ہونی چاہئیں خواہ کوئی سی ہوں، یہاں تک کہ اگر انگوٹھا اور اس کے برابر والی انگلی کھلی اور مقدار میں وہ تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں تو مسح جائز ہوگا۔

مسئلہ:۔اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دو انگلیاں کھل جائیں تو مسح جائز نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔اگر کسی شخص کی انگلیاں کٹ گئیں ہیں تو اس کے موزوں کے سوراخ کا اعتبار دوسرے شخص کی انگلیوں سے کیا جائے گا۔(جوہرہ نیرہ)

مسئلہ :۔ایک موزہ کے سوراخ جمع کیے جائیں، دونوں موزوں کے سوراخ جمع نہ کیے جائیں، یہاں تک کہ اگر ایک موزے میں ایک انگلی کی مقدار کے برابر سوراخ ہے اور دوسرے موزے میں دو انگلیوں کی مقدار کے برابر ہو راخ ہوں تو ان پر مسح جائز ہوگا۔

مسئلہ:۔اگر موزے میں سوراخ آگے کی جانب ایک انگلی کے برابر ہوں، اور ایڑی پر ایک انگلی کے برابر اور کسی اور جانب ایک انگلی کی مقدار ہو تو مسح جائز نہ ہوگا۔(محیط)

مسئلہ :۔جو سوراخ جمع کیے جاتے ہیں کم از کم اس قدر ہونے چاہیں کہ جن میں ایک بڑی

سوئی جا سکے اور اگر سوراخ اس سے بھی چھوٹا ہے تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور وہ سیون کے سوراخوں میں شامل کیا جائے گا۔

مسئلہ:۔ جس سوراخ کے ہوتے ہوئے مسح کرنا جائز نہیں ہے وہ چوڑا سوراخ ہے جس میں اندر کا حصہ نظر آتا ہو یا سوراخ ملا ہوا ہو لیکن چلتے ہوئے کھل جائے اور پاؤں ظاہر ہو جائیں، لیکن اندر کا حصہ نہیں کھلتا ہو اس پر مسح جائز ہے، اگر چہ کافی بڑا سوراخ ہو۔

مسئلہ:۔ اگر موزہ اُوپر سے کھل جائے اور اس کے اندر چمڑے کا استر ہے یا کپڑے کا استر موزے میں سلا ہوا ہے تو اس پر مسح جائز ہے۔ (تبیین)

مسئلہ:۔ موزہ (چمڑے کا)، جراب اور جاروق (یہ بھی موزہ کی قسم ہے) اگر پاؤں کے اوپر سے کھلے ہوئے ہیں لیکن ان میں سوراخ اور تسمے (زِپ، چین وغیرہ) ہیں جن کے لگانے سے موزہ پاؤں کو ڈھانپ لیتا ہے تو ان کا حکم بھی وہی ہے جو بند موزے کا ہے اور اگر پاؤں کا اکثر حصہ کھلا رہتا ہے تو، موزہ کے سوراخوں کے حکم میں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری، ص ۶۷ جلد اول بحوالہ زاہدی)

مسئلہ:۔ موزہ اگر پنڈلی کے اوپر سے جو کہ ٹخنوں سے اوپر کا حصہ ہے، پھٹا ہوا ہے تو اس سے مسح کے درست ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، (کتاب الفقہ، ص ۲۳۴ جلد اول)

(یعنی موزہ اگر پنڈلی سے بڑا ہے اور اوپر کا حصہ ہی پھٹا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن پنڈلی سے نیچے پھٹا ہوا نہ ہونا چاہئے۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ موزہ کی پھٹن کی مقدار پیر کی سب سے چھوٹی والی تین انگلیوں کے برابر ہے۔

(کتاب الفقہ، ص ۲۳۴ جلد اول)۔

مسئلہ:۔ موزوں پر مسح درست نہ ہوگا، اگر کہیں سے اتنا پھٹا ہوا ہے کہ مسح صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس کی مقدار پیر کی سب سے چھوٹی والی تین انگلیوں کے برابر ہے۔

واضح ہو کہ پھٹے ہوئے موزے پر مسح کی ممانعت اُس حالت میں ہے جب کہ موزہ پہننے والے جب چلے تو پھٹی ہوئی جگہ سے پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار جگہ کھل جائے۔ لیکن اگر شگاف لمبوترا ہو کہ چلتے وقت نہ کھلے اور اُتنی جگہ ظاہر نہ ہو تو (مسح میں) کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ:۔ موزہ کی دریدگی (پھٹن) باطنی خف یعنی موزہ کے اردگرد ہو، یا اس کے اگلے حصے

میں ہو، پیچھے کی جانب ہو، یا نیچے کی جانب ہو، (وہی معتبر ہے) البتہ اگر موزہ پنڈلی پر سے جو ٹخنوں سے اوپر کا حصہ ہے پھٹا ہو ہے تو اس سے مسح درست ہونے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ (کیونکہ ٹخنہ تک ہونا شرط ہے)۔

مسئلہ:۔ اگر دونوں موزوں میں سے کوئی ایک موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہوا اور پھٹے ہوئے حصوں کی مجموعی مقدار تین انگلیوں کے برابر ہو جائے تو اس پر مسح صحیح نہ ہوگا، بصورتِ دیگر صحیح ہوگا

مسئلہ:۔ اگر دونوں موزے کئی جگہ سے پھٹے ہوئے ہیں، بایں طور کہ ایک میں تو صرف ایک انگل پھٹن ہے اور دوسرے موزے میں دو انگل کے برابر ہے تو مسح میں کوئی مضائقہ نہیں۔

واضح ہو کہ (موزوں کے) پھٹے ہوئے حصوں کو مجموعی حیثیت سے دیکھنا جب ہی ممکن ہے کہ پھٹا ہوا حصہ نظر آتا ہو، اگر اس سے کم پھٹا ہوا ہے تو اس کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔

واضح ہو کہ اگر موزہ ایسا ہے کہ اس کے پھٹے ہوئے حصے معاف ہیں تو اس پر مسح درست ہے۔ لیکن مسح موزوں ہی پر ہونا چاہئے، اس جگہ پر نہیں جو موزوں کی دوز (سلائی) سے نظر آتی ہے، لہٰذا اگر موزہ مسح کرنے کے بعد تین انگلیوں کے برابر جس کی تفصیل اوپر آچکی ہے، پھٹ گیا ہو مسح باطل ہو جائے گا۔ (کتاب الفقہ ص ۲۳۴، ج ۱)۔

مسح کی چند اہم مسائل

مسئلہ:۔ موزہ اگر پاؤں کی تین انگلیوں کے بقدر پھٹ جائے تو اس پر مسح کرنا درست نہیں،

مسئلہ:۔ اگر موزہ تھوڑا تھوڑا کئی جگہ سے اس طرح پھٹ جائے کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو اس کی مقدار تین انگلیوں کے برابر ہو جائے تو اس پر مسح کرنا درست نہیں، ہاں اگر دونوں موزے تھوڑے تھوڑے اس طرح پھٹے ہوئے ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو اسکی مقدار تین انگلیوں کے برابر ہو جاتی ہے تو ان موزوں پر مسح کرنا درست ہوگا۔

مسئلہ:۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ موزے کا پیر سے یا پیر کے اکثر حصہ سے اتر جانا مسح کو توڑ دیتا ہے خواہ قصداً اتارے یا بغیر قصد کے اتر جائیں، اس صورت میں موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا ضروری ہوگا، اسی طرح حدث (ناپاکی) کے بعد موزے اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے، اس

صورت میں وضو کرتے وقت پیروں کا دھونا ضروری ہوگا۔

مسئلہ:۔ مسح کی مدت کا گزر جانا مسح کو توڑ دیتا ہے، الّا یہ کہ سردی کے زمانہ میں ٹھنڈے پانی سے دھونے کی صورت میں پاؤں کے تلف یا نقصان ہو جانے کا خوف ہو، اور گرم پانی کسی طرح دستیاب نہ ہو، اس صورت میں موزوں کا اتار کر پیروں کا دھونا معاف ہے بلکہ انہی موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے جب تک کہ خوف زائل نہ ہو جائے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے ایسی حالت میں موزہ اتار دیا، یا اس کے مسح کی مدت گزر گئی کہ اس کا وضوء باقی ہے (یعنی بے وضوء نہیں ہوا) تو وہ صرف پیروں کو دھولے پورا وضوء کرنا ضروری نہیں ہوگا۔ (مظاہر حق، ص ۲۶۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر موزہ (جس پر مسح جائز ہے) ڈھیلا ہے کہ قدم اٹھاتے ہوئے ایڑی نکل جاتی ہے اور قدم رکھتے ہوئے پھر اپنی جگہ پر آجاتی ہے تو اس پر مسح جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر وضوء کیا اور ہڈی ٹوٹنے کی جگہ پر (کھپچیں) باندھ کر (پلاسٹر وغیرہ) ان پر مسح کیا اور دونوں پاؤں دھو کر موزے پہن لیے، اسکے بعد حدث ہوا (وضوٹوٹا) تو وضوکرے اور کھپچیوں اور موزوں پر مسح کرے اور اگر اس طہارت کے ٹوٹنے سے پہلے زخم اچھا ہو جائے جس پر موزے پہنے تھے تو وہ زخم کی جگہ دھوئے اور موزوں پر مسح کرے اور اگر زخم طہارت اٹھل ہونے کے بعد اچھا ہوا تو موزوں کا نکال لینا چاہئے۔ (عالمگیری، ص ۶۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہے اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ (خزانۃ المفتین)

مسئلہ:۔ جس شخص کو موزے پہننے کے بعد یا موزے پہننے سے پہلے جنابت لاحق ہوگئی اس کے لیے موزوں پر مسح جائز نہیں ہے لیکن جب وہ جنابت کے لیے تیمم اور حدث کے لیے وضوء کرے اور دونوں پاؤں دھو کر موزے پہنے تو مدّتِ مسح تک جب وہ وضوء کرے تو اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ پھر اگر پانی ملنے سے اس کی جنابت لوٹ آئے تو اس کا حکم یہ ہوگا کہ گویا ابھی جنبی (ناپاک) ہوا ہے۔ (مضمرات)

مسئلہ:۔ جنبی نے غسل کیا اور اس کے جسم پر تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا، پھر اس نے موزے پہن لیے پھر اس حصہ کو دھویا، اس کے بعد حدث ہوا تو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

مسئلہ :۔ اور اگر اعضاء وضوء میں کوئی حصہ ایسا باقی رہ گیا تھا، جہاں پانی نہیں پہنچا، پھر اس کے دھونے سے پہلے وضوء ٹوٹ گیا تو ان پر مسح جائز نہیں ہے (فتاویٰ عالمگیری، ص ۲۶ جلد اول)

مسئلہ :۔ جو چیز وضو توڑ دیتی ہے اس سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے (جب وضوء کرے اس وقت مسح بھی موزوں پر کرے مگر مدت کے اندر اندر) اور موزوں کو اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے تو اگر کسی کا وضوء نہیں ٹوٹا لیکن اس نے موزے اتار ڈالے تو مسح جاتا رہا، اب دونوں پیر دھو لے پھر سے وضوء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (اگر وضو باقی تھا صرف پیر دھوئے)۔ (بہشتی زیور، ص ۴۳، ج ا بحوالہ ہدایہ ص ۰ ۷، ج ا)

مسئلہ :۔ اگر ایک موزہ اتار ڈالا (یا خود اُتر گیا) تو دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۴۳ جلد اول بحوالہ البدایہ، ص ۰ ۷ جلد ا)

مسئلہ :۔ اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی تو بھی مسح جاتا رہا، اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اُتار کر دونوں پاؤں دھو لے پورا وضوء ہرانا (کرنا) واجب نہیں اور اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو موزے اُتار کر پورا وضو کرے۔ (بہشتی زیور، ص ۴۳، ج ا بحوالہ البدایہ، ص ۰ ۷، ج ا)

مسئلہ :۔ موزہ پر مسح کرنے کے بعد کہیں پانی میں پیر پڑ گیا اور موزہ ڈھیلا تھا اس لیے موزے کے اندر پانی چلا گیا اور سارا پاؤں یا آدھے سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو مسح جاتا رہا دوسرا موزہ بھی اتار دے اور دونوں پیر اچھی طرح سے دھوئے (وضو کرنے کی ضرورت نہیں، اگر وضو نہ ٹوٹا ہو)۔ (بہشتی زیور، ص ۴۳، ج ا بحوالہ ردالمحتار، ص ۲۸۵، ج ا)

مسئلہ :۔ اگر کسی کو کوئی ایسی بات پیش آگئی جس سے نہانا یعنی غسل کرنا واجب ہو گیا تو موزہ اتار کر غسل کرے غسل کے ساتھ موزہ پر مسح کرنا درست نہیں۔

(بہشتی زیور، ص ۴۲ جلد ا بحوالہ البدایہ، ص ۵۹ جلد ا)

مسئلہ :۔ اگر بغیر وضو کیے موزہ پہن لیا تو اس پر مسح درست نہیں، اُتار کر پیر دھونا چاہئے۔ (بہشتی زیور، ص ۴۲) (یعنی کسی کا پہلے سے وضو نہ ہو اور وہ بالکل وضو نہ کرے اور موزہ پہن لے تو ان پر مسح جائز نہ ہو گا لیکن اگر پورا وضو کر کے (پیر بھی دھو کر) موزے پہنے ہیں تو ان پر مسح جائز ہے، اور اگر صرف پاؤں دھو کر موزے پہن لیے باقی وضو نہیں کیا تب بھی مسح جائز نہیں ہے اگر پاؤں دھو کر موزے پہنے ہیں اور اس کے بعد پورا وضو کر لیا، اس کے بعد وضو ٹوٹا

تو ان اب مسح جائز ہے اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اس کے بعد باقی وضو کرنا شروع کیا مگر وضو نہ کرنے پائے تھے کہ وضو ٹوٹ گیا، تو اب مسح جائز نہیں ہے۔ محمد رفعت)۔

موزوں پر مسح کرنا بھول جائے؟

مسئلہ:۔ ایک شخص موزوں پر مسح کرنا بھول گیا، پھر بارش ہوئی یا پانی بقدر تین انگشت کے موزوں کے اوپر پڑا یا ایسی گھانس پر چلا جو بارش کے پانی یا اوس (شبنم) سے تر تھی، تو اس شخص کا مسح ہو گیا۔ (رکن دین، ص ۴۵ بحوالہ عالمگیری)۔

جب کہ پانی یا اوس موزہ کے اوپر کی جانب لگے، اور اگر مسح کرنا ہی بھول جائے تو وضو نہ ہوگی اور جب وضو کامل نہ ہو تو نماز کہاں ہوگی، اسی طرح سے اگر بغیر شرائط والے موزوں پر مسح کرے گا تو مسح صحیح نہ ہوگا اور نہ نماز ہوگی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

موزوں کے مسح میں دھوکہ نہ کھائیں

مسئلہ:۔ پاؤں پر مسح کرنا ضروری ہے۔ اب کوئی ادنیٰ عقل کا آدمی بھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہاں خاص پاؤں پر مسح جائز ہے اور بلکہ ہر شخص یہی سمجھے گا کہ موزے پر مسح کرنے کا حکم ہے کیونکہ موزے کے مسح کا ذکر ہو رہا ہے اور جب پاؤں میں موزہ پہن کر اس پر مسح کریں تو عرفِ عام میں پاؤں پر مسح کرنا بولتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مواقع میں بولتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ سر پر ایسی تلوار ماری کہ خود کٹ گیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ برہنہ سر پر تلوار ماری، بس اسی محاورے کے موافق بہت سی احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پاؤں پر مسح کیا، یا حضرت علیؓ نے پاؤں پر مسح کیا۔

ایک شیعہ نے کیا چالا کی کی کہ ایک رسالہ لکھا اور کہا کہ ہم اہلِ سنت والجماعت کی معتبر کتابوں سے وضو میں پاؤں کا مسح ثابت کرتے ہیں اور پھر مسند امام احمدؒ و بخاری اور مسلم وغیرہ سے چھانٹ چھانٹ کر وہ روایات لکھ دیں جن میں جناب رسول ﷺ اور حضرت علیؓ اور دیگر حضرات صحابہؓ وغیرہ کی وضو کی کیفیت کو ذکر کرتے ہوئے اس طرح بیان کیا تھا کہ پھر آپؐ نے پاؤں پر مسح کیا۔

اب ناواقف سنی حضرات حیران ہوتے ہیں، اپنے مذہب کی معتبر و مستند کتب کا نام دیکھتے ہیں کہ مسح کرنے والے جناب رسول ﷺ اور حضرت علیؓ وغیرہ کو سنتے و دیکھتے ہیں۔ ان کو کیا خبر ہے کہ یہاں موزے پہننے کی حالت میں پاؤں پر مسح کرنے کا ذکر ہے۔

(طہور المسلمین، ص ۳۸)

(ان عقل مندوں کو چاہئے کہ خالی موزہ جو پاؤں سے الگ صندوق، بکس صیف وغیرہ میں رکھا ہو وضو کے وقت اس پر مسح کرنے کو کافی سمجھے، کیونکہ ان روایات میں پاؤں کا ذکر نہیں ہے صرف موزے پر مسح کرنے کا ذکر ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)۔

مسئلہ:۔ مسح علی الخفین بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے، لیکن ان سب روایات کے مقابلہ میں اہلِ علم حضرات نے حضرت جریرؓ کی روایت کو اہمیت دی ہے کہ حضرت جریرؓ سورۃ مائدہ پارہ نمبر ۶ کی آیت وضو نازل ہونے کے بعد اسلام لائے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ وسلم کو آیت وضو کے نزول کے بعد موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تھا، لہٰذا اس سے ان اہلِ باطل یعنی روافض وغیرہ کی تردید ہو جاتی ہے جو مسح علی الخفین کی احادیث کو آیت وضو سے منسوخ قرار دیتے ہیں، بہر حال مسح علی الخفین کے جواز پر اجماع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسح علی الخفین کا قائل ہونا اہلِ سنت والجماعت کے علامات میں سے ہے، بلکہ ایک زمانہ میں تو یہ اہلِ سنت کا شعار بن گیا تھا۔

(درسِ ترمذی، ص ۳۲۹ جلد اول بحوالہ بحر، ص ۱۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ فالج زدہ معذور کو اگر موزہ پہنے ہوئے تیمم کی ضرورت ہوئی، مثلاً وضو کرانے والا موجود نہیں، یا گرم پانی موجود نہیں جس کی وجہ سے تیمم درست ہے تو موزہ پہنے ہوئے تیمم کر سکتا ہے۔ تیمم کے لیے موزہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ درمختار میں ان اعذار میں جن میں تیمم جائز ہے یہ بھی لکھا ہے:۔ **اولم يجد من يوضيه فان وجد و لو باجر مثل وله ذلك لا يتيمم** الخ (فتاویٰ دارالعلوم بحوالہ الدرالمختار، ص ۲۱۵ جلد اول باب التیمم)

پلاستر وغیرہ پر مسح کی دلیل

مسئلہ:۔ جبیرہ (پلاستر وغیرہ) پر مسح کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی

ہڈی غزوۂ اُحد یا غزوۂ خیبر میں جب ٹوٹ گئی تھی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان
چھیریوں (اس زمانے کے پلاستر وغیرہ) پر مسح کرنے کا حکم دیا، جن کو اس ٹوٹی ہوئی ہڈی پر
باندھ رکھا تھا۔

مسئلہ:۔ امام اعظمؒ پہلے جبیرہ پر مسح کو واجب فرماتے تھے، پھر صاحبینؒ کی طرح اس کے
فرض ہونے کے قائل ہو گئے تھے۔ (درمختار، ص ۴۸، جلد ۳)

جبیرہ کی تعریف

فقہاء کی اصطلاح میں جبیرہ اُس دھجی کو کہتے ہیں جو مریض عضو پر باندھی جائے، یا
وہ دوا جو اُس عضو پر لگائی جائے۔ اس کی بندش کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ لکڑی کی کھچیوں یا
کھجور کی چھال وغیرہ کے ساتھ باندھی جائے (اس میں پلاستر، بینڈج وغیرہ سب شامل ہیں)
اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جس عضو پر پٹی (پلاستر وغیرہ) باندھی گئی ہے، وہ شکستہ
(ٹوٹی ہوئی یا زخمی ہو) بلکہ پٹی کا حکم اُس صورت میں عائد ہوتا ہے کہ جب پٹی بندھے ہوئے
عضو کو کوئی مرض لاحق ہو، خواہ زخم ہو یا شکستگی یا جوڑوں کے درد کی قسم کا کوئی مرض وغیرہ ہو۔

عرض جبیرہ فقہاء کی اصطلاح میں اس بندش کو کہتے ہیں جو مریض (چوٹ یا زخم
وغیرہ سے متاثر) عضو پر باندھی جائے یا دوا عضو کے اوپر لگی ہوئی ہو، تو اگر اس پٹی پر پانی
استعمال نہ کیا جا سکے تو کیا اس پر مسح کرنا فرض ہے؟

اگر کسی مکلّف انسان کے ایسے عضو پر جس کا دھونا وضو یا غسل میں ضروری ہے، کوئی
دھجی (پلاستر وغیرہ) بندھی ہوئی ہو، یا دوا لگی ہوئی ہو، اور اس کا دھونا نقصان دِہ یا موجب
اذیت ہو تو اس پر مسح کر لینا فرض ہے۔ اُس جگہ پر پٹی بندھی ہوئی ہو یا پٹی نہ، بلکہ دوا لگی ہوئی
ہو، (کیونکہ یہ بھی پٹی ہی کے حکم میں ہے)

اگر دوا پر مسح کرنا نقصان دِہ ہو تو اُس پر کوئی دھجی لپیٹ کر اُس کے اوپر مسح کر لیا
جائے۔ مریض عضو (مرض والے عضو) پر بندھی ہوئی بندش کو ہٹانا نہیں چاہئے، یہ حکم اس
لیے ہے جس کے اعضائے وضوء غسل میں کسی پر مرض کی وجہ سے پٹی (پلاستر وغیرہ) بندھی
ہوئی ہو، غرض جہاں پانی لگنا نقصان دِہ ہے اس مریض عضو یعنی حصہ پر مسح کر لینا فرض ہے۔

اگر مسح (پانی سے تر کیا ہوا ہاتھ بھی نقصان دہ ہو تو اس پر پٹی لپیٹ کر پٹی کے اوپر مسح کر لیا جائے۔ (کتاب الفقہ، ص ۲۶۷ جلد اول)

پٹی و پلاستر پر مسح کا مطلب

مسئلہ:۔ جو جگہ ٹوٹی ہوئی ہے یا زخمی ہے دراصل اسی کا دھونا لازم ہے، خواہ گرم پانی سے دھونا پڑے، لیکن اگر اس ٹوٹی ہوئی جگہ کا مسح گرم پانی یا ٹھنڈے پانی سے بھی مضر ہو تو پھر اس پر جو پٹی (پلاستر وغیرہ) بندھی ہوئی ہے اس پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی نقصان کرتا ہو تو وہ ساقط ہو جائے گا، یعنی اس وقت نہ اس جگہ کا دھونا لازم ہوگا اور نہ پٹی پر مسح کرنا۔

(در مختار، ص ۵۰ جلد ۳)

مسئلہ:۔ پٹی کے بڑے حصہ پر مسح کر لینا کافی ہے، یعنی پٹی (پلاستر وغیرہ) کے اکثر حصہ پر ایک مرتبہ مسح کر لینا کافی ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ پٹی پر مسح کرنے میں پوری پٹی پر مسح کرنا اور مکرر کرنا صحیح تر قول میں شرط نہیں۔

(در مختار، ص ۵۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی پر لکڑی (پلاستر وغیرہ) رکھ کر جو پٹی باندھی جاتی ہے وہ پٹی زخم کا پھایہ (پلاستر، بنڈج وغیرہ) فصد اور داغ (پچھنے لگوانے یا رگوں سے خون نکلوانے) لگنے کی جگہ اور اس کے علاوہ زخم کی طرح کی دوسری جگہ ان تمام پر مسح کرنے کا حکم ایسا ہے جیسے ان کے نیچے والے حصوں کو دھونے کا، (در مختار، ص ۳۸، جلد ۳ باب مسح علی الخفین)

پلاستر پر مسح صورتاً ہے

ایک مسح موزوں کا ہوتا ہے، یہ در حقیقت مسح ہے، دوسرا مسح پٹی پر ہوتا ہے، یہ صورتاً تو بے شک مسح ہے حقیقتاً مسح نہیں ہے، بلکہ یہ اصل میں دھونے کے حکم میں ہے گو ان دونوں مسحوں میں فرق ہے، چونکہ جبیرہ کا مسح حکماً مسح نہیں ہے، اس مسح کا اجتماع دھونے کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کوئی ایک پیر جو اچھا ہے اس کو وضو میں دھوئے اور دوسرا پیر جو زخمی ہے اس کی پٹی پر بھیگے ہوئے ہاتھ سے مسح کرے، یہ صورت جائز ہے لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دونوں پیروں میں سے ایک کے موزے پر مسح کرے اور دوسرے پیر کا موزہ نکال کر دھوئے، یا

دونوں پیروں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اس پر مسح کیا، اس کے بعد دونوں پاؤں پر موزے چڑھا لیے، اب اس کا وضوٹوٹا تو اس نے اس طرح وضو کیا کہ ایک پیر کے جبیرہ (پٹی پلاستر وغیرہ) پر مسح کیا، اور دوسرے پاؤں کا مسح موزہ پر، تو یہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر ان دونوں پٹی والے پیروں کے موزوں پر مسح کرے گا تو یہ جائز ہوگا، چنانچہ اگر یہ صورت ہو کہ ایک پیر پر پٹی تھی، اس پر مسح کیا، دوسرے پیر پر پٹی نہ تھی، اس کو دھویا پھر دونوں پیروں پر موزے پہن لیے، اب وضوٹوٹا تو اس کی وجہ سے اس نے وضو کیا اور اس وضو میں دونوں موزوں پر مسح کیا تو یہ جائز ہے، اس لیے کہ یہاں پر اصل اور بدل کا اجتماع نہیں ہے۔ (درمختار، ص۴۹ جلد۳)

زخم پر مسح صحیح ہونے کی شرطیں

مسئلہ:۔ پوری پٹی (پلاستر وغیرہ) پر مسح کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اکثر حصہ پر مسح کر لینا کافی ہے۔ پس اگر مثلاً زخم پورے ہاتھ پر ہو اور اس پر پٹی رکھی (بندھی) ہو تو جس حصے پر پٹی ہے اسکے نصف سے زائد حصے پر مسح کرنا کافی ہے۔

اگر پٹی مرض سے متاثرہ حصے سے زیادہ حصے پر بندھی ہے تو نہ دو صورتیں ہوں گی، یا تو اس پٹی کا کھولنا نقصان دہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر نقصان دہ نہ ہو تو کھولنا واجب ہے اور اس کے نیچے کے حصہ عضو کو دھونے میں مضرت کا اندیشہ ہو تو اُسے دھولیا جائے۔ اگر دھونا مرض کے لیے نقصان دہ ہے تو صرف مرض کی جگہ پر مسح کرنا اور اس کے اردگرد صحت مند حصے کو دھونا واجب ہے اور اگر پھائے کی جگہ کا مسح کرنا بھی مضر ہو تو اردگرد کی جگہ کو دھولیا جائے۔

اگر پٹی کا کھولنا نقصان دہ ہو تو پٹی کے اوپر ہی مسح کرنا واجب ہے۔ پٹی کو کھولنے کی زحمت نہ دی جائے گی اگر چہ اس کے نیچے کے حصہ کا دھونا یا مسح کرنا ممکن ہو کیونکہ اس حالت میں پٹی ہی پر مسح کرنا واجب ہے جو مرض سے متاثر اور غیر متاثر حصے کو ڈھکے ہوئے ہے۔ اور مسح پٹی (پلاستر وغیرہ) کے بیشتر حصہ پر کیا جائے۔ (کتاب الفقہ، ص۲۷۰، ج۱)

صرف زخم کی جگہ پر مسح کرنا چاہیے یا پورے عضو پر؟

سوال:۔ اگر کسی عضو کے پورے حصہ پر یا اس سے کم و بیش پر مثلاً پیر پر کوئی زخم ہو تو مسح کل پیر پر کرنا چاہیے یا محض اتنی ہی جگہ پر جہاں زخم ہے۔ اگر کل پیر پر مسح کیا تو نماز درست ہوگی یا

نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ جتنی جگہ میں زخم ہے اسی پر مسح کیا جائے باقی عضو کو دھونا چاہئے اور مسح العصابہ (پٹی پر مسح) میں محض پٹی پر مسح کیا جائے باقی کو دھونا چاہئے؟

جواب:۔ ان سب صورتوں میں مسح صرف اسی مقدار پر کرنا چاہئے، جس جگہ زخم ہے اور اچھی جگہ کو دھونا چاہئے لیکن اگر صحیح حصہ کے دھونے سے زخم پر پانی پہنچے اور اس کو مضر ہو تو کل حصہ پر مسح کرنا درست ہے۔ پس قول اس شخص کا درست ہے جو کہتا ہے کہ صرف اسی موقع پر مسح کرنا چاہئے جس جگہ پھنسی یا زخم ہے، اور باقی حصہ کو دھونا چاہئے۔ پس اگر کل پر مسح کرلیا بدون اس خوف کے جو اوپر لکھا گیا تو نماز نہ ہوگی اور مسح علی العصابہ (پٹی کے مسح) میں بے شک صرف پٹی پر ہی مسح کرنا چاہئے باقی عضو کو دھونا چاہئے لیکن اس قدر تخفیف (رعایت) اس میں کی گئی ہے کہ پٹی کے درمیان میں اگر کچھ جگہ کھلی ہوئی ہو تو اس پر مسح درست ہے اور پٹی کے نیچے جو صحیح وسالم حصہ عضو کا آیا ہے اس پر بھی مسح درست ہے، باقی عضو کو دھونا چاہئے۔ (فتاوی دار العلوم ص جلد اول بحوالہ در مختار ص ۲۵۸ جلد باب المسح علی الخفین)

ہاتھ پیر پر زخم ہو تو مسح کس طرح کرے؟

سوال:۔ ہاتھ پیر میں زخم ہو اور پانی لگانے سے اندیشہ بڑھنے کا ہو تو کس طریقے سے مسح کرے؟ اور اگر اس سے پانی اندر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا آس پاس مسح کرلے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ اور اگر پٹی زخم سے زیادہ جگہ پر ہو تو کس طرح مسح کرے؟ اور حاجت غسل میں کیا کرے؟

جواب:۔ جب کہ دھونے سے اندیشہ ہو زخم کے بڑھنے کا تو اس پر مسح درست ہے، مسح کرنے میں تر ہاتھ پھیرنا ہوتا ہے، اس جگہ پر۔ اول تو یہ حکم ہے کہ اگر بلا پٹی پھایہ کے ہاتھ پھیرنے میں کچھ اندیشہ نہ ہو تو بلا پٹی پھایہ کے اس جگہ پر تر ہاتھ پھیرے، اگر چہ بعض بعض جگہ اس میں خشک رہ جائے اور بلا پٹی وغیرہ مسح کرنے میں زخم کا خوف ہے تو پٹی یا پھایہ پر تر ہاتھ پھیرے۔ آس پاس کی جگہ رہ جانے سے کچھ حرج نہیں، ہاتھ سب جگہ پھیرے اگر چہ پانی کہیں لگے اور کہیں نہ لگے جیسا کہ مسح میں ہوتا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے، اور پٹی اگر چہ موضع زخم سے زیادہ ہو تمام پٹی پر مسح کرے کچھ حرج نہیں ہے اور غسل

کی ضرورت ہو تو تب بھی یہی حکم ہے کہ زخم کی جگہ مسح کرے، جیسے اوپر مذکور ہوا، اور باقی بدن کو دھوئے اور پانی بہائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۹۷ جلد اول بحوالہ الدر مختار مجتبائی ص ۵۰ جلد ۱)

مسئلہ:۔ اگر زخم یا پٹی (پلاستر وغیرہ) پر بھی مسح نہیں ہو سکتا تو پھر تیمم درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ص ۲۴۶ جلد اول بحوالہ رد المختار، ص ۲۵۸ جلد اول باب المسح علی الخفین)

کیا پٹی کے مسح میں مرد و عورت برابر ہیں؟

مسئلہ:۔ پٹی (پلاستر وغیرہ) کے اوپر مسح کرنے میں اور اس کے دوسرے مسائل و توابع میں مرد و عورت اور جس کا وضو نہ ہو وہ اور جس پر غسل فرض ہو وہ بالاتفاق سب برابر ہیں۔ (توابع پٹی میں زخم کا پھایہ فصد کی پٹی جو جگہ داغی گئی ہے وہ اور زخم کے اردگرد کی جگہ جو پٹی کے نیچے آ گئی ہے سب داخل ہیں، ان سب کا وہی حکم ہے اور ان کے لیے وہی مسائل ہیں جو جبیرہ کی پٹی کے ضمن میں آئی ہیں)۔ (در مختار، ص ۵۱ جلد ۳) (یعنی مرد و عورت سب معذوروں کے لیے یہ مسائل ہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)۔

پلاستر وغیرہ پر مسح کرنے والے کی اِمامت؟

مسئلہ:۔ جبیرہ (پلاستر، پٹی، زخم پر پھایہ وغیرہ) پر مسح کا وقت اور اس کی مدت مقرر نہیں ہے، اس وجہ سے کہ یہ مسح دھونے کے درجہ میں ہے، یہاں تک کہ جبیرہ وغیرہ پر مسح کرنے والا تندرستوں کی امامت کر سکتا ہے اور یہ اس لیے کہ وہ صاحب عذر نہیں ہے (در مختار، ص ۵۰ جلد ۳)

مسئلہ:۔ جس شخص نے زخم پر یا پٹی پر مسح کیا ہو یا بحالتِ مجبوری پٹی پر مسح نہ کر سکا ہو وہ اگر تندرست لوگوں کا امام بن جائے کہ جنہوں نے پورے اعضاء کو دھویا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے، بلا شبہ سب کی نماز ادا ہو جائے گی۔

(طہور المسلمین، ص ۳۹ کتاب الفقہ، ص ۲۶۸ جلد اول و فتاویٰ دارالعلوم، ص ۲۷۷ جلد اول)

زخم صحیح ہونے پر مسح کا حکم

مسئلہ:۔ پٹی والے مسح کو صحت کی وجہ سے پٹی کا خود بخود گر جانا باطل کر دیتا ہے، اور اگر صحت کے بغیر پٹی گری ہے تو مسح باطل نہیں ہوتا بخلاف موزہ کے مسح کے کہ وہ موزہ کے اُتر جانے

سے ہر حال میں مسح باطل ہو جاتا ہے، زخم والی پٹی اگر صحت کے بعد نماز میں گری ہے تو وہ نماز پھر از سرِ نو پڑھے گا اور اسی طرح کا تفصیلی حکم اس صورت میں ہے جب دوا گر گئی یا پٹی والی جگہ صحت یاب ہو گئی مگر پٹی نہ گری (یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز کے اندر گری ہے یا پٹی والی جگہ اچھی ہو گئی تو ان دونوں صورتوں میں نماز دوبارہ از سرِ نو پڑھے) اور اس حکم کو اس صورت کے ساتھ مقید کرنا چاہئے جبکہ پٹی کا اتارنا نقصان دہ نہ ہو، اور اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ پٹی کا اتارنا مضر ہے تو مسح باطل نہ ہوگا، یعنی صحت کے بعد پٹی کے اس وقت گرنے سے مسح باطل ہوتا ہے جب پٹی کا کھولنا نقصان نہ کرتا ہو، اور اگر نقصان کرتا ہو اس طرح کہ پٹی (زخم وغیرہ پر) چپکی ہوئی ہو، اور اس کے اکھیڑنے (اتارنے) میں زخم کے تازہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں مسح باطل نہ ہوگا۔ (درمختار، ص ۵۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔ اگر مریض نے ایک جبیرہ (یعنی ٹوٹی ہوئی ہڈی کی پٹی بدل کر دوسرا جبیرہ (پلاستر، پٹی وغیرہ) باندھا یا اوپر کی پٹی گر گئی تو اس دوسری پٹی پر مسح کا دوبارہ کرنا واجب نہیں ہے، البتہ مستحب ہے۔ (درمختار، ص ۴۹، جلد ۳)

مسئلہ:۔ اگر پٹی زخم اچھا ہوئے بغیر ہی اتر گئی تو مسح باطل نہ ہوگا، خواہ نماز کے اندر اترے یا باہر۔

مسئلہ:۔ اگر نماز پڑھنے میں زخم بھر جانے کی وجہ سے پٹی اُتر جائے اور قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد سے پہلے اتری تو نماز جاتی رہے گی اور اس صورت میں صرف اس جگہ کو جہاں پٹی بندھی تھی پاک کر لینا چاہئے اور نماز کو دوبارہ پڑھ لیا جائے۔ لیکن اگر وہ پٹی قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد اتر گئی ہے تو اس کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہؒ کا کہنا یہ ہے کہ نماز جاتی رہی، لیکن صاحبینؒ کہتے ہیں کہ نماز ہو گئی، کیونکہ نماز اس وقت پوری ہو چکی تھی اور پٹی کا گرنا نماز ختم کرنے کے بعد بول پڑنے (بات چیت کرنے) یا حدث لاحق ہو جانے کے برابر ہے۔

(کتاب الفقہ، ص ۲۷۲، جلد اول و عالمگیری، ص ۲۹ جلد اول)۔

فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ (عالمگیری، ص ۷۱، ج ۱)

پلاستر پر مسح کے لیے وضو ضروری نہیں ہے

مسئلہ:۔ پٹی (پلاستر وغیرہ) پر یا زخم کے پھائے پر مسح کرنا ان کے نیچے کے حصہ کے دھونے کے برابر ہے اس کا بدل نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر پٹی (پلاستر) ایک پیر پر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا اور دوسرے کو دھویا جائے گا اور اس مسح کی (پلاستر وغیرہ کی) کوئی مدت مقرر نہیں ہے اور اسمیں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کو باوضو باندھے یا بے وضو۔

مسئلہ:۔ چھوٹا بڑا احدث اس (پلاستر کے مسح) میں برابر ہے۔ (چھوٹے سے مراد بے وضو ہونا اور بڑے سے مراد بے غسل ہونا) اور اس کے مسح میں باتفاق روایات نیت کی بھی شرط نہیں ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ:۔ ایک بار مسح کافی ہے، یہی صحیح ہے۔ (محیط)

مسئلہ:۔ پاؤں کو دھونے اور موزوں پر مسح کرنے کو جمع نہ کرے۔

(کافی، فتاویٰ عالمگیری، ص۶۹، جلد اول)

ناخن پھٹنے پر مسح کرنا؟

مسئلہ:۔ اگر ناخن ٹوٹ (یا پھٹ) گیا اور اس پر دوا لگائی اگر اس کے چھڑانے (الگ کرنے) سے نقصان ہوتا ہے تو اس کے اوپر مسح کرے اور اگر مسح سے بھی نقصان ہوتا ہے تو اس کو چھوڑ دے۔ پھٹے ہوئے اعضاء کے شگافوں میں اگر ممکن ہو تو پانی (وضو و غسل میں) بہائے اور اگر ممکن نہ ہو تو مسح کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے تو ان کو چھوڑ دے اور اس کے پاس کے حصہ کو دھو لے۔

مسئلہ:۔ ایک شخص کی انگلی میں زخم ہے، اس نے مرہم (دوا) لگایا اور وہ مرہم زیادہ جگہ میں لگ گیا، پھر وضو کرنے میں اگر پوری پٹی پر مسح کیا تو جائز ہے۔ (عالمگیری، ص۶۹، ج۱)

پلاستر پر مسح کرنا؟

سوال:۔ کسی کے پھنسی یا زخم پر پلاستر لگا ہوا ہو، اگر غسل یا وضو کے وقت اس کو کھول کر دھوئے تو کچھ نقصان نہیں، البتہ جو دوا لگائی تھی، پلاستر کو ہٹانے کی وجہ سے وہ باقی نہیں رہے گی، اس

لیے وہ دوا مرض کے لیے مفید ثابت نہ ہوگی یا یہ کہ پلاسٹر نہیں ملے گا، یا زیادہ گراں ملے گا تو پلاسٹر کو ہٹا کر اس عضو کو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز دوا کی گرانی کی کیا تحدید ہے؟

جواب:۔ درمختار، ص ۲۶۰ جلد اول کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر پلاسٹر کھولنا زخم کے لیے مضر ہو تو پلاسٹر کھول کر اس عضو کو دھونا ضروری نہیں، بلکہ پلاسٹر پر مسح کافی ہے اور وہ پلاسٹر جبیرہ کے حکم میں ہے اور اگر کھولنا مضر نہیں مگر پلاسٹر عام مروج قیمت سے زیادہ گراں ملے گا یا قیمت تو زیادہ نہیں مگر تنگ دستی کہ وجہ سے خریدنے پر قدرت نہیں تو بھی مسح جائز ہے۔(احسن الفتاویٰ، ص ۶۳، جلد ۲ و عالمگیری، ص ۶۹ ج ا باب الطہارت)

پٹی پر مسح کرنے کے بعد پٹی گر گئی؟

سوال:۔ زخم کی پٹی پر مسح کیا اور وہ گر گئی اور دوسری پٹی بدلی تو دوبارہ مسح کرے گا یا نہیں؟

جواب:۔ پٹی کے گرنے سے سابق مسح نہیں ٹوٹتا، البتہ زخم اچھا ہونے کے بعد پٹی گرے تو سابق (پہلا) مسح ٹوٹ جائے گا اور اس جگہ کا دھونا ضروری ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ، ص ۶۳، جلد ۲ بحوالہ ردالمختار، ص ۲۵۹، جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر اوپر کی پٹی گر جائے تو نچلی پٹی پر مسح کرنا ضروری نہیں، مندوب ہے۔

(احسن الفتاویٰ، ص ۶۳، جلد دوم بحوالہ ردالمختار، ص ۲۵۸ جلد اول)

پھایہ پر مسح کا حکم

سوال:۔ زید کے منہ پر پھنسی یعنی زخم ہے اس پر مرہم کا پھایہ لگا ہوا ہے کیا اس کو ہٹا کر وضو کرے یا پھایہ کے اوپر سے پانی بہائے؟

جواب:۔ اگر زخم کو پانی نقصان کرتا ہو یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو تو پھایہ ہٹائے بغیر اس پر مسح کرلے۔(احسن الفتاویٰ، ص ۶۴ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار، ص ۲۵۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ زخم کے مقام پر مسح کرلے، اگر مسح بھی نقصان دیتا ہے تو معاف ہے مسح بھی نہ کرے۔(احسن الفتاویٰ، ص ۶۴ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار باب التیمم، ص ۹۵ ج ۱)

پاؤں پھٹنے پر مسح کرنا؟

مسئلہ:۔ایک شخص کا ناخن ٹوٹ گیا، اس نے اس ٹوٹے ہوئے حصہ پر دوا لگائی۔ یا پاؤں میں پھٹن تھی اور اس پر دوا لگائی تو اس کیلئے حکم یہ ہے کہ اگر وہ قادر ہو تو وضو میں اس حصہ پر پانی بہادے، اور اگر پانی نہ بہا سکتا ہو (زخم پر نقصان کی وجہ سے) تو اس حصہ کا مسح کرے یعنی بھیگا ہوا ہاتھ اس زخم کی دوا پر پھیرے۔ (اگر پٹی وغیرہ نہ ہو تو) اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو چھوڑ دے یعنی نہ دھوئے اور نہ مسح کرے، دونوں عذر شرعی ہونے کیوجہ سے ساقط قرار پائیں گے۔ (درمختار، ص ۵۱، جلد ۳)

(یعنی اگر زخمی حصہ پر جہاں مسح کرنے کو بتایا گیا ہے، اگر کھلے ہوئے زخم پر بھیگا ہوا ہاتھ پھیر کر بھی مسح نہیں کرسکتا کہ اسکی برداشت نہیں ہے تو جو پٹی اس زخم پر بندھی ہوئی ہے اسی پر مسح کرے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

سر کے درد میں مسح کرنا؟

مسئلہ:۔جس کے سر میں اس طرح درد ہو رہا ہے کہ وہ وضو کرنے کی حالت میں مسح کرنے پر قادر نہیں ہے اور نہ نہانے کی صورت میں اسے دھوسکتا ہے تو وہ وضو اور غسل کے بدلہ میں تیمم کرے گا، کہ سر کے مسح کی فرضیت اس سے ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے تو سر کا مسح کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:۔اسی طرح غسل میں جب سر کا دھونا ساقط ہو جائے تو اسی وقت اس کا مسح کرنا چاہئے، اگرچہ پٹی پر مسح کرنا پڑے، مگر یہ بھی اس وقت ہے جب کہ مسح کرنا اس کیلئے نقصان دہ نہ ہو، اور اگر نقصان پہنچتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونوں ساقط ہو جائیں گے، اور حکم میں یہ اس شخص کے ہو جائے گا جس کا سر ہے ہی نہیں، جس طرح اس شخص سے مسح ساقط ہو جاتا ہے، جس کے حقیقت میں عضو نہ ہو۔ (درمختار، ص ۳۲، جلد ۳)

مہاسوں سے خون نکلنے پر مسح کرنا؟

سوال:۔میرے تمام چہرے پر مہاسے ہیں جن میں خون اور پیپ ہے، جب وضو کرتا ہوں

تو چہرے پر پانی لگنے سے مہاسوں سے خون نکلنے لگتا ہے، تو کیا ایسی حالت میں تمام اوقات میں تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہوں؟

جواب:۔ اگر تکلیف واقعی اتنی سخت ہے، جتنی آپ نے لکھی ہے، اور مسح بھی نہیں کر سکتے تو تیمم جائز ہے۔ (آپ کے مسائل، ص ۶۵، جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر دونوں ہاتھوں میں پھنسیاں ہیں اور ان کو پانی نقصان کرتا ہے تو تیمم درست ہے، البتہ اگر کوئی دوسرا شخص وضو کرانے والا ہو تو جوازِ تیمم میں اختلاف ہے، ارجح واحوط عدم جواز ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ص ۵۹، جلد ۲)

زخم پر پٹی باندھ دی مگر اندر خون نکلتا رہا؟

سوال:۔ ایک پھوڑا نکل آیا اور اس سے خون و پیپ نکلتا ہے، اس وجہ سے اس پر روئی رکھ کر پٹی باندھ دی ہے۔ اندر اندر خون نکلتا رہتا ہے۔ پٹی کی وجہ سے باہر نہیں نکلتا، تو اس وضو سے ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ اگر اتنا خون نکلے کہ اسے روکا نہ جاتا تو زخم کے مقام سے آگے بڑھ جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص ۲۶۹، جلد ۴ بحوالہ کبیری، ص ۱۳۰ و شامی، ص ۱۲۹، ج ۱)

پلاستر پر مسح کے مسائل

(۱) کسی مرض کی وجہ سے اگر کوئی حاذق ڈاکٹر کسی عضو (بدن کے حصہ) کے دھونے کو منع کرے تو اس کا دھونا فرض نہیں، بلکہ مسح کرے اگر مضر نہ ہو، ورنہ مسح بھی معاف ہے۔

(۲) وضوء میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے، اگر ان میں زخم ہو یا پھٹ گئے ہوں یا درد وغیرہ ہو تو اگر ایسی حالت میں ان پر پانی کا پہنچانا تکلیف نہ دیتا ہو، اور نقصان نہ کرتا ہو دھونا فرض ہے ورنہ مسح کرے اگر مسح بھی نہ کر سکے تو ایسے ہی چھوڑ دے۔ (درمختار)

(۳) ہاتھ میں زخم ہو یا پھٹ گئے ہوں جس کی وجہ سے وہ ہاتھوں کو اور ہاتھوں کے ذریعہ سے دوسرے اعضاء کو دھو نہ سکتا ہو اور نہ کسی دوسری تدبیر سے بقیہ اعضاء کو دھو، یا

ڈھلوا سکتا ہو تو ایسی صورت میں وضو فرض نہیں بلکہ تیمم کرے، اگر کر سکے۔

(۴) ہاتھ، پیر، منہ پر اگر کسی وجہ سے دوا لگائی گئی ہو تو اسی دوا پر پانی بہانا فرض ہے بشرطیکہ مضر نہ ہو اور پانی بہا چکنے کے بعد اگر وہ دوا خود بخود چھوٹ جائے یا چھڑا دی جائے تو اگر اچھے ہونے کی وجہ سے چھوٹی یا چھڑائی گئی ہے تو مسح باطل ہو جائے گا یعنی ان اعضاء کو دھونا پڑے گا۔

(۵) کسی کے ہاتھ مع کہنیوں کے یا پیر مع ٹخنوں کے کٹ گئے ہوں تو ایسی حالت میں ہاتھ پیر کا دھونا فرض نہیں، اور منہ اگر کسی طریقے سے دھو سکتا ہو اور سر کا مسح کر سکتا ہو تو کرے ورنہ وہ بھی فرض نہیں بلکہ منہ کو بہ ارادہ تیمم دیوار وغیرہ پر ملے۔

(۶) کسی شخص کے پیر یا ہاتھ کٹ گئے ہوں لیکن کہنی یا اس سے زیادہ ٹخنے یا اس سے زیادہ موجود ہوں تو ایسی حالت میں کہنی اور ٹخنے کا دھونا واجب ہے اور اس کے نیچے کے حصہ کے دھونا فرض ہے۔

(۷) ہاتھ مع کہنیوں کے یا پیر مع ٹخنوں کے کٹ گئے ہوں اور منہ زخمی ہو اور منہ کا دھونا یا مسح کرنا ممکن نہ ہو تو اس حالت میں وضو فرض نہیں رہتا۔

(۸) جو شخص کسی وجہ سے دونوں کانوں کا مسح ایک دفعہ ساتھ ہی نہ کر سکے مثلاً اس کا یک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ بے کار ہو تو اس کو چاہئے کہ پہلے داہنے کان کا مسح کرے پھر بائیں کان کا۔

(۹) وضو کے اعضاء میں کوئی عضو ٹوٹ جائے یا زخمی ہو جائے یا اور کسی وجہ سے اس پر پٹی باندھی جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:۔ پٹی کا کھولنا مضر ہو، خواہ جسم کا دھونا مضر ہو یا نہ ہو جیسے ٹوٹے ہوئے ہاتھ پیر کی پٹی کھولنا مضر ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اگر پٹی پر مسح کرنا نقصان نہ کرے تو تمام پٹی پر مسح کرے خواہ وہ پٹی زخم کے برابر ہو یا زخم سے زیادہ اور زخم کے صحیح حصہ پر بھی نقصان کرے تو ایسے ہی چھوڑ دے۔

دوسری صورت:۔ پٹی کا کھولنا مضر نہ ہو لیکن کھولنے کے بعد وہ خود نہ باندھ سکے اور نہ کوئی ایسا شخص موجود ہو جو باندھ سکے تو ایسی حالت میں مسح کرے بشرطیکہ نقصان نہ کرے، ورنہ مسح

بھی معاف ہے۔

تیسری صورت:۔ پٹی کا کھولنا مضر نہ ہو اور نہ کھولنے کے بعد باندھنے میں دقت ہو تو ایسی حالت میں اگر زخم کا دھونا نقصان نہ کرے تو پٹی کھول کر تمام عضو کو دھوئے اور اگر زخم کا دھونا نقصان کرے تو زخمی حصہ کو چھوڑ کر باقی عضو کو دھوئے، بشرطیکہ مضر نہ ہو، اور اگر زخمی حصہ پر مسح نقصان نہ کرے تو مسح کرے ورنہ پٹی باندھ کر پٹی پر مسح کرے، بشرطیکہ مضر نہ ہو، اور اگر مضر ہو تو مسح معاف ہے۔

(۱۰) پٹی اگر اس طرح بندھی ہوئی ہو کہ درمیان میں جسم کا وہ حصہ بھی آ گیا ہو جو صحیح ہے تو اس پر بھی مسح کرے بشرطیکہ پٹی کھولنا یا کھول کر اس جسم کا دھونا مضر ہو۔

(۱۱) پٹی پر اگر پٹی باندھ دی جائے تو اس پر بھی مسح درست ہے۔

(علم الفقہ، صفحہ ۹۴ جلد اول)

موزوں اور پلاستر کے مسح کا فرق؟

مسئلہ:۔ اگر کوئی پھوڑا پھنسی یا زخم ہو اور اسکو دھو نہیں سکتا تو خود اسی پر مسح کر لے، اگر خود اس جسم پر مسح نہ ہو سکے یعنی اس قدر کم پانی بھی ضرر (نقصان کرے گا یا پٹی اور پھایہ نکالنے میں تکلیف زیادہ ہو تو پٹی اور ٹنکٹی (پلاستر palaster) اور پھایہ پر مسح جائز ہے اگرچہ نیچے مرہم نجس (ناپاک) لگا ہوا ہے تو پٹی پھایہ پر مسح کرنے سے وضو ہو جائے گا، لیکن ناپاکی کی وجہ سے نماز ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ اور گر مرہم ناپاک قدرِ درہم سے (یعنی تین ماشہ سے) زیادہ نہیں تو نماز بھی ادا ہو جائے گی۔ (تفصیل کے لیے ہدایہ جلد اول دیکھئے)

مسئلہ:۔ ٹھنڈے پانی سے مسح کرنا مضر یعنی نقصان دہ ہو تو گرم پانی سے مسح کرے، اگر دو پٹیوں کے درمیان میں کسی قدر جگہ خالی رہ گئی ہو کہ اس کو دھونے سے پٹی تک پانی پہنچ جانے کا اندیشہ ہے تو اس پر بھی مسح کر لینا چاہئے۔

مسئلہ:۔ اگر پٹی (یا پلاستر وغیرہ) کے نیچے بدن پر مسح کر سکتا ہے لیکن دوبارہ کوئی پٹی (وغیرہ) کو باندھنے والا نہ ملے گا تو پٹی ہی پر مسح جائز ہے، موزہ کے مسح میں تین انگشت مسح ضروری

تھا لیکن زخم پر یا پٹی پر جو مسح کیا جاتا ہے اس میں یہ شرط ہے کہ پوری طرح سب جگہ مسح ہو جائے یعنی جتنی جگہ کو پانی سے دھویا نہیں گیا، اس بھیگا ہوا ہاتھ پھیرا جائے۔

مسئلہ :۔ پٹی میں یہ شرط نہیں کہ باوضو باندھی جائے بلکہ جب ضرورت ہو باندھ لو اور بوقتِ وضو مسح کرلو، پٹی پر مسح اسی وقت جائز ہے کہ خود اس زخمی جگہ پر مسح نہ کر سکے۔

مسئلہ :۔ زخم اچھا ہونے سے پہلے اگر پٹی گر جائے یا خود کھول دے تو مسح باطل نہیں ہوتا، پہلا مسح کافی ہے دوبارہ مسح کرنا ضروری نہیں ہے۔ (برخلاف موزہ کے مسح کے)۔

مسئلہ :۔ اگر پہلی پٹی یا پھایہ بدل کر دوسری باندھ دی تو دوبارہ مسح کرنا ضروری نہیں البتہ مستحب ہے کہ اس پر بھی مسح کرلے۔

مسئلہ :۔ زخم یا پٹی پر مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ جب تک ضرورت رہے مسح کرتے رہو۔

مسئلہ :۔ وضو ٹوٹ جانے کے ساتھ یہ مسح بھی ٹوٹ جائے گا اور جب باقی اعضاء کو دھوئے تو اس پر بھی مسح کرلے۔

مسئلہ :۔ زخم اچھا ہو جانے سے بھی یہ مسح باطل ہو جائے گا پس اگر باوضو ہونے کی حالت میں زخم اچھا ہوا ہے تو صرف اس عضو کو دھو لینا کافی ہے، تمام وضو کرنا ضروی نہیں، اور اگر وضو بھی کرنا ہے تو اس کیساتھ سب اعضاء دھولے۔

مسئلہ :۔ جس طرح وضو کی جگہ زخمی اعضاء پر مسح کر سکتا ہے، اسی طرح غسل کی جگہ پر بھی مسح جائز ہے مثلاً سر پر یا پشت پر یا بازو پر زخم ہے تو اس پر مسح کرلے اور باقی بدن دھو کر غسل کرلے، اگر بدن پر مسح نہ ہو سکے تو پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے غسل کی جگہ جو مسح کیا ہے۔ یہ اس وقت باطل ہوگا کہ کوئی چیز غسل کو واجب کرنے والی پیش آجائے یا زخم اچھا ہو جائے۔

مسئلہ :۔ جب نصف بدن سے زیادہ زخمی ہو تو زخموں پر مسح کرنے اور باقی کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے تیمّم کافی ہے جب پٹی کے اوپر بھی مسح کرنے سے تکلیف بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے کا اندیشہ ہو تو مسح بھی معاف رہے گا۔

مسئلہ :۔ جب تک ضرورت اور عذر باقی رہے چاروں طرف سے دھولے اس جگہ کو یعنی پلاستر کو چھوڑ دیا کرے۔

مسئلہ :۔اگر کسی کے ہاتھ پاؤں میں پھٹن ہوگئی ہو،اس نے موم یا چربی یا کوئی دوا (واسلین وغیرہ) اس میں بھر دی ہے اگر اسکو نکال کر دھونے میں کوئی تکلیف ودقت نہیں تو اسکو نکال کر پاؤں دھولے اور اگر دقت وتکلیف ہوتی ہو تو اسکے اوپر کو پانی بہادینا کافی ہے۔

(طہور المسلمین ،ص۳۹وفتاوی دار العلوم ،ص۲۷۷ جلد اول

دعالمگیری،ص۵۷،جلد ۳ وکتاب الفقہ ،ص۲۶۷ جلد اول)

(مسح جبیرہ یعنی پلاستر وغیرہ چار باتوں میں مسح خفین سے جدا ہے:۔

(۱) اگر پٹی اچھے ہونے کی وجہ سے کھل گئی تو صرف اس جگہ کا دھولینا کافی ہے برخلاف خفین کے کہ اگر ان میں سے ایک نکل جائے تو دونوں پاؤں کا دھونا ضروری ہیں۔

(۲) اگر زخم اچھا ہوئے بغیر پٹی کھل گئی تو دوبارہ باندھ لے، مسح کا اعادہ ضروری نہیں۔

(۳) اس کے وقت کی کوئی تحدید نہیں ہے۔

(۴) زخم کی پٹی طہارت کے ساتھ باندھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر بغیر وضو کے باندھا ہو تب بھی مسح کرسکتا ہے،اس کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔محمد رفعت)۔

معذور کے لیے نماز کا طریقہ؟

مسئلہ :۔معذور کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ نماز کے لیے چت لیٹ کر دونوں پاؤں قبلہ کی جانب کرے، گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کسی قدر اونچا کرے، تا کہ رُخ قبلہ کی جانب ہوجائے، اگرچہ یہ بھی اختیار ہے کہ دائیں یا بائیں پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھی جائے، تاہم دایاں پہلو بائیں سے افضل ہے۔

لیکن یہ تمام صورتیں ایسی حالت میں ہیں جب کہ کوئی ایسا کرنے پر قادر ہو، اگر ایسا کرنے سے معذور ہو تو جس طرح بھی ممکن ہو اسی طرح نماز ادا کرنی چاہئے۔

(کتاب الفقہ ،ص۸۰۳،جلد اول)

(ایک نماز کا فدیہ پونے دوکلوگرام گیہوں یا اس کی قیمت ہے،اور ایک دن میں مع وتر کے چھ نمازیں ہوگئیں۔یعنی ساڑھے دس کلوگرام گیہوں، یا اس کی قیمت۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

کتاب ختم شد...... مورخہ ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ ہجری مطابق ۲۱/ اگست ۱۹۹۴ء بروز اتوار

مآخذ ومراجع

نام کتاب	مصنف ومؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم	الفرقان بک ڈپو ۳۱ نیا گاؤں لکھنو
فتاویٰ دار العلوم	مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سابق مفتی اعظم دیوبند	مکتبہ دار العلوم دیوبند
فتاویٰ رحیمیہ	مولانا سید عبد الرحیم صاحب مدظلہم	مکتبہ فتی اسٹریٹ راندیر سورت
فاویٰ محمودیہ	مفتی محمود صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
فتاویٰ عالمگیری	علماء وقت عہد اورنگ زیبؒ	شمس پبلشرز دیوبند
کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
علم الفقہ	مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی	〃 〃 〃 〃
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	〃 〃 〃 〃
المداد المفتین	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	〃 〃 〃 〃
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبد الرحمٰن الجزریؒ	اوقاف پنجاب لاہور پاکستان
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	عارف کمپنی دیوبند
در مختار	علامہ ابن عابدینؒ	پاکستانی
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند

معارف مدینہ	افادات مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ
الترغیب والترہیب	مولانا زکی الدین عبد العظیم المنذری	ندوۃ المصنفین دہلی
احسن الفتاویٰ	فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب	سعید کمپنی کراچی (پاکستان)
طہور المسلمین	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
الجواب المتین	〃 〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃
اسرار شریعت	مولانا محمد فضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ	پنجاب پاکستان
کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	ادارہ رشیدیہ دیوبند
غنیۃ الطالبین	شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	مسلم اکیڈمی سہارنپور
فضائل نماز	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوریؒ	دار الاشاعت دہلی
مظاہر حق جدید	نواب قطب الدین خاں رحمۃ اللہ علیہ	
آپ کے مسائل اور ان کا حل	مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
امداد الاحکام	مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی و مولانا عبد الکریم صاحب	مکتبہ دار العلوم کراچی
حجۃ اللہ البالغہ	شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ	دار الکتاب دیوبند
احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ	ادارہ رشیدیہ دیوبند
ایضاح المسائل	حضرت مولانا مفتی محمد شبیر صاحب مدظلہ (مفتی شاہی)	جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد
صلوٰۃ الرحمٰن ترجمہ منیۃ المصلی		مطبع مجیدی کانپور
درس ترمذی	مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ	دار الکتب دیوبند
تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر	مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ	مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارنپور

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل غسل

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

کمپوزنگ: دارالترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیرنگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دارالقراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت 'طباعت' تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی
راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
پشاور: حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور
صوابی: تاج کتب خانہ صوابی
اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک
بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر
سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات
تیمرگرہ: اسلامی کتب خانہ تیمرگرہ
باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ

☆☆☆

انتساب

میں اپنی اس کاوش

"مسائل غسل"

کو جاں نثار اسلام

شہید جنگ احد صحابی رسول اللہ ﷺ

حضرت حنظلہ الغسیلؓ کی طرف منسوب کرنے کی

سعادت حاصل کر رہا ہوں جن کو فرشتوں

نے غسل دیا تھا۔ کیونکہ وہ

غسل جنابت پورا

نہ کرنے پائے

تھے کہ

شکست کی آواز کان میں پڑتے ہی میدان کار

زار میں کود پڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

رضی اللہ عنہم ورضوعنہ۔

محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دار العلوم دیوبند

یکم شعبان ۱۴۱۸ھ / ۲ دسمبر ۱۹۹۷ عیسوی

☆

عرض ناشر

اسلام طہارت و نظافت کا مذہب ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا اور احادیث مبارکہ میں لاتعداد مقامات پر طہارت و پاکیزگی کا حکم دیا گیا ہے بلکہ حضور ختمی عصمت ﷺ نے تو یہ تک فرما دیا۔ ''طہارت ایمان کا (ایک) حصہ ہے۔''

شریعت مطہرہ میں اس کیلئے واضح ہدایات واحکام مندرج ہیں مگر اس غفلت کے دور میں ہم عموماً ان احکام سے بے خبر ہوتے جا رہے ہیں۔ بڑی کتابیں اپنی ضخامت کے باعث زیر مطالعہ نہیں آتیں، جس کے باعث ہر موضوع پر کتابچوں اور الگ عنوانات کے تحت کتابوں کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے۔

استاد العلماء مولانا محمد رفعت قاسمی مدظلہ العالی کا نام علمی حلقوں کیلئے محتاج تعارف نہیں۔ جنہوں نے الگ عنوان سے لاتعداد رسائل وکتب تحریر کی ہیں۔ زیر نظر کتاب **"مسائل غسل"** بھی اسی انداز کی عام فہم اور طہارت سے متعلق چیدہ چیدہ مسائل پر مشتمل ایک مفید عام مجموعہ ہے، جس میں مردوں، عورتوں اور بچوں سے متعلق مختلف مسائل واسباب طہارت کا سہل زبان میں ذکر ہے۔

حضرت موصوف کی دیگر مفید عام کتب کی طرح اس کتاب کو بھی مکتبہ خلیل لاہور نئے اور خوبصورت انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

امید ہے قارئین محترم اس کتاب سے خوب استفادہ کرتے ہوئے ادارہ کو اپنی قیمتی آراء اور مشوروں سے بھی نوازیں گے تاکہ ادارہ خوب سے خوب تر کیلئے مزید فعال ہو سکے۔

آخر میں اپنے معزز قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں ادارہ کے کارکنوں اور معاونین کیلئے دعا ضرور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ظاہری اور باطنی طہارت و پاکیزگی سے نوازے آمین۔ والسلام

وکیل احمد۔

عرض مؤلف

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علی سید الا نبیاء و المرسلین و خاتم النبیین محمد صلی علیہ و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم . اما بعد:

قارئین کی رائے اور مشوروں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور ضرورت کے تحت موضوع کا انتخاب کیا جاتا ہے، اس لئے بعض مرتبہ مشیرین کے منتخبہ موضوع کی آمد میں غیر معمولی تاخیر ہوجاتی ہے۔

الحمد للہ ! پندرہ ہویں کتاب ''مکمل و مدلل مسائل غسل'' پیش ہے۔ جس میں موجبات غسل، غسل کا مسنون طریقہ، استحاضہ، حیض ونفاس، خنثیٰ مشکل کا غسل اور غسل میت اور نو جوانوں کے مخصوص مسائل سے متعلق تقریباً چھ سو مسائل غسل ہیں۔

کتاب کی ترتیب میں اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ جن ماؤں و بہنوں اور نو جوانوں کو غسل کے مخصوص مسائل معلوم کرتے ہوئے شرم وحیا محسوس ہوتی ہے وہ بھی اس کتاب سے خاص طور پر استفادہ کرسکیں۔

چونکہ کتاب غسل سے متعلق ہے اس لیے غسل میت کے مسائل بھی یہاں پر درج کردیئے گئے ہیں۔ احباب و مخلصین حضرات اپنے بیش بہا مشوروں کے ساتھ ساتھ دعاء بھی فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ دینی خدمت لیتا رہے اور قبول بھی فرماتا رہے آمین۔

محمد رفعت قاسمی غفرلہ

مدرس دار العلوم دیوبند

یکم شعبان ۱۴۱۸ھ، مطابق ۲ دسمبر ۱۹۹۷ء

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتھم
صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی خیر خلقه و خاتم النبیین محمد صلی اللّٰہ علیه و سلم و علی آله و اصحابه و علی من تبعه با لصدق الی قیام القیامة اجمعین و بعد.

پیش نظر کتاب مرتبہ حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھی۔ ماشاء اللہ اچھا مجموعہ ہے۔ بعض جگہ جہاں احقر کو کچھ تردد ہوا ظاہر کر دیا اور حضرت مولانا موصوف نے اس کی درستگی کی درخواست کو قبول بھی فرمالیا، اس لیے قوی امید ہے کہ یہ کتاب بھی حضرت مولانا موصوف کی سابقہ کاوشوں کی طرح مقبول عوام وخواص ہوگی۔ اس کیلئے دل سے دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں آمین۔

والسلام

کتبہ العبد نظام الدین
مؤرخہ ۲۸ رجب ۱۴۱۸ ہجری

ارشادگرامی قدر

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب دامت برکاتہم
مرتب فتاویٰ دارالعلوم و مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد:

قاری محمد رفعت صاحب زید مجدہ، استاذ دارالعلوم دیوبند کی تالیف کردہ بہت سی کتابیں شائع ہوکر مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں اور یہ ساری کتابیں فقہی مسائل پر مشتمل ہیں اور فقہ و فتاویٰ کی کتابوں کے حوالہ سے لکھی گئی ہیں۔ دیندار مسلمانوں کو ان کتابوں سے بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے اور وہ شب و روز کی زندگی کے بہت سے مسائل کے حافظ ہو گئے ہیں، جس میں شبہ پیدا ہوا، کتاب میں دیکھ لیا، شبہ جاتا رہا۔ عام طور پر وہ پوچھنے کے محتاج نہیں رہتے، مثلاً مسائل تراویح ہے، اس میں تراویح کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو آپ کو مل نہ جائے۔ مسائل امامت سے متعلق جتنے مسائل ہیں سب یکجا ہو گئے ہیں، اس وقت پیش نظر موصوف کی نئی کتاب ''مسائل غسل'' ہے، اس میں غسل کے تمام ضروری مسائل یکجا کر دیئے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ غسل واجب کیا ہے غسل سنت کیا ہے اور مستحب غسل کس کس صورت میں ہے۔ جنابت، حیض و نفاس، غسل جنازہ، غسل عیدین سب کا بیان الگ الگ آ گیا ہے۔

ضمنی طور پر ایسے پوشیدہ مسائل بھی اس کتاب میں آ گئے ہیں جو عام طور پر اردو کتابوں میں آپ کو نہیں ملیں گے، اسی طرح غسل کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے اور آنحضرت صلی علیہ وسلم سے کس طرح ثابت ہے۔ مختصر یہ کہ ماشاء اللہ یہ کتاب غسل و پاکی کے تمام مسائل پر حاوی ہے اور دیندار مسلمانوں کے لئے بہت کام کی ہے۔

اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی ان تمام خدمات کو قبول فرمائے جو وہ اس سلسلہ میں کر رہے ہیں۔ خدا کرے یہ سلسلہ برابر قائم رہے اور لوگ مستفید ہوتے رہیں آمین۔

طالب دعا
احقر محمد ظفیر الدین غفرلہ مفتی دارالعلوم دیوبند
۱۹ شعبان المعظم ۱۴۱۸ ہجری

تقریظ

فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ العالی پالن پوری
محدث کبیر دارالعلوم دیوبند۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ، و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ،اما بعد:

امام الہند، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے تحصیل سعادت کا مرجع چار خصلتوں کو بتایا ہے، ان میں سے ایک طہارت (پاکی) ہے۔ پاکی انسان کو ملاء اعلیٰ کے مشابہ بناتی ہے، جبکہ حدث اور ناپاکی سے شیطانی وسوسے قبول کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے جب طہارت اور پاکیزگی انسان پر غالب آتی ہے اور وہ طہارت کی حقیقت سے آگاہ اور باخبر ہو جاتا ہے اور تحصیل طہارت میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے تو اس کے اندر الہامات ملائکہ کے قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے نیز ملائکہ کو دیکھنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، انسان عمدہ عمدہ خواب دیکھنے لگتا ہے اور اس میں ظہور انوار کی قوت وصلاحیت پیدا ہو جاتی ہے (حجۃ اللہ البالغۃ ۵۴۔ ج ۱) اور طہارت کا اہتمام کرنے کیلئے اس کے متعلق مسائل کا جاننا ضروری ہے شریعت کی راہنمائی کے بغیر اور وضو غسل کے احکام جانے بغیر آدمی صحیح طریقہ پر پاکی کا اہتمام نہیں کرسکتا۔

مجھے خوشی ہے کہ برادر مکرم جناب مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند نے وضو و غسل کے مفصل احکام مرتب فرمائے ہیں اور وہ بڑی حد تک عقلی اور نقلی دلائل سے مدلل بھی ہیں، موصوف ماشاء اللہ موفق ہیں، متعدد کتابیں ان کے قلم سے وجود میں آکر قبولیت عام حاصل کرچکی ہے۔

امید کرتا ہوں کہ ان کی یہ کتاب بھی بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرے گی اور امت کو اس سے فیض پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کتاب کو قبولیت کا شرف بخشیں (آمین)

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دارالعلوم دیوبند...... یکم شعبان ۱۴۱۸ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿یا ایھا الذین امنو اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا﴾

''اے ایمان والو! جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو''

﴿وجوھکم و ایدیکم الی المرافق و امسحوا برء و سکم﴾

''اپنے منہ ہاتھ اور کہنیوں تک اور ملو اپنے سر کو''

﴿و ارجلکم الی الکعبین ط وان کنتم جنبا فا طھروا ط﴾

''اور پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو''

﴿وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم﴾

''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں آیا ہے''

﴿من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا﴾

''جائے ضروری سے، یا پاس گئے عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو''

﴿صعیداً طیباً فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ ط﴾

''مٹی پاک کا مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے اللہ''

﴿مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج و لکن یرید لیطھرکم﴾

''نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے''

﴿ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون.﴾

''اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تا کہ تم احسان مانو''

خلاصہ تفسیر

اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو) تو (وضو کر لو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیر دو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (نماز سے پہلے) سارا بدن پاک کر لو اور اگر تم بیمار ہو (اور

پانی کا استعمال مضر ہو) یا حالت سفر میں ہو (اور پانی نہیں ملتا جیسا آگے آتا ہے، یہ تو عذر کی حالت ہوئی) یا (اگر مرض وسفر کا عذر بھی نہ بلکہ ویسے ہی وضو غسل ٹوٹ جائے اس طرح سے کہ مثلاً) تم میں سے کوئی شخص (پیشاب یا پاخانہ کے) استنجے سے (فارغ ہو کر) آیا ہے (جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو (جس سے غسل ٹوٹ گیا ہو) اور پھر (ان ساری صورتوں میں) تم کو پانی کے (استعمال کا موقع) نہ ملے (خواہ بوجہ ضرر کے یا پانی نہ ملنے کے) تو ان سب حالتوں میں تم پاک زمینوں سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اس زمین (کی جنس) پر سے (ہاتھ مار کر) اللہ تعالیٰ کو (ان احکام کے مقرر فرمانے سے) یہ منظوری نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں (یعنی یہ منظور ہے کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے، چنانچہ احکام مذکورہ میں خصوصاً اور جمیع احکام شرعیہ میں عموماً رعایت، سہولت ومصلحت کی ظاہر ہے) لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے اس لیے طہارت کے قواعد اور طرق مشروع کیے اور کسی ایک طریق پر بس نہیں کیا گیا کہ اگر وہ نہ ہو تو طہارت ممکن ہی نہ ہو، مثلاً صرف پانی کو مطہر رکھا جاتا تو پانی نہ ہونے کے وقت طہارت حاصل نہ ہو سکتی، یہ طہارت ابدان تو خاص احکام طہارت ہی میں ہے اور طہارت قلوب تمام طاعات میں ہے پس یہ تطہیر دونوں کو شامل ہے اور اگر یہ احکام نہ ہوتے تو کوئی طہارت حاصل نہ ہوتی)۔ اور یہ (منظور ہے) کہ تم پر اپنا انعام تام فرمادے۔

(اس لیے احکام کی تکمیل فرمائی تاکہ ہر حال میں طہارت بدنی وقلبی جس کا ثمرہ رضا وقرب ہے جو اعظم نعم ہے حاصل کر سکو) تاکہ (اس عنایت کا) شکر ادا کرو (شکر میں امتثال بھی داخل ہے)۔ (معارف القرآن ص ۶۵ ج ۳ پارہ نمبر ۶ سورۂ مائدہ)

اسلام میں صفائی وپاکیزگی کی اہمیت

آج اس تہذیب وترقی کے دور میں جب ہم دوسری ترقی یافتہ قوموں کی صفائی، طہارت وپاکیزگی کو دیکھتے ہیں، اس کے مکانات، ان کی سڑکیں، اس کے شہر، محلے قصبے اور آبادیاں دیکھتے ہیں تو ان کی نفاست پر رشک آتا ہے، لیکن یہ صفائی وپاکیزگی خالص اسلامی تہذیب وتمدن کی خصوصیت ہیں۔

دنیا میں آج تک کسی مذہب اور کسی قانون نے صحت وصفائی کے احکام پر اس قدر شدت کے ساتھ زور نہیں دیا جتنا کہ قرآن کریم نے اس پر زور دیا ہے اور تفصیل کے ساتھ اس کے احکام بیان کیے ہیں۔

چنانچہ اسلام نے طہارت و پاکیزگی اور صفائی کے اصول واحکام مقرر کیے ہیں، اور حضور اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات سے اس کی حدود متعین فرمادیں نماز کی صحت اور درستی کیلئے ضروری قرار دیا گیا کہ انسان کے بدن، اس کے کپڑے اور اس کی نماز پڑھنے کی جگہ نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو، نجاستوں سے اپنے بدن، کپڑے اور مکان کو صاف رکھنے کی تعلیم دی جو صحابہ کرامؓ طہارت و پاکیزگی کا اہتمام فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔

''اس میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف رہیں اور اللہ پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' ﴿پارہ نمبر ۱۱﴾

جب اللہ تعالیٰ نے طہارت و پاکیزگی اپنی محبت کا ذریعہ ٹھہرایا تو اس نعمت سے محرومی کس کو گوارا ہوگی؟

نماز انسان کو اپنے جسم اور اعضاء کو پاک صاف رکھنے پر مجبور کرتی ہے، دن میں پانچ مرتبہ ہر نماز میں منہ کو، ہاتھ پاؤں کو جو اکثر کھلے رہتے ہیں دھونے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ آج کل خاک، دھول، گرد غبار، دھوئیں اور گیس اور خراب ہوا کے ذریعے منہ اور ناک میں سینکڑوں جراثیم داخل ہونے کی وجہ سے ہزاروں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، وضو کرنے سے دن میں پانچ بار اس گرد غبار کی صفائی ہو جاتی ہے، کیونکہ نماز بغیر وضو کے ممکن نہیں، گویا وضو بھی ایک طرح سے جزو عبادت ہوا اور اس طرح اسلام نے صفائی اور پاکیزگی کی اہمیت کو بڑھا دیا۔ دانتوں اور منہ کی صفائی کیلئے آج ڈاکٹر کس قدر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منہ کی صفائی نہ کرنے سے پیٹ کے تمام امراض پیدا ہوتے ہیں، سینکڑوں برس پہلے اسلام نے اس کو لازمی قرار دیا اور عبادت کا جز ٹھہرا دیا۔ خود حضور اکرم ﷺ کے مزاج میں لطافت، نفاست، صفائی اور پاکیزگی بہت زیادہ تھی۔ آپؐ جگہ کو غلیظ اور آدمی کو میلا دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص کو آپؐ نے میلے کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا ''اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھولیا کرے۔''

ایک دفعہ ایک شخص میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے آپ ﷺ کی مجلس میں آیا، آپؐ نے دریافت کیا کہ کیا تیرے پاس مال نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر تو اس نعمت کو چھپا کر کیوں رکھتا ہے اس نعمت کا اظہار کیوں نہیں کرتا؟

عرب اسلام سے پہلے تہذیب، تمدن سے کم آشنا تھے، اسلام کے ابتدائی زمانے میں لوگ مسجدوں میں آتے تو سامنے دیواروں پر یا زمین پر تھوک دیا کرتے تھے۔ آپؐ اس کو ناپسند فرماتے۔ ایک دفعہ تھوک کا دھبہ دیوار پر دیکھا تو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ مبارک سرخ ہوگیا۔ ایک انصاری عورت نے دھبہ کو دھویا اور اس جگہ خوشبو مل دی، آپ بہت خوش ہوئے اور تعریف فرمائی۔

ایک شخص کے پریشان اور بکھرے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ ''اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ بالوں کو درست کرلے۔''

کبھی کبھی آپؐ کی مجلس میں خوشبو کی انگیٹھیاں سلگائی جاتیں جن میں کبھی کبھی کافور ہوتا۔ آپ کو صفائی کا بے حد خیال تھا، یہاں تک کہ آپؐ نے گھر سے باہر چبوترے وغیرہ کی صفائی کا حکم فرمایا ہے۔

عہد قدیم کے عرب لوگ تہذیب وتمدن اور صفائی کا بہت کم خیال رکھتے تھے اب بھی ہم گاؤں میں یا شہر کی تنگ اور کثیر آبادی میں دیکھتے ہیں کہ لوگ سڑکوں پر، درختوں کے نیچے گندگی پھیلاتے ہیں اور لوگ اسے خوشی سے برداشت کرلیتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سلسلہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو راستہ میں یا درختوں کے نیچے سایہ میں پیشاب پاخانہ کرتے ہیں اور گندگی پھیلاتے ہیں۔

ایک دفعہ آپؐ نے مسجد کی دیوار پر تھوک کے دھبوں کو دیکھا تو آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی جس سے کھرچ کر آپؐ نے تمام دھبے مٹادیئے پھر لوگوں کی طرف خطاب کرکے غصہ سے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے سامنے آئے اور تمہارے منہ پر تھوک دے۔

ہمارے مکانات، ان کے در و دیوار اور فرش، ہماری سڑکیں، ہماری گلی کوچے، قصبے شہر، گھر اور گھروں سے باہر نکلنے والی نالیاں پاک صاف رہنی چاہئیں اور ان کا اس طرح صاف رکھنا ہر مسلمان اور ہر انسان کا فرض ہے، کبھی کسی جگہ بھی خواہ گھر ہو یا باہر، گندگی پھیلانا اور غلاظت کرنا اور میلا کچیلا رہنا اسلام کے احکام کے خلاف ہے، جب چپہ چپہ اور گلی گلی کو اس طرح صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسلام میں کسی شخص کو میلے کپڑوں میں ناپاک اور غلیظ حال میں کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ پاک صاف رہے اور اچھی حالت میں رہے، کپڑوں اجلے ہوں، بدن پاک صاف ہو، نجاست اور آلودگی سے پاک ہو، جو لوگ پاک صاف نہیں رہتے ان پر خدا کی رحمت نازل نہیں ہوتی بلکہ ان کے اوپر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی اور ان لوگوں کو بھی سخت سست فرمایا جو پبلک مقامات پر اور عام راستوں یا آرام کی جگہ اور درختوں کے نیچے گندگی پھیلاتے ہیں۔

پاکی اور صفائی کے احکام کی تاکید اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ناپاک آدمی قرآن حکیم کو چھو بھی نہیں سکتا، جو لوگ پاکی و صفائی کا اہتمام نہیں کرتے وہ اسلامی احکام اور مسلمانوں کی تہذیب و تمدن سے واقف نہیں ہیں۔

قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں صفائی اور پاکیزگی کے بارے میں واضح احکامات ہیں لہٰذا ان تعلیمات اور ہدایات کی روشنی میں مسلمانوں کو خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔

جسمانی صفائی کے ساتھ ساتھ گلیوں اور بازاروں اور محلوں میں بھی اسلامی ہدایات کے پیش نظر ہمہ وقت توجہ دینے اور خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

منی کے نکلنے سے غسل کیوں ہے

اور پیشاب سے کیوں نہیں؟

(۱) منی کے نکلنے سے غسل کا واجب اور لازم ہونا اور پیشاب سے واجب نہ ہونا شریعتِ اسلامیہ کی بڑی خوبیوں میں سے اور رحمت و حکمت و مصلحت الٰہی سے ہے کیونکہ منی

سارے بدن سے نکلتی ہے، اسی لیے خدا تعالیٰ نے منی کا نام ''سلالہ'' رکھا ہے۔ منی انسان کے سارے بدن کا ست ہوتا ہے جو بدن سے رواں ہو کر بالآخر پشت کے راستہ سے نیچے آتی ہے اور عضو تناسل سے خارج ہوتی ہے۔ اس کے نکلنے سے بدن کو بہت ضعف پہنچتا ہے اور پیشاب و پاخانہ صرف کھانے پینے کے فضلے ہوتے ہیں جو مثانہ و معدے میں جمع رہتے ہیں اس لیے منی کے نکلنے سے بہ نسبت پیشاب و پاخانہ کے جسم کو بہت کمزوری لاحق ہوتی ہے اور پانی کے استعمال سے وہ کمزوری نہیں رہتی ہے۔

(۲) نجابت (ناپاکی) سے جسم میں گرانی و کاہلی و کمزوری و غفلت پیدا ہو جاتی ہے اور غسل سے دل میں قوت و نشاط و سرور اور بدن میں سبکساری پیدا ہوتی ہے جب انسان صحبت سے فارغ ہوتا ہے تو اس کا دل انقباض اور تنگی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس پر تنگی اور غم سا طاری ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو نہایت تنگی و گھٹن میں پاتا ہے اور جب دونوں قسم کی نجاستیں دور ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کو ملتا اور غسل کرتا ہے اور صاف کپڑے بدل کر خوشبو لگاتا ہے تب اس کی تنگی دور ہو جاتی ہے اور خوشی محسوس ہوتی ہے، پہلی حالت کو حدث اور دوسری حالت کو طہارت کہتے ہیں۔

(۳) حاذق طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دینا ہے اور بدن و روح کیلئے نہایت مفید ہے اور غسل نہ کرنا بدن و روح کیلئے سخت مضر ہے، اس امر کی خوبی پر عقل و فطرت سلیمہ کافی گواہ ہیں، نیز اگر شارع علیہ السلام پیشاب و پاخانہ کے بعد غسل کرنا لازم ٹھہراتے تو لوگوں کو سخت حرج ہوتا اور وہ محنت و مشقت میں پڑ جاتے جو حکمت اور رحمت و مصلحت الٰہی کے خلاف ہے۔

(۴) جماع (صحبت) سے تلذذ ہوتا ہے اور اس سے ذکر الٰہی سے غفلت ضرور ہو جاتی ہے اسی لیے اسکی تلافی کیلئے غسل کیا جاتا ہے۔

(۵) منی کے نکلنے سے بدن کے تمام مسامات کھل جاتے ہیں اور کبھی ان سے پسینہ نکلتا ہے اور پسینہ کے ساتھ اندرونی حصہ بدن کے گندے مواد بھی خارج ہوتے ہیں جو مسامات پر آ کر ٹھہر جاتے ہیں، اگر ان کو نہ دھویا جائے تو خطرناک امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔
(المصالح العقلیہ ص ۳۵ اور تفصیل دیکھئے اسرار شریعت و حجۃ اللہ البالغہ)

غسل کے واجب ہونے کی شرطیں

فقہاء کی اصطلاح میں غسل سر سے پیر تک جسم کی تمام اس سطح کے دھونے کو کہتے ہیں جس کا دھونا بغیر کسی قسم کی تکلیف کے ممکن ہو۔ (علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول)

غسل کے معنی، نہانا، پانی سے دھونا، پانی بہا کر میل کچیل جسم سے دور کرنا۔

(مظاہر حق ص ۴۰۷ جلد اول)

(۱) مسلمان ہونا، کافر پر غسل واجب نہیں۔

(۲) بالغ ہونا، نابالغ پر غسل واجب نہیں۔

(۳) عاقل ہونا، دیوانے اور مست اور بے ہوش پر غسل واجب نہیں۔

(۴) پاک پانی کے استعمال پر قادر ہونا، جس شخص کو قدرت نہ ہو، اس پر غسل واجب نہیں۔

(۵) نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو، اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر غسل واجب نہیں۔ مثلاً کسی کو ایسے تنگ وقت میں نہانے کی ضرورت ہو کہ غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش نہ ہو، یا کوئی عورت ایسے ہی تنگ وقت میں حیض یا نفاس سے پاک ہو۔

(۶) حدث اکبر (غسل کے واجب ہونے کی بات) کا پایا جانا، جو حدث اکبر سے پاک ہو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

(۷) نماز کے وقت کا تنگ ہونا، شروع وقت میں غسل واجب نہیں ہے۔

(علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۱۷۷ جلد اول)

(مطلب یہ ہے کہ ناپاک ہونے کے فوراً بعد غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً رات کو احتلام وغیرہ ہو گیا تو فوراً اسی وقت غسل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ فجر کی نماز قضا ہونے سے پہلے غسل ضروری ہے، کیونکہ بغیر طہارت کے نماز نہیں ہو سکتی، اور اگر کوئی سستی کی وجہ سے نماز کو قضاء کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اگر کسی کو ایسے تنگ وقت میں جنابت (ناپاکی) ہو کہ غسل کرنے کے بعد اداء کا وقت باقی نہ رہے تو غسل کرنے کے بعد نماز قضاء کرے اور اگر کوئی حائضہ عورت حیض سے ایسے وقت میں فارغ ہو کہ اس کو غسل کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ

کہنے کا وقت بھی نہ ملے تو اس سے اس وقت کی نماز ساقط ہو جائے گی۔ اگر غسل کے بعد اتنا وقت ملا کہ وہ تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی تو اس پر اس وقت کی نماز کی قضاء واجب ہو گی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) تمام جسم کے ظاہری حصہ پر پانی پہنچ جانا بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو، اگر بغیر کسی عذر کے کوئی ظاہری حصہ جسم کا بال برابر بھی خشک رہ جائے گا غسل صحیح نہ ہوگا۔

(۲) جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا۔ جس کی وجہ جسم تک پانی نہ پہنچ سکے۔ مثلاً جسم پر چربی یا خشک موم یا خمیرہ وغیرہ لگا ہوا ہو یا انگلیوں میں تنگ انگوٹھی چھلے وغیرہ ہو یا کانوں میں تنگ بالیاں ہو کہ سوراخ میں پانی نہ پہنچ سکے۔

(۳) جن چیزوں سے حدث اکبر (غسل واجب کرنے والی چیز) ہوتا ہے ان چیزوں کا حالت غسل میں نہ ہونا، کوئی عورت حیض (ماہواری) میں نفاس (بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے) کی حالت میں غسل کرے یا کوئی مرد منی گرنے کی حالت میں غسل کرے تو غسل صحیح نہ ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۸۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ امام اعظمؒ کے نزدیک وضو اور غسل نیت کے بغیر معتبر ہوں گے کیونکہ ان کے نزدیک نیت فرض نہیں ہے بلکہ سنت اور مستحب ہے لہٰذا اگر وضو یا غسل بغیر نیت کے کیا گیا تو ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ شروع وضو میں ہاتھ دھونے کے وقت نیت کر لی جائے مناسب یہ ہے کہ وضو شروع کرنے کے وقت غسل کی نیت کر لے۔

(مظاہر حق ص ۵۹ ج ا وفتاوی دار العلوم ص ۱۵۹ جلد ۲)

غسل کا مسنون و مستحب طریقہ

مسئلہ: جو غسل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ کوئی کپڑا مثلاً لنگی وغیرہ باندھ کر نہائے اور برہنہ ہو کر (کپڑے اتار کر) نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے کہ جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے، اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو زمین پر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بسم اللہ الخ پڑھ کر نہائے۔

مسئلہ: عورت کو اور برہنہ نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہیے، اگر کوئی مرد کپڑے پہنے ہوئے نہائے اس کو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر نہائے اور چاہے کھڑے ہوکر، اگر برہنہ نہائے تو نہاتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، اور سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے اس کے بعد اپنے خاص حصہ کو مع خصیتین کے دھوئے، اگر ان پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو، اس کے بعد اگر بدن پر کہیں نجاست حقیقیہ ہو تو اس کو دھو ڈالے، اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی (صابن وغیرہ سے) مل کر دھوئے، اس کے بعد پورا وضو کرے، یہاں تک کہ سر کا مسح بھی کرے اور اگر کسی ایسے مقام پر نہاتا ہو جہاں غسل کا پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کو اس وقت نہ دھوئے بلکہ بعد فراغت غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر پیروں کو دھوئے، اگر یہ غسل فرض ہو تو اس وضو میں سوا بسم اللہ کے اور کوئی دعا نہ پڑھے وضو کے بعد اپنے بالوں میں انگلیاں ڈال کر تین مرتبہ سر کا خلال کرے، پہلے داہنی جانب کا، پھر بائیں جانب کا، اس کے بعد اپنے سر پر پانی ڈالے پھر داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر اور تمام جسم کو ہاتھوں سے ملے اسی طرح دوبارہ اور سہ بارہ تمام جسم پر اسی ترتیب سے پانی ڈالے تاکہ تین بار تمام جسم پر پانی پہنچ جائے، اس کے بعد چاہے اپنے جسم کو کسی کپڑے (تولیہ وغیرہ) سے پونچھ ڈالے اور نہاتے وقت کسی سے کوئی بات بغیر ضرورت شدید کے نہ کرے۔ (علم الفقہ ص ۳، جلد اول وکتاب الفقہ ص ۱۶۰ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۸ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۹۳۵ تا ۹۴۹ جلد اول)

مسئلہ: غسل میں ایک فرض ہے وہ یہ کہ تمام بدن کے ظاہری حصہ کا سر سے پیر تک دھونا اس طرح کہ بال برابر کوئی حصہ جسم کا خشک نہ رہنے پائے۔ ناف کا دھونا فرض ہے۔ ڈاڑھی مونچھ اور ان کے نیچے کی سطح کا دھونا فرض ہے۔ اگرچہ یہ چیزیں گھنی ہوں اور ان کی نیچے کی جگہ نظر نہ آتی ہو، سر کے بالوں کا بھگونا فرض ہے اگرچہ ان میں گوند یا خطمی لگی ہو، انگوٹھی اگر تنگ ہو اور کان کے سوراخوں میں بالیاں ہو کہ بے حرکت دیئے ہوئے پانی جسم تک نہ پہنچے تو ان کا حرکت دینا فرض ہے اور کان کے سوراخوں میں اگر بالیاں نہ ہو، اور سوراخ اگر بند نہ ہوئے ہو تو اگر بغیر ہاتھ سے ملے ہوئے یا کوئی تنکا وغیرہ ڈالے ہوئے پانی ان میں نہ پہنچے تو تنکے وغیرہ کا ڈال کر ان میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ (علم الفقہ ص ۹۳ وہدایہ ص ۱۰ جلد اول)

(۱) کلی کرنا فرض ہے۔ (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) تمام بدن کو پانی سے دھونا۔
(کتاب الفقہ ص ۱۸۰ جلد اول)

غسل میں جن اعضاء کا دھونا ضروری نہیں ہے

(۱) بدن کا ملنا اگر اس پر کوئی نجاست حقیقیہ ایسی نہ ہو جو بغیر ملے ہوئے دور نہ ہو سکے
(۲) جسم کے اس حصہ کا دھونا جس کے دھونے سے تکلیف یا ضرر ہو مثلاً آنکھ کے اندر کی سطح کا دھونا، اگر چہ اس میں نجس سرمہ لگا ہو، یا عورت کو اپنے کان کے اس سوراخ کا تنکا وغیرہ ڈال کر دھونا جو بند ہو گیا ہو، دھونا ضروری نہیں ہے۔
جس مرد کا ختنہ نہ ہوا ہو اس ختنہ کی کھال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف ہو تو اس کو اس کھال کے نیچے کی جلد کا دھونا ضروری نہیں ہے۔
عورت کو اپنے گندھے ہوئے ہوئے بالوں کا کھولنا بشرطیکہ بغیر کھولے ہوئے بالوں کی جڑیں بھیگ جائیں، اگر بالوں میں گرہ پڑ گئی ہو تو اس کا کھولنا۔ (علم الفقہ ص ۴ جلد اول)
مسئلہ: جس کی ختنہ نہ ہوئی ہو اس کو کھال کے اند پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے (جبکہ مضر ہو) لیکن مستحب ہے کہ ایسا کرلیا جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۴۸ جلد ۲)

غسل کے واجبات

(۱) کلی کرنا، (۲) ناک میں پانی ڈالنا، (۳) مردوں اور عورتوں کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھول کر تر کرنا، (۴) ناک کے اندر جو میل ناک کے لعاب سے جم جاتا ہے اس کو چھڑا کر اس کے نیچے کی سطح کا دھونا۔ (علم الفقہ ص ۹۴ جلد ۱)

غسل کی سنتیں

(۱) نیت کرنا یعنی دل میں یہ قصد کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہونے کیلئے اور خدا کی خوشنودی اور ثواب کیلئے نہاتا ہوں، نہ کہ بدن صاف کرنے کیلئے۔
(۲) اسی ترتیب سے غسل کرنا یعنی پہلے ہاتھوں کا دھونا، پھر خاص حصہ کا دھونا، پھر نجاستِ حقیقیہ کا دھونا اگر نجاست ہو، پھر پورا وضو کرنا، اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں پر پانی جمع

رہتا ہو تو پیروں کا غسل کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر دھونا، پھر تمام بدن پر پانی بہانا۔

(۳) بسم اللہ الخ کا کہنا۔

(۴) مسواک کرنا۔

(۵) ہاتھوں پیروں کی انگلیوں اور داڑھی کا تین تین مرتبہ خلال کرنا۔

(۶) بدن کو ملنا۔

(۷) بدن کو اسطرح دھونا کہ باوجود جسم اور ہوا کے معتدل ہونے کے ایک بھی حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرے حصہ کو دھوڈالے۔

(۸) تمام جسم پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔ (علم الفقہ ص ۴، جلد اول، ہدایہ ص ۱۱ جلد اول کبیری ص ۵۰)

غسل کے مستحبات

(۱) ایسی جگہ نہانا جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچے، یا تہبند وغیرہ باندھ کر نہانا۔

(۲) داہنی جانب کو بائیں جانب سے پہلے دھونا۔

(۳) سر کے داہنے حصہ کا پہلے خلال کرنا پھر بائیں حصہ کا۔

(۴) تمام جسم پر پانی اس ترتیب سے بہانا کہ پہلے سر، پھر داہنے شانے، پھر بائیں شانے پر۔

(۵) جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں وہ غسل میں بھی مستحب ہیں، سوا قبلہ رو ہونے اور دعا پڑھنے کے اور غسل کا بچا ہوا پانی بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب نہیں ہے۔

غسل کے مکروہات

(۱) برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔

(۲) بلاضرورت ایسی جگہ نہانا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہنچ سکے۔

(۳) غسل میں سوا بسم اللہ کے اور دعاؤں کا پڑھنا۔

(۴) بے ضرورت بات چیت کرنا۔

(۵) جتنی چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔ (علم الفقہ ص ۹۵ جلد اول)

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں

(۱) اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ نہ جدا ہو تو اگر چہ خاص حصہ سے باہر نکل آئے، غسل فرض نہ ہوگا، مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا اونچے سے گر پڑا، یا کسی نے ان کو مارا، اور اس صدمہ سے اس کی منی بغیر شہوت کے نکل آئی۔ (تو غسل فرض نہ ہوگا)

(۲) اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر خاص حصہ سے باہر نہ نکلی تو غسل فرض نہ ہوگا، خواہ یہ نہ نکلنا خود بخود ہو یا خاص حصہ کا سوراخ بند ہو جانے کے سبب سے ہو، خواہ ہاتھ سے بند کیا گیا ہو یا روئی وغیرہ رکھ کر۔

(۳) اگر کسی شخص کے خاص حصہ سے بعد پیشاب کے بغیر شہوت کے منی نکلی تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

(۴) اگر کوئی مرد کسی جانور یا مردہ کے خاص حصہ یا مشترکہ حصہ میں اپنا خاص حصہ داخل کرے یا اس کا خاص حصہ اپنے مشترک حصہ میں داخل کرے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ منی نہ نکلے، اسی طرح اگر کوئی عورت کسی جانور یا مردہ کا خاص حصہ کوئی لکڑی یا انگلی یا اور کوئی چیز اپنے خاص حصہ یا مشترک حصہ میں داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا، بشرطیکہ منی نہ نکلے اور خاص حصہ کو مشترک حصہ میں داخل کرنے مین بھی یہ شرط ہے کہ غلبہ شہوت کا نہ ہو۔

مسئلہ:۔ جس جانور سے وطی آدمی کرے گا، اس جانور کے متعلق حکم یہ ہے کہ اس کو ذبح کر کے جلا ڈالا جائے اور مستحب یہ ہے کہ اس کا گوشت کھایا نہ جائے۔ منشاء یہ ہے کہ یہ طریقہ شریعت کے خلاف ہے اور قابل مواخذہ اور لائق تعزیر ہے۔ (کشف الاسرار ص۴۰ جلد اول)

(۵) اگر کوئی بے شہوت لڑکا کسی عورت کے ساتھ جماع کرے تو کسی پر بھی غسل فرض نہ ہوگا، اگر چہ عورت مکلف ہو۔ (اگر عورت کے منی نکلے تو عورت پر غسل واجب ہو جائے گا)۔

(۶) اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ اپنے ہی مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (بشرطیکہ منی نہ نکلے)

(۷) اگر کوئی مرد کسی کم سن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا، بشرطیکہ منی نہ گرے، اور وہ عورت اس قدر کم سن (کم عمر) ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص

حصہ اور مشترک حصہ کے مل جائے کا خوف ہو۔

(۸) اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ پر کپڑا لپیٹ کر جماع کرے اور کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اس کی وجہ سے نہ محسوس ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔ (جبکہ منی نہ نکلے)

(۹) اگر کسی کنواری عورت کے ساتھ صحبت کی جائے اور اس کی بکارت زائل نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا (یعنی کمسن عورت پر غسل واجب نہ ہوگا لیکن بالغ پر غسل فرض ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ مرد کے خاص حصہ کا سر عورت کی شرمگاہ میں چھپ جائے، خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔

(۱۰) اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کا جزو مقدار سر حشفہ سے کم داخل کرے تو تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔ (۱۱) مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱۲) اگر کسی عورت کے خاص حصہ میں مرد کی منی بغیر مرد کے (انجکشن وغیرہ کے ذریعہ) خاص حصہ کے داخل کی جائے تو اس پر بھی (یعنی عورت پر) غسل فرض نہ ہوگا۔ (جبکہ عورت کو شہوت منی پہنچاتے ہوئے نہ ہو) اس کی تفصیل ص ۴۷ پر ہے)

(۱۳) اگر کسی عورت کا بچہ پیدا ہوا اور خون بالکل نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

(۱۴) استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا (بیماری کی وجہ سے عورت کو مستقل خون آتا رہتا ہے)۔

(۱۵) اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس کے اوپر غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱۶) سوکر اٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھنے کی بقیہ سات صورتوں میں فرض نہیں ہوتا۔

(۱) یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ (۲) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ (۳) شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ (۴) شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ (۵) یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔ (۶) یا یاد نہ ہو۔ (۷) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ ہاں دوسری، تیسری ساتویں صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا ضروری ہے۔ (۸) حقنہ یعنی ایمہ کے مشترک حصہ میں داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ (۹) اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ منی نہ نکلے۔)

(علم الفقہ ص ۹۰ جلد اول و بہشتی زیور ص ۱۶ جلد ۱۱ بحوالہ کبیری ص ۳۹ و عالمگیری ص ۱۵ جلد اول و در مختار ص ۳۱ جلد اول و موطا امام محمد ۶۶ جلد ۱)

جن صورتوں میں غسل واجب ہے

(۱) اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اسے حدث اکبر ہوا ہو (نہانے کی حاجت) اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر اسلام لانے کے بعد نہانا واجب ہے۔

(۲) اگر کوئی مسلمان پندرہ سال کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے تو اس پر نہانا واجب ہے۔

(۳) مسلمان مردے کو نہلانا زندہ مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے۔

جن صورتوں میں غسل سنت ہے

(۱) جمعہ کے دن بعد نماز فجر کے جمعہ کیلئے ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہے۔

(۲) عیدین کے دن بعد فجر ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

(۳) حج یا عمرہ کے احرام کیلئے غسل کرنا سنت ہے۔

(۴) حج کرنے والے کو عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔

(علم الفقہ ص ۹۱ جلد ۲ و ہدایہ ص ۱۱۸، کبری ص ۵۴)

مسئلہ: جہاں عیدین کی نماز جائز نہیں ہے ان کیلئے غسل مسنون نہیں ہے، کرلیں گے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۷ جلد ۴)

مسئلہ : جمعہ کے دن عید پڑ جائے اور اسی دن جنابت بھی پیش آجائے تو ایک ہی غسل عیدین، جمعہ اور جنابت تینوں کے لئے کافی ہے۔ (کشف الاسرار ص ۴۳ جلد اول)

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے

(۱) اسلام لانے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے اگرچہ حدث اکبر سے پاک ہو۔

(۲) کوئی مرد یا عورت جب پندرہ سال کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک کوئی علامت جوانی کی اس میں نہ پائی جائے تو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔

(۳) پچھنے لگوانے (خراب خون نکلوانے) کے بعد اور جنون اور مستی و بے ہوشی دفع ہو

جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۴) مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے۔

(۵) شب برأت یعنی شعبان کی پندرھویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

(۶) لیلۃ القدر کی راتوں میں غسل کرنا مستحب ہے جس کو لیلۃ القدر معلوم ہو۔

(۷) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۸) مزدلفہ میں ٹھہرنے کیلئے دسویں تاریخ کی صبح کو نماز فجر کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۹) طواف زیارت کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۰) کسوف (سورج گرہن) اور خسوف (چاند گرہن) اور استسقاء (پانی کی طلب) کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۱) خوف اور مصیبت کی نمازوں کیلئے غسل مستحب ہے۔

(۱۲) کسی گناہ سے توبہ کرنے کیلئے غسل مستحب ہے۔

(۱۳) سفر سے واپس آنے والے کو غسل مستحب ہے جبکہ وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔

(۱۴) استحاضہ والی عورت کو غسل کرنا مستحب ہے جبکہ استحاضہ دفع ہو جائے۔

(۱۵) جو شخص قتل کیا جاتا ہو، اس کو غسل کرنا مستحب ہے، (علم الفقہ ص ۹۲ جلد اول)

(۱۶) نیا لباس پہننے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۷) مجلسوں میں شرکت کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (کبیری ص ۵۵ شرح وقایہ ص ۷۷، نورالایضاح ص ۳۹، کتاب الفقہ ص ۱۹۳ جلد اول، کشف الاسرار ص ۴۵ جلد اول، مظاہر حق ص ۳۲۲ جلد اول)

غسل کے فرض ہونے کی صورت

حدث اکبر سے پاک ہونے کیلئے غسل فرض ہے اور حدث اکبر کے پیدا ہونے کے چار سبب ہیں:

پہلا سبب: خروج منی یعنی منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا۔ سونے میں یا جاگنے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں، جماع سے یا بغیر جماع کے، کسی خیال وتصور سے یا خاص حصہ کو ہاتھ سے حرکت دینے (مشت زنی) سے یا لواطت (اغلام بازی) سے یا کسی مردہ جانور سے خواہش پوری کرنے سے۔

اگر منی اپنی جگہ سے شہوت جدا ہوئی مگر خاص حصہ سے باہر نکلتے وقت شہوت نہ تھی تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔ مثال۔ منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی، مگر اس نے خاص حصہ کے سوراخ سے روئی یا ہاتھ ہٹا لیا اور منی بغیر شہوت خارج ہو گئی۔

مسئلہ: اگر کسی کے خاص حصہ سے کچھ منی نکلی اور کچھ اندر باقی رہ گئی اور اس نے غسل کرلیا، بعد غسل کے وہ منی جو باقی رہ گئی تھی وہ بغیر شہوت کے نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا، دوبارہ پھر غسل کرنا فرض ہے، بشرطیکہ یہ باقی منی قبل سونے کے اور قبل پیشاب کرنے کے اور قبل چالیس قدم یا اس سے زیادہ چلنے کے نکلے۔

مسئلہ: اگر کسی کے خاص حصہ سے پیشاب کرنے کے بعد منی نکلے تو اس پر بھی غسل فرض ہو گا بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو۔

مسئلہ: اگر کسی مرد یا عورت کو اپنے جسم یا کپڑے پر سو کر اٹھنے کے بعد تری معلوم ہو تو اس میں چودہ صورتیں ہیں منجملہ ان کے سات صورتوں میں غسل فرض ہے۔

مسئلہ: اگر (۱) یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو۔ (۲) یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ (۳) یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔ (۴) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔ (۵) شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔ (۶) شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔ (۷) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کی منی خاص حصہ کے سوراخ سے باہر نکل کر اس کھال کے اندر رہ جائے جو ختنہ میں کاٹ دی جاتی ہے تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا اگرچہ وہ منی اس کھال سے باہر نہ نکلی ہو۔ (بحر الرائق)

دوسرا سبب: ایلاج یعنی کسی شہوت والے مرد کے خاص حصہ کے سر کا یعنی سپاری کا کسی زندہ عورت کے خاص حصہ میں یا کسی دوسرے زندہ آدمی کے مشترک حصہ میں داخل ہونا خواہ مرد ہو یا عورت یا مخنث، منی گرے یا نہ گرے، اس صورت میں اگر دونوں میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہے تو دونوں پر ورنہ جس میں پائی جاتی ہیں اس پر غسل فرض ہو جا

ئے گا۔ اگر عورت کنواری (غیر شادی شدہ) ہو تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کی بکارت دور ہو جائے۔

مسئلہ: عورت کم سن (کم عمر ہو) ہو مگر ایسی کم سن نہ ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے خاص حصہ اور مشترک حصہ مل جانے کا خوف ہو تو اس کے خاص حصہ میں مرد کے خاص حصہ کا سر داخل ہونے سے مرد پر غسل فرض ہو جائے گا، اگر اس میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہو۔

مسئلہ: جس مرد کے خصیے کٹ گئے ہو اس کے خاص حصہ کا سر اگر کسی کے مشترک حصہ یا عورت کے خاص حصہ میں داخل ہو تب بھی غسل فرض ہو جائے گا دونوں پر۔ ورنہ جس میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہو اس پر۔

مسئلہ: اگر کسی مرد کے خاص حصہ کا سر کٹ گیا ہو تو اس کے جسم سے اسی مقدار کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کو کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر داخل کرے تو اگر جسم کی حرارت محسوس ہو تو غسل فرض ہ جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنے انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا منی گرے یا نہ گرے (شامی حاشیہ درمختار، بحر)

تیسرا سبب: حیض یعنی کسی عورت کے خاص حصہ سے حیض کے خون کا باہر آنا، کم سے کم مدت حیض کی تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس رات اور کم سے کم دو حیضوں کے درمیان میں پندرہ دن پاک رہتی ہے یعنی ایک حیض کے بعد کم سے کم پندرہ دن تک دوسرا حیض نہ آتا ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے ممکن ہے کہ کسی عورت کو تمام عمر حیض نہ آئے۔

حیض کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے حیض سمجھا جائے گا۔ جس عورت کے حیض کی عادت مقرر ہو گئی ہو اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے مگر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا۔

مثال: کسی عورت کو پانچ دن حیض آیا کرتا ہے اس کو اگر نو دن یا دس دن خون آئے تو یہ سب حیض سمجھا جائے گا۔ اگر کسی عورت کو تین دن یا زیادہ، اگر عادت مقرر ہوگئی ہو تو عادت کے موافق خون بند ہو جائے اور پندرہ دن یا اس سے زیادہ بند رہے اور اس کے بعد پھر خون آئے تو یہ دونوں خون علیحدہ علیحدہ دو حیض سمجھے جائیں گے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو دس دن سے کم حیض ہو کر بند رہے، اس کے بعد پھر خون آئے تو خون آنے کے وقت سے دس دن تک اس کے حیض کا زمانہ سمجھا جائے گا، اگر عادت مقرر نہ ہو ورنہ خون آنے کے دن سے بقدر عادت کے حیض سمجھا جائے گا۔

مثال: جس عورت کی عادت مقرر نہیں اس کو ایک دن خون آیا، اس کے بعد چودہ دن تک بند رہا اس کے بعد پھر خون آیا تو ایک دن وہ جس میں خون آیا اور نو دن وہ جن میں خون نہیں، یہ جملہ دس دن حیض سمجھے جائیں گے۔ حیض بند ہونے یا مدت کے ختم پر غسل کرے۔

(ہدایہ ص ۱۱ و ص ۱۲ جلد اول، کبیری ص ۵۴ شرح وقایہ ص ۱۵، علم الفقہ ص ۸۶، عالمگیری ص ۲۱۴ جلد اول، امداد الفتاوی ص ۴۹ تا ۵۳ ج ۱)

چوتھا سبب: نفاس یعنی عورت کے خاص حصہ یا مشترک حصہ سے نفاس کے خون کا باہر نکلنا۔ نفاس کا حکم اس وقت کے خون سے دیا جائے گا جو نصف سے زیادہ حصہ بچہ کے باہر آنے کے بعد نکلے، اس سے پہلے جو خون نکلے وہ نفاس نہیں۔ (بحر الرائق وغیرہ)

زیادہ سے زیادہ مدت نفاس کی چالیس دن رات ہے اور کم مدت کی کوئی حد نہیں ممکن ہے کہ کسی عورت کو بالکل نفاس نہ آئے۔

کم سے کم نفاس اور حیض کے درمیان میں عورت پندرہ دن طاہر (پاک) رہتی ہے نفاس کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے وہ نفاس سمجھا جائے گا۔ جس عورت کی عادت مقرر ہو اس کو عادت سے زیادہ خون آئے مگر چالیس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ سب نفاس سمجھا جائے گا۔

مثال: اگر کسی عورت کو بیس دن نفاس کی عادت ہو اس کو انتالیس یا پورے چالیس دن خون آئے تو یہ سب خون نفاس سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو چالیس دن سے کم نفاس ہو جائے اور پھر چالیس دن کے اندر ہی دوسرا خون آئے اور وہ خون چالیس دن کی حد سے آگے نہ بڑھے تو یہ سب زمانہ یعنی جس میں پہلا خون آیا اور جس میں بند رہا اور جس میں دوسرا خون آیا نفاس سمجھا جائے گا اور اگر دوسرا خون چالیس دن کی حد سے آگے بڑھ جائے تو پہلے خون سے چالیس دن تک اگر عادت مقرر نہ ہو اور اگر عادت مقرر ہو تو بقدر عادت سمجھا جائے گا۔

مثال نمبر ۱: اگر کسی عورت کو عادت والی ہو یا بے عادت پندرہ دن نفاس ہو کر بیس دن بند رہا اور پانچ دن پھر خون آیا تو یہ سب زمانہ جس کا مجموعہ چالیس دن ہوتا ہے نفاس سمجھا جائے گا۔

مثال نمبر ۲: جس عورت کی عادت بیس دن نفاس کی ہو، اس کو پندرہ دن خون آ کر پندرہ دن بند رہے اور پھر گیارہ دن خون آئے تو پندرہ دن جن میں پہلا خون آیا ہے اور پانچ دن جن میں خون بند رہا جملہ بیس دن اس کا نفاس ہوگا، اس لیے کہ دوسرا خون چالیس دن کی حد سے آگے بڑھ گیا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوا اور دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فصل (وقفہ) ہو تو اس کا نفاس پہلے بچہ کے بعد سے ہوگا۔ پس اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے اندر پیدا ہوا تو جو خون اس کے بعد آئے وہ بھی نفاس ہے بشرطیکہ اتنے دن آئے کہ پہلے خون سے مل کر چالیس دن یا اس سے کم ہو زیادہ نہ ہو اور اگر اتنے دن ہو کہ پہلے خون سے مل کر چالیس دن تک ورنہ جس قدر عادت ہے اس قدر نفاس سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوا اور دونوں کی ولادت میں چھ مہینے یا اس سے زیادہ کا فصل ہو اور دونوں بچوں کے بعد خون آئے تو وہ دونوں خون علیحدہ علیحدہ دو نفاس سمجھے جائیں گے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کے پیٹ میں زخم وغیرہ کی وجہ سے سوراخ ہو گیا ہو اور بچہ اس سوراخ سے پیدا ہو گیا ہو تو اگر خون اس کے خاص حصہ یا مشترک حصہ سے باہر آئے تو وہ نفاس سمجھا جائے گا۔ (بحر الرائق وغیرہ، علم الفقہ ص ۸۸ جلد اول)

مسئلہ: احتلام (بدخوابی) سے بھی غسل فرض ہو جاتا ہے، مرد و عورت پر بشرطیکہ منی خارج ہو جائے۔ (ہدایہ ص ۱۱ جلد اول، کبیری ص ۵۴)

مسئلہ: خلاصہ یہ ہے کہ چار چیزوں سے غسل واجب ہوجاتا ہے۔(۱) جوش کے ساتھ منی نکلنا۔(۲) مرد کی سپاری کا اندر چلا جانا۔(۳) حیض اور (۴) نفاس کے خون کا بند ہوجانا۔
(بہشتی زیور ص۵۷ جلد اول)

جنابت میں غسل کی حکمت

سوال: ایک ہندو نے اعتراضاً مجھ سے کہا ہے کہ اہل اسلام اندھا دھند عبادت کرتے ہیں اور تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں، مثلاً منی کے نکلنے سے غسل لازم نہیں آتا کہ تمام جسم کا غسل کیا جائے بلکہ صرف عضو تناسل کی تطہیر سے انسان پاک ہوجاتا ہے اگر تمام بدن ناپاک ہوجاتا ہے تو کس طرح؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ ان کو ہر ایک اہل اسلام بھی نہیں پہچانتا، چہ جائیکہ غیر مسلم، بس اس بحث میں نہیں پڑنا چاہئے۔
مختصر یہ کہ منی چونکہ بدن کے تمام حصوں سے سمٹ کر خارج ہوتی ہے، پھر یہ کہ آدمی کے نہانے سے بدن سے ضائع شدہ قوت کی تلافی ہوجاتی ہے۔اس لیے اسلام نے تمام جسم کا دھونا یعنی غسل کو ضروری قرار دیا ہے۔﴿فتاویٰ دارالعلوم ص۱۵۴ جلد۱﴾

غسل خانہ کیسا ہو؟

مسئلہ: بغیر چھت کے غسل خانہ میں بلکہ اگر تنہا ہو تو کھلی فضاء میں بھی برہنہ (ننگا) ہوکر غسل کرنا جائز ہے البتہ غسل خانہ کے دروازہ پر پردہ ڈالنا افضل ہے، (جبکہ کواڑ نہ ہو) اوپر کی طرف یعنی چھت کی طرف پردہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳۲ ج ۲)

برہنہ (ننگا) غسل کرنا جائز تو ہے مگر خلاف سنت ہے، اور مستحب وافضل یہی ہے کہ لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کرے، کیونکہ ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ شرم کرنے والے اور پردہ کرنے والے کو پسند کرتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو ضرور پردہ کرے۔'' او کما قال علیہ السلام، (طحطاوی علی المراقی ص ۵۷)

مسئلہ: غسل خانہ میں اگر بے پردگی کہیں سے نہیں ہوتی تو اس میں برہنہ ہوکر نہانا درست

ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۶۰ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۳۸۷ جلد ۴۔ بحوالہ غنیۃ المستملی ص ۵۰)
(نیز تنہا مکان میں برہنہ بھی غسل درست ہے جبکہ کہیں سے بے پردگی نہ ہوتی ہو اور غسل کے وضو سے نماز درست ہے)۔

مسئلہ : غسل خانہ میں اگر روشنی کا انتظام نہیں ہے تو وہاں روشنی کا انتظام کرلیں خواہ چراغ سے یا بجلی سے۔ (مفہوم فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۲ جلد ۱۰)

مسئلہ : پردہ کی جگہ پر کپڑے اتار کر غسل کرنا جائز ہے، نیز اگر مرد کھلے میدان میں ناف سے گھٹنوں تک کپڑا باندھ کر غسل کرے تو جائز ہے اور ناف سے گھٹنوں تک (کا حصہ) ستر کھولنا حرام ہے۔ (کسی کے سامنے)۔ آپ کے مسائل ص ۵۰ جلد ۲)

مسئلہ : اگر نیکر، جانگیہ پہن کر کپڑے کے نیچے پانی پہنچ جائے اور بدن کا پوشیدہ حصہ بھی دھل جائے تو غسل صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۸۱ جلد ۲)

مسئلہ : اٹیچ باتھ روم میں غسل صحیح ہے جبکہ وہ پاک ہو اور ناپاک جگہ سے چھینٹیں بھی نہ آتی ہو۔ اگر وہ جگہ مشکوک ہو، تو پانی بہا کر پہلے اس کو پاک کرلیا جائے، پھر غسل کیا جائے۔
(آپ کے مسائل ص ۵۲ جلد ۲)

مسئلہ: غسل کرنا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دونوں طرح جائز ہے اور بیٹھ کر غسل کرنا اس اعتبار سے کہ اس میں پردہ زیادہ ہے، افضل ہوگا۔ (جبکہ بغیر کپڑوں کے کھلی جگہ پر غسل کر رہا ہے)
(امداد الفتاویٰ ص ۳۶ جلد اول)

مسئلہ: مرد پر غسل واجب ہو (پردہ وغیرہ باندھنے کے لیے کپڑے وغیرہ کا انتظام نہ ہوتو) مردوں کے سامنے نہانا پڑے اور اسی طرح عورت پر غسل ضروری ہو اور اسے صرف عورتوں کے مجمع میں نہانا پڑے تو نہا سکتے ہیں۔

(کشف الاسرار، ص ۲۵ جلد اول، علم الفقہ ص ۱۰۱ جلد اول، فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ غسل خانہ یا بیت الخلاء میں عوام باتیں کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ البتہ بلاضرورت باتیں نہ کریں۔ (اغلاط العلوم ص ۲۹)

مسئلہ : اگر غسل بالکل برہنہ ہو کر کیا جائے تو اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا

مکروہ تنزیہی ہے بلکہ شمالاً جنوباً ہونا چاہیے، اور اگر ستر ڈھانک کر غسل کیا جائے تو اس صورت میں کسی بھی طرف رخ کر کے غسل کیا جا سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۴ جلد ۲)

غسل خانہ میں جانے اور نکلنے کا مسنون طریقہ

مسئلہ: غسل خانہ (باتھ روم) میں بالعموم صفائی نہیں ہوتی اس لیے بیت الخلاء (فلش) کی طرح غسل خانہ میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلتے وقت دایاں پاؤں نکالے۔ غسل سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے، مگر غسل خانہ میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے اور فارغ ہونے کے بعد غسل خانہ سے باہر نکل کر وضو والی دعاء پڑھے۔ اگر غسل خانہ نہایت صاف ستھرا ہو اور اس کے اندر بیت الخلاء (فلش اٹیچ) نہ ہو تو اس میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت جو پاؤں چاہے رکھے اور بسم اللہ بھی غسل خانہ کے اندر کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھے۔ (اگر کوئی لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کر رہا ہو تو کپڑے اتارنے کے بعد بسم اللہ پڑھے اور حالت غسل میں وضو کی دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳۷ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۴۵ جلد اول و فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۹ جلد اول)

مسئلہ: غسل کرتے وقت جو لوگ بلند آواز سے کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں یہ ناجائز اور خلاف ادب ہے۔ (نماز مسنون ص ۱۰۲)

مسئلہ: غسل کرتے وقت کوئی دعاء کوئی کلمہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اور نہ درود شریف ضروری ہے بلکہ اگر بدن پر کپڑا نہ ہو تو ایسی حالت میں دعا، کلمہ اور درود شریف وغیرہ جائز ہی نہیں ہے۔ برہنگی (ننگے ہونے) کی حالت میں خاموش رہنے کا حکم ہے اس وقت کلمہ وغیرہ پڑھنا ناواقفوں کی ایجاد ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۴۹ جلد دوم)

غسل خانہ میں پیشاب کرنا

مسئلہ: غسل خانہ اگر کچا ہے اس میں سے پیشاب بہہ کر نہیں نکلتا تو ایسے غسل خانہ میں پیشاب کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر غسل خانہ پختہ ہے کہ پانی کے ساتھ پیشاب بھی بہہ کر نکل جاتا ہے تو ایسے غسل خانہ میں پیشاب کرنا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ آج کل عام طور پر شہروں

میں غسل خانے پکے بنے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس میں پانی نکلنے کی نالی بھی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ نیز آج کل تو اکثر دیہاتوں میں بھی پکے بنتے ہیں اس لیے آج کل غسل خانوں میں (ضرورت کے وقت جہاں پر پیشاب خانہ نہیں ہے، یا غسل کے وقت) پیشاب کر کے اگر پانی بہا دیا جائے تو بلا کراہت جائز ہے۔ (بذل المجھود ص ۱۹ جلد ۲)

مسئلہ: غسل خانہ میں پیشاب نہیں کرنا چاہیے، اس سے وسوسہ کا مرض ہو جاتا ہے اور اگر غسل خانہ میں کسی نے پیشاب کر دیا ہو تو غسل سے پہلے اس کو دھو کر پاک کر لینا چاہیے۔

(آپ کے مسائل ص ۳۲ جلد ۲)

غسل میں مصنوعی دانتوں کا حکم

مسئلہ: دانت میں چاندی بھری ہونے پر غسل اور وضو ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: مصنوعی دانت لگا کر وضو ہو جاتا ہے، ان کا نکالنا ضروری نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۴۳ جلد دوم و احسن الفتاویٰ ص ۳۲ جلد ۲)

مسئلہ: دانتوں کے بیچ میں ڈلی کا دھرا (چھالیہ کا ٹکڑا وغیرہ) پھنس گیا تو اس کو خلال سے نکال ڈالے، اگر اس کی وجہ سے دانتوں کے بیچ میں پانی نہ پہنچے تو غسل نہ ہوگا۔

(بہشتی زیور ص ۵۸ جلد اول بحوالہ منیہ ص ۱۷)

مسئلہ: اگر آسانی سے نکل سکتا ہو تو نکال دینا چاہیے۔ ڈاڑھ دانت سے چھالیہ وغیرہ۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۵۴! ج اول بحوالہ عالمگیری ص ۱۳ جلد و امداد الفتاویٰ ص ۴۶ جلد اول)

مسئلہ: دانتوں میں جن کا دھونا ہے، خلا ہو یا جھری ہو اور اس میں غذا پھنس کر رہ گئی ہو، تو اس سے غسل باطل نہیں ہوتا لیکن زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ دانتوں کے درمیان اور مسوڑھوں پر جو غذا یا میل کچیل ہو اس کو نکال دیا جائے یعنی صاف کر لیا جائے تاکہ پانی اس جگہ پر پہنچ جائے۔ نیز اگر کسی نے منہ میں پانی ڈالا اور نگل لیا یعنی پی لیا تو کلی کا فرض ادا ہو گیا بشرطیکہ پانی تمام منہ میں پہنچ گیا ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۱۸۱ جلد اول)

مسئلہ: اگر دانتوں کے اندر کوئی ایسی چیز پھنسی ہوئی ہو جو پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ ہو تو غسل جنابت (ناپاکی کے غسل) کیلئے اس کا نکالنا ضروری ہے ورنہ غسل صحیح نہ ہوگا۔ مگر یہ حکم

اسی وقت ہے جبکہ اس کا نکالنا بغیر مشقت کے ممکن بھی ہو، لیکن جو چیز اس طرح جمادیدجائے کہ وہ اتر نہ سکے تو اس کے ظاہری حصہ کو دانت کا حکم دے دیا جائے گا۔ اس کو اتارے بغیر غسل جائز ہوگا، نیز دانت (میں مسالہ وغیرہ) بھروانے کے بعد جب مسالہ دانت کے ساتھ پیوست ہو جائے اس کا حکم اجنبی چیز کا نہیں رہتا، اس لیے وہ غسل صحیح ہونے سے مانع نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۲ جلد دوم، وفتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۵ جلد اول بحوالہ ردالمختار و عالمگیری ص ۱۳ جلد اول باب الغسل) (یعنی اس کے ہوتے ہوئے غسل صحیح ہے۔ محمد رفعت قاسمی، غفرلہ،)

مسئلہ: ٹوٹے ہوئے دانت کو خواہ تار وغیرہ سے باندھے، غسل میں کچھ حرج نہیں ہوگا، غسل میں مضمضہ (یعنی کلی) کرلینا کافی ہوگا۔ دانتوں کی جڑ میں پانی پہنچانا مقصود اور ضروری نہیں ہے اور جس کام میں حرج ہو وہ شرعاً معاف ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۶ جلد اول بحوالہ عالمگیری ص ۱۲ جلد اول ونظام الفتاویٰ ص ۱۰۴ جلد اول)

مسئلہ: وضو اور غسل کی حالت میں منہ کے اندر کوئی ریزہ (چنے سے کم) ہو اور نہ نکالے تو غسل اور وضو درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۷ جلد اول بحوالہ عالمگیری باب فرائض وضو ص ۱۲ جلد اول)

مسئلہ: جو لوگ پان کھانے کے عادی ہیں یا جو عورتیں مسی لگاتی ہے اس کے دانتوں میں چونہ ومسی کی تہہ جم جاتی ہے، اگر چھڑانے میں دشواری ہو تو پھر بغیر چھڑائے وضو وغسل درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۸ جلد اول)

مسئلہ: دانتوں کے درمیان کھانا وغیرہ عموماً پانی جیسی چیز کو پہنچنے سے نہیں روکتا، لیکن دانتوں کے درمیان پھنسے ہوئے غذا کے ریزے کا نکالنا افضل ہے اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔

(کشف الاسرار ص ۲۳ جلد اول)

اگر ناپاک نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا؟

سوال: اگر جنبی نے بالٹی میں ہاتھ ڈال کر اور پانی لے کر غسل کیا تو پانی پاک رہے گا یا نہیں؟

جواب: اگر ناپاک کے ہاتھ میں ظاہری نجاست نہ لگی ہو تو پانی پاک ہے مگر ہاتھ ڈالنے سے مستعمل ہو جانے کی وجہ سے اس پانی سے غسل درست نہ ہوگا۔ لہٰذا ہاتھ دھو کر بالٹی میں ڈالے۔ البتہ اگر بغیر ہاتھ ڈالے پانی لینے کی اور کوئی صورت نہ ہو تو ایسی مجبوری میں یہ

پانی مستعمل شمار نہ ہوگا۔ بعض فتاویٰ کے مطابق اگر صرف انگلیاں پانی میں ڈالیں،، ہتھیلی نہیں ڈوبی تو پانی مستعمل نہیں ہوا، مگر اس کی وجہ غیر معقول ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۰ جلد دوم بحوالہ ردالمختار ص ۱۸۴ جلد اول)

مسئلہ: جنبی کا ایسے برتن میں ہاتھ ڈالنا جس میں نل میں سے پانی بالٹی میں گر کر بہنے لگے اور جنبی ہاتھ ڈال کر غسل کرنے لگے تو یہ پانی پاک ہے اور اس سے غسل بھی درست ہے اس لیے کہ یہ جاری ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۱ جلد ۲ بحوالہ ہدایہ ص ۳۶ ج ۱)

مسئلہ: بچہ کے ہاتھ ڈالنے سے پانی نجس نہیں ہوتا، البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائے گا، چونکہ چھوٹے بچوں کا اعتبار نہیں ہے، اس لیے دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس پانی سے وضو (وغسل) کرنا بہتر نہیں ہے۔

غسل کے پانی کی چھینٹوں کا حکم

مسئلہ: غسل کے وقت نیچے سے چھینٹیں اٹھ کر بالٹی میں گرتی ہیں۔ تو یہ پاک ہیں (تھوڑی بہت چھینٹوں سے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا) اس سے غسل بھی صحیح ہے، کیونکہ مستعمل پانی دوسرے پانی سے کم ہو تو وہ مطہر ہے (پاک کرنے والا) البتہ مستعمل پانی زیادہ ہو یا دونوں برابر ہو تو اس سے غسل درست نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۱ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۶۸ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۰ جلد اول و ص ۱۷۳ جلد اول)

مسئلہ: غسل خانہ کی دیواروں پر جو چھینٹیں پڑتی ہیں، اس سے غسل میں نقص نہیں ہوتا غسل ہو جاتا ہے، وہم نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۸ جلد اول الاشباہ والنظائر ص ۹۸)

مسئلہ: وضو یا غسل میں استعمال شدہ پانی پاک ہے، لیکن اس کا اندرونی استعمال مکروہ تنزیہی ہے، اس سے وضو اور غسل درست نہیں ہے۔ البتہ نجاست حقیقیہ کیلئے مطہر ہے یعنی اس سے نجس چیزیں دھوئی جائیں تو پاک ہو جائیں گی۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۰ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۸۵ جلد اول)

مسئلہ: غسل کرنے والے کی چھینٹ اگر حوض میں پڑ جائے تو حوض کا پانی پاک ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۳۶۵ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۸۵ جلد اول باب المیاہ)

منہ کے اندرونی وبیرونی حدود کیا ہیں؟

مسئلہ: غسل میں منہ کے اندر اس حد تک دھونا فرض ہے جو کہ وضو میں مسنون ہے جس کو کلی یعنی مضمضہ کہتے ہیں اور منہ اٹھا کر غرغرہ کرنا یہ سنت ہے فرض نہیں ہے، پس کوا جو زبان سے پرے ہے اس کا دھونا غسل میں فرض نہیں ہے، فرض اس قدر ہے جس پر اطلاق مضمضہ کا آتا ہے یعنی جبکہ پانی منہ میں کلی کیلئے لیں تو جہاں تک سر جھکائے ہوئے بغیر غرغرہ کے پانی پہنچ سکے وہ فرض ہے، الغرض کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا جو کہ وضوء میں سنت ہے غسل میں فرض ہے نیز غسل میں ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور باقی سنت ہے یعنی تین مرتبہ سنت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۲ جلد اول بحوالہ رد المحتار ص ۱۴۰ جلد اول و عالمگیری ص ۵ جلد اول باب الوضوء)

مسئلہ: اگر کسی نے منہ بھر کر پانی پی لیا تو یہ کلی کے قائم مقام ہو جائے گا، پھر مستقل الگ سے کلی کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر پھر بھی کلی کر لینا بہتر ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۳۱ جلد دوم بحوالہ رد المحتار ص ۱۴۱ جلد اول)

مسئلہ: غسل میں کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یاد نہیں رہا تو بعد میں کر لے، غسل کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۳ جلد ۲ و منیہ ص ۱۴)

مسئلہ: اگر غسل میں یاد آئے کہ فلاں جگہ سوکھی رہ گئی تو اس جگہ کو دھو ڈالے صرف گیلا ہاتھ پھیرنا کافی نہیں ہے، اور دوبارہ غسل واجب نہیں صرف وہ جگہ دھو لے مثلاً اگر ناک میں پانی نہیں ڈالا تو ناک میں پانی ڈالے۔ اسی طرح ہر عضو کو دوبارہ دھو لے جو سوکھا رہ گیا تھا، کیونکہ بدن پر بال برابر بھی جگہ سوکھی رہ گئی تو غسل نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۳ جلد اول)

عورت کے تصور میں منی کا نکلنا

سوال: ایک شخص کو بیٹھے بیٹھے کسی لڑکی کا خیال آیا، یا اس نے کسی کو دیکھا، یا عورت کی تصویر دیکھی یا ناول وغیرہ پڑھتے ہوئے گندے خیالات اور شہوت پیدا ہوئی اور اس کے بعد خیالات میں گم ہو گیا، اس وقت شرمگاہ سے رطوبت خارج ہوئی تو اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

اور اگر منی بلا کسی گندے خیال و تصور کے نکلے جیسے کہ کبھی جریان کا مرض ہو تو پیشاب کے بعد نکلتی ہے تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر اس تصور و خیال سے شہوت پیدا ہوئی اور عضو میں (یعنی ذکر میں) ایستادگی (سختی) پیدا ہوئی، اس کے بعد منی کا خروج ہوا یعنی منی نکلی تو غسل واجب ہوگا، اور اگر مذی کا خروج ہوا تو غسل واجب نہ ہوگا، مذی کے نکلنے پر صرف وضو کر لینا کافی ہے۔ (بدن یا کپڑے پر مذی لگی ہو واس کو دھو کر پاک کر لینا ضروری ہے) نکلنے والی چیز منی ہے یا مذی یا ودی، اس کی پہچان کیلئے تینوں چیزوں کی تعریف اور فرق معلوم ہو تو اس کا تعین کیا جا سکتا ہے اور پھر حکم کی تعیین بھی آسان ہوگی۔ (فقہاء کرامؒ نے ہر ایک کی تعریف اس طرح کی ہے:

مذی اس پتلی رطوبت کو کہا جاتا ہے جو شہوت کے وقت خارج ہوتی ہے، اس کی رنگت سپید ہوتی ہے، اس میں اور منی میں فرق یہ ہے کہ:

مذی کے نکلنے کے وقت کوئی شہوت یا لذت حاصل نہیں ہوتی، منی میں ہوتی ہے۔

منی کا نکلنا قوت اور جست (کود) کے ساتھ ہوتا ہے، اس کے بعد انتشار ختم ہو جاتا ہے، مذی میں یہ سب باتیں نہیں ہوتیں۔ علاوہ ازیں منی کی رنگت زیادہ صاف ہوئی ہے اور کچے چھوہارے کی سی بو اس میں ہوتی ہے، ودی بھورے رنگ کی ہوتی ہے جو پیشاب کے بعد اور کبھی اس پہلے نکلتی ہے اور پیشاب سے گاڑھی ہوتی ہے۔ (نور الایضاح ص ۲۷)

عمدۃ الفقہ ص ۱۱۱ جلد ۲ موجبات غسل میں اس طرح تعریف لکھی ہے، منی، مذی اور ودی میں یہ فرق ہے کہ مرد کی منی غلیظ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے اور عورتوں کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گولائی والی ہوئی ہے، مردوں کی منی لمبائی میں پھیلتی ہے منی بہت لذت سے شہوت کے کے ساتھ کود کر نکلتی ہے اور خرما (چھوہارے) کے شگوفہ جیسی بو اس میں ہوتی ہے اور اس میں چپکاہٹ بھی ہوتی ہے، اور اس کے نکلنے سے عضو خاص سست ہو جاتا ہے، یعنی شہوت و جوش جاتا رہتا ہے۔

مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے، شہوت کے ساتھ بوس و کنار (لپٹنے چمٹنے اور پیار) کرنے سے بغیر کودے اور بغیر لذت و شہوت کے نکلتی ہے، اس کے نکلنے پر شہوت قائم رہتی

ہے اور جوش کم نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ ہوتا ہے ودی گاڑھا پیشاب ہوتا ہے خواہ پیشاب کے بعد بلاشہوت نکلے یا بعد جماع (صحبت ہم بستری) یا غسل کے بعد بلاشہوت نکلے۔

صورت مسئولہ میں مذکورہ وجوہات میں سے کسی وجہ سے گندے خیالات اور شہوت وعضو میں ایستادگی پیدا ہوئی اور اس کے بعد رطوبت نکلی۔

مندرجہ بالا منی، مذی کی تعریف اور علامات کے پیش نظر اگر یہ فیصلہ کرے کہ خارج ہونے والی چیز منی ہے تو غسل واجب ہوگا۔

مسئلہ: غسل فرض ہونے کے اسباب میں منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوکر جسم سے باہر نکلنا خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں، جماع کے کسی خیال و تصور سے یا خاص حصہ کو حرکت دینے سے یا کسی اور طرح سے۔ (بہشتی گوہر ص ۱۷)

مسئلہ: اگر اس وقت بالکل شہوت نہ ہو، نہ گندے خیالات ہو نہ عضو میں ایستادگی ہو اور پیشاب کے بعد مرض جریان (دھات) کی وجہ سے منی نکل جائے تو غسل واجب نہ ہوگا اور اگر شہوت ہو اور ذکر منتشر ہو (ایستادگی ہو) تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا۔

مسئلہ: عمدۃ الفقہ ص ۷۹ جلد اول میں ہے: اگر کسی نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے منی نکلی، اگر اس کے ذکر میں ایستادگی تھی یا وہ منی شہوت کے ساتھ کود کر نکلی تو غسل واجب ہوگا، اور اگر عضو سست تھا اور بغیر شہوت کے نکلی تو واجب نہیں (البتہ وضو ٹوٹ جائے گا)۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴۱ جلد ۷ ص ۱۴۴ جلد ۷، بحوالہ طحطاوی ص ۵۵ و درمختار و شامی ص ۱۴۹، جلد اول ابحاث الغسل)

مسئلہ: مذی، سفید رقیق (پتلا) پانی ہے جو شہوت کے وقت نکلتی ہے مگر شہوت کے ساتھ نہیں نکلتی اور ودی پیشاب کے بعد نکلتی ہے، اور یہ دونوں (مذی اور ودی) نجاست غلیظہ ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۸ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۱۵۲، ص ۳۹۳)

مسئلہ: اگر کسی کو دھات آئے تو اس سے غسل واجب نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۶ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۱۵۲ جلد اول)

مسئلہ: مذی ناپاک ہے، کپڑے اور بدن پر لگنے سے کپڑا اور بدن ناپاک ہو جاتا ہے، اس کی مقدار کم ہو تو دھونا واجب نہیں، بہتر ہے، مقدار زیادہ ہو تو دھونا ضروری ہو جاتا ہے، اس

کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا، البتہ وضوٹوٹ جاتا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۳۶۴ جلد ۴)
(مگر وضوٹوٹ جاتا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ،)

جومرد عورت جسمانی طور پر صحت منداور طبعی طور پر بالکل درست اور معتدل ہوتے ہیں ان کی منی کا رنگ وغیرہ اکثر اس طرح کا ہوتا ہے کہ مرد کی منی گاڑھی، سفیداور عورت کی منی پتلی زرد ہوتی ہے۔ اور یہ وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ بعض مردوں کی منی کسی مرض اور نقص کی وجہ سے پتلی بھی ہو جاتی ہے۔ اور بعض مردوں کی منی زیادہ جماع (کثرت مباشرت) کرنے کی وجہ سے سرخ رنگت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح عورتیں جو طبعی طور پر زیادہ قوی ہوتی ہیں ان کی منی کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۴۱۰ جلد اول)

نجاست کی معافی کا مطلب

مسئلہ: معافی کا مطلب یہ ہے کی اس کے ساتھ نماز پڑھ لی اور بعد میں اس قلیل نجاست کا علم ہوا تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اور نماز کے دوران نجاست کا علم ہوا اور نماز توڑنے میں جماعت فوت ہو جانے کا خوف ہو تو نماز نہ توڑے، اور اگر جماعت فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو یا تنہا پڑھ رہا ہو اور قضاء ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ نماز توڑ دے اور نجاست زائل کر کے نماز پڑھے، قضاء ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز نہ توڑے۔

معافی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دھونے کو ضروری نہ سمجھے بلکہ اولین فرصت میں اسے دھو لینا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۶ جلد ۷ بحوالہ طحطاوی ص ۸۴ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۶ جلد اول)

خضاب لگایا ہو تو وضو اور غسل ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ: سیاہ خضاب لگانا سخت گناہ ہے، احادیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔
(تفصیل دیکھیے فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۰ جلد ۲)

لہٰذا خالص سیاہ خضاب نہ لگایا جائے، سرخ یا مہندی کا خضاب لگایا جائے، اگر کسی نے باوجود ناجائز ہونے کے خالص سیاہ خضاب لگایا ہو اگر وہ پانی کی طرح پتلا ہو اور خشک ہونے کے

بعد بالوں تک پانی پہنچانے کیلئے رکاوٹ نہ بنتا ہو تو اس صورت میں وضوو غسل ہو جائے گا اور اگر وہ گاڑھا ہو بالوں تک پانی پہنچنے کیلئے رکاوٹ بنتا ہو تو پھر وضوو غسل صحیح نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴۵ جلد ۷، بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۳۸۳، ابوداؤد شریف ص ۲۲۶ جلد دوم

اگر فیشن کی وجہ سے بالوں میں رنگ لگایا؟

سوال: یہاں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں سر کے بالوں کو رنگنے کا فیشن ہے تو ایسی حالت میں فرض غسل ان کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ خضاب پر اس کو قیاس کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب: مہندی جیسا رقیق رنگ ہو تو غسل صحیح ہو جائے گا مگر یہ فیشن قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴۶ جلد ۷)

جسم میں کہیں سوراخ ہو جائے تو غسل کیسے کرے؟

مسئلہ: جسم میں اگر کہیں سوراخ ہو جائے مثلاً کسی شخص کے جسم پر گولی لگنے سے سوراخ ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ نلکی یا سلائی وغیرہ سے وہاں پر پانی پہنچانے پر مجبور کیا جائے بلکہ یہ واجب ہے کہ صرف اس حصہ تک دھویا جائے جہاں تکلیف اور دشواری نہ ہو۔

(کتاب الفقہ ص ۱۸۷ جلد اول وامداد الفتاویٰ ص ۵۷ جلد اول)

احتلام یاد نہ ہونے پر غسل کا حکم

مسئلہ: مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوئی ہے اور عورت کی منی پیلی اور پتلی ہوتی ہے، مرد کی منی لمبائی میں گرتی ہے اور عورت کی پھیل کر، اب اگر سونے کے بعد بستر پر منی نظر آئے تو جس کی علامت پائی جائے گی اور جس کو احتلام یاد ہوگا اس پر غسل واجب ہوگا، اور جب منی میں تمیز نہ ہو اور نہ کوئی پہلے بستر پر سویا ہے تو دونوں پر غسل لازم ہوگا، اور کوئی پہلے سویا ہوا اور بستر کی منی خشک ہو چکی ہو تو ظاہری طور پر یہ علامت ہوگی کہ پہلے کی ہے لہٰذا ان دونوں میں سے کسی پر غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ کسی کو احتلام ہونا یاد نہیں ہے۔ (کشف الاسرار ص ۳۸ جلد اول)

مسئلہ: مست و بے ہوش کی مستی اور بے ہوشی جب جاتی رہے تو غسل اس پر ضروری نہیں ہے۔ (کشف الاسرار ص ۴۲ جلد اول)

مسئلہ: اگر کسی کو دھات آئے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۶ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۵۳ جلد اول)

(پیشاب کرنے سے پہلے یا بعد میں گاڑھا پانی پیشاب کی طرح کا ہوتا ہے۔)

مسئلہ: نیند سے اٹھ کر عضو پر تری دیکھی اور منی کا اثر کپڑے اور بدن پر مطلقا نہیں اور یقین ہے کہ وہ منی نہیں ہے تو غسل واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۸ جلد اول بحوالہ غنیۃ ص ۴۱)

(صرف عضو کو دھونا کافی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ: اگر منی کپڑے پر گر جائے اور کپڑے کو دھو کر پاک کر لیا جائے مگر داغ ودھبہ نہ جائے تو کچھ حرج نہیں ہے وہ کپڑا پاک ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۲۴ جلد اول بحوالہ ردالمختار ۳۰۴ جلد اول باب الانجاس)

منی کو روک لیا جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: مجھ کو چند روز سے بدخوابی زیادہ ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ عادت ہوگئی ہے کہ احتلام کو روک لیتا ہوں، بعض مرتبہ تو قطرہ وغیرہ کچھ نہیں نکلتا اور بعض وقت ایک آدھ قطرہ نکل جاتا ہے، مجھ کو بعض وقت یہ شبہ ہوتا ہے کہ قطرہ شہوت کے ساتھ نکلا اور بعض مرتبہ بغیر شہوت کے نکلنے کا یقین ہوتا ہے۔ احتلام کو روک دینے کے بعد بلاشہوت بھی ایک دو قطرہ آجاتا ہے، ایسی حالت میں غسل فرض ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: جس صورت میں قطرہ، آدھ قطرہ نکلنے کا یقین ہو اس صورت میں غسل واجب ہوتا ہے اور جس صورت میں قطرہ وغیرہ نکلنے کا یقین بالکل نہ ہو، اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا اور احتلام کو روک لینے کے بعد بلاشہوت اگر قطرہ نکل آئے تو امام ابو یوسفؒ اس میں غسل کو واجب نہیں فرماتے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ غسل کو واجب فرماتے ہیں اور اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ (یعنی غسل کر لینے میں)

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۳ جلد اول بحوالہ ردالمختار ۱۴۹ جلد اول)

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک منی ناپاک ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۴ جلد اول وردالمختار ص ۲۸۹ جلد اول وعالمگیری مصری ص ۲۵۸ جلد اول)

مسئلہ: احتلام والے اور جنبی کا ہاتھ پاک ہے اور جس برتن کو وہ چھوئے وہ بھی پاک ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ۳۴۷ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۶۱ جلد اول و مرقات حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۹ جلد اول)

(اگر ہاتھ میں گندگی لگی ہو جیسے منی وغیرہ تو ناپاک ہوگا۔ محمد رفعت غفرلہ،)

مسئلہ: حالت جنابت کا پسینہ ناپاک نہیں ہے اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۲۳ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۲۰۵ جلد اول باب فی السور)

مسئلہ: غسل کے بعد نجس کپڑا (احتلام والا) اگر بدن خشک کر کے پہنا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر بدن تر ہے تو اس ناپاک لباس کو نہ پہنے کہ احتمال بدن کے ناپاک ہونے کا ہے۔

(فتاویٰ ص ۳۱۹ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۳۲۱ باب الاستنجاء)

(یعنی ناپاک کپڑا خشک بدن پر پہن تو سکتے ہیں لیکن اس سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہ،)

مسئلہ: اگر کسی شخص کو احتلام ہوا اور اس نے عضو مخصوص کو دبالیا یہاں تک کہ شہوت جاتی رہی پھر اس کے بعد منی نکلی تو غسل لازم ہوگا۔

مسئلہ: کسی پر شہوت کی نظر پڑ گئی اور منی اپنی جگہ سے چلی پھر اس نے عضو مخصوص کو داب لیا، شہوت تھوڑی دیر میں ختم ہوگئی اب منی نکلی، یا غسل کر لیا اور پیشاب نہیں کیا تھا، بعد میں پیشاب جب کیا تو پھر بقیہ منی بغیر شہوت کے نکلی تو ان صورتوں میں (طرفین کے نزدیک، امام اعظمؒ اور امام محمدؒ) غسل دوبارہ واجب ہوگا۔ (کشف الاسرار ص ۳۴ جلد اول)

غسل کے بعد وضو کرنا

مسئلہ: غسل سے فراغت کے بعد بعض لوگ وضو کرتے ہیں یہ بالکل ضروری نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا نہیں چاہیے۔ غسل کے شروع میں وضو کر لینا مسنون ہے اور اگر غلطی سے کسی نے غسل کی ابتداء میں وضو نہ کیا، بغیر وضو ہی کے تمام بدن پر پانی ڈال کر غسل کر لیا، تب بھی غسل کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جب تمام بدن پانی ڈالنے سے تر ہوگیا تو اس میں وضو بھی ہوگیا، اگرچہ خلاف سنت ہوا۔ (الجواب المتین ۱۰ اور آپ کے مسائل ص ۴۹ جلد دوم)

مسئلہ: اگر غسل سنت کے مطابق ادا نہ کیا جائے صرف کلی کر لی، ناک میں پانی ڈالا اور

پورے بدن پر پانی بہالیا تو پاکی کی حالت ہو جائے گی کیونکہ غسل میں یہی تین چیزیں فرض ہیں۔ (آپ کے مسائل ص۵۰ جلد دوم)

مسئلہ: گہرے اور جاری پانی میں غوطہ لگانے سے جسم پاک ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ہو جائے، اگر یہ دونوں فرض ادا کرلے تو پانی میں ڈبکی لگانے سے غسل صحیح ہو جائے گا۔ (آپ کے مسائل ص۵۱ جلد دوم)

مسئلہ: (بڑے) تالاب میں جہاں پر غیر مسلم بھی نہاتے ہو، اس صورت میں غسل جائز ہے، ناپاکی کا وہم نہ کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۱۵۳ جلد اول)

نرودھ استعمال کرنے میں غسل کا حکم؟

مسئلہ: آج کل عورت سے جماع کے وقت بعض لوگ نرودھ کا استعمال کرتے ہیں، اس کے استعمال کی صورت میں غسل واجب ہوگا اور اگر بغیر ضرورت شرعی کے ایسا کیا گیا (یعنی نرودھ استعمال کیا گیا) تو گناہ بھی سخت ہوگا۔ (نظام الفتاویٰ ص۲۶ جلد اول بحوالہ مراقی الفلاح ۵۴ جلد اول)

شہوت انگیز اسباب سے منی کا نکلنا؟

مسئلہ: جماع کے علاوہ دوسرے شہوت انگیز اسباب سے جو منی نکلتی ہے اس کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ اچھل کر عضو مخصوص کی راہ سے منی خارج ہو، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ہمکنار ہوا (چھیڑ چھاڑ کی) اور ایسی حالت میں بغیر دخول کے یعنی صحبت کے بغیر منی نکل آئی تو غسل واجب ہوگا اور یہ مسئلہ بتایا جاچکا ہے کہ عضو مخصوص کے داخل کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے اور شہوت سے منی خارج ہونا اس وقت تسلیم کیا جائے گا جبکہ منی کا اپنی جگہ سے جدا ہوتے وقت لذت محسوس ہوئی۔ لہٰذا اگر منی لذت کے ساتھ اپنی جگہ سے حرکت میں آئی اور اسے نکلنے سے روک لیا گیا، لیکن بعد میں وہ بغیر لذت کے نکلی تو بھی غسل واجب ہوگا لیکن یہ جب ہی واجب ہوگا کہ منی اپنی جگہ سے نکل کر عضو مخصوص سے خارج بھی ہوئی ہو، پس اگر اپنی جگہ سے حرکت میں آگئی لیکن عضو مخصوص سے خارج نہیں ہوئی تو غسل واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: جماع وغیرہ سے کسی قدر منی نکلی اور پیشاب کیے بغیر یا اتنا عرصہ توقف کیے بغیر کہ بقیہ منی خارج ہوجاتی غسل جنابت (ناپاکی کا غسل) کرلیا اور غسل کے بعد اسی حال میں باقی منی نکلی، لذت کے ساتھ نکلی ہو یا بغیر لذت کے تو ایسی صورت میں دوبارہ غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: رہا اس منی کا مسئلہ جو بغیر لذت کے خارج ہوئی ہو، مثلاً ریڑھ پر کوئی چوٹ لگی اور منی نکل آئی، یا کوئی ایسا مرض لاحق ہوا کہ منی بغیر لذت کے نکلی تو غسل واجب نہیں ہوگا۔

(کتاب الفقہ ص ۱۷۶ جلد اول وتفصیل فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۶ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۱۵۳ جلد اول)

مسئلہ: پیشاب کے بعد نکلنے والا مادہ اگرچہ وہ منی ہو مگر بلا شہوت نکلے تو غسل فرض نہیں ہوتا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۴ جلد بحوالہ رد المختار ص ۱۴۹ جلد اول)

مسئلہ: یہ غلط مشہور ہے کہ صحبت کرنے کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے گا پاک نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۶ جلد اول بحوالہ رد المختار ۱۴۸ جلد اول)

(صحبت کرنے کے بعد غسل کرنا البتہ فرض ہے، پیشاب کرنے پر پاکی کا دارومدار نہیں ہے، البتہ صحبت کے بعد پیشاب کرنے سے امراض دور ہوجاتے ہیں، اور مذی ومنی کی بھی صفائی ہوجاتی ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ،)

ایک ساتھ سونے میں غسل کس پر ہے؟

مسئلہ: اگر کوئی مرد سوکر اٹھنے کے بعد اپنے کپڑوں پر تری دیکھے اور قبل سونے کے اسکے خاص حصہ کو ایستادگی نہ ہو تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مذی سمجھی جائے گی، بشرطیکہ احتلام یاد نہ ہو، اور اس تری کے منی ہونے کا خیال نہ ہو۔ (درمختار)

مسئلہ: اگر دو مرد یا دو عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت ایک ہی بستر پر لیٹیں اور سوکر اٹھنے کے بعد اس بستر پر منی کا نشان پایا جائے اور کسی طریقہ سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کس کی منی ہے اور نہ اس بستر پر ان سے پہلے کوئی اور سویا ہو تو اس صورت میں دونوں پر غسل فرض ہوگا اور اگر ان سے پہلے کوئی اور شخص اسی بستر پر سوچکا ہو اور منی خشک ہے تو ان دونوں صورتوں میں غسل کسی پر فرض نہ ہوگا (درمختار، بحر الرائق علم الفقہ ص ۹۷ جلد اول)

جنابت کی حالت میں سونا؟

مسئلہ: رات کو جماع کے بعد ظاہری نجاست دھوکر وضو کر کے سو جائے مگر نماز فجر سے پہلے غسل کر کے نماز ادا کرنا ضروری ہے، نماز قضاء کرنا جائز نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۳ جلد دوم)

مسئلہ: عضو مخصوص کو دھونا اور وضو کر لینا جنبی کیلئے سونے کے واسطے طہارت ہے جو جنبی اس حالت میں سویا کہ اس نے جنابت کے بعد اپنا عضو مخصوص دھو کر وضو کر لیا تو گویا وہ پاک حالت میں سویا۔(مظاہر حق جدید ص ۴۲۴ جلد اول)

متعدد بار جماع کرنے پر کتنی بار غسل کرے؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنی عورت سے جماع کرے اور پھر دوبارہ جماع کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ ان دونوں جماع کے درمیان وضو کرلے۔(مظاہر حق ص ۴۲۵ جلد اول) (اس وضو سے نہ صرف یہ کہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے بلکہ جنس نشاط ولذت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔محمد رفعت قاسمی غفرلہ،)

مسئلہ: جنبی کیلئے مستحب ہے کہ فوراً غسل کی بجائے اگر کھانا کھانے کا یا سونے کا، یا پھر دوبارہ جماع کرنے کا ارادہ ہو تو اپنے عضو مخصوص کو دھو کر اسی طرح پورا وضو کرے جس طرح کہ نماز کیلئے وضو کیا جاتا ہے۔نیز متعدد بار جماع کرنے کی صورت میں بھی ایک ہی غسل کافی ہوتا ہے۔(مظاہر حق ۴۲۵ جلد اول)

مسئلہ: چند بار جماع (صحبت ہمبستری) کرنے پر بہتر یہ ہے کہ ہر جماع کے بعد مستقلاً یعنی الگ سے غسل کیا جائے اور اگر چند مرتبہ جماع کے بعد ایک ہی غسل کرے تب بھی درست ہے لیکن اپنے عضو کو (ہر بار) پاک کرلے، ناپاک عضو سے جماع نہ کرے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷ جلد ۲ بحوالہ عالمگیری ص ۲۹ جلد اول، ابوداؤد شریف ص ۱۲۳ جلد اول)

مسئلہ: جماع (صحبت) کے بعد فوراً غسل ضروری نہیں ہے، بہتر ہے، لیکن اگر کچھ تاخیر (کسی وجہ سے) ہو جائے تو کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۳۵ جلد ۲ وفتاویٰ دار العلوم ص ا جلد اول بحوالہ مشکوۃ ص ۴۹، ج:۱)

ناپاک حالت میں تعویذ استعمال کرنا؟

مسئلہ: جس کاغذ پر آیت قرآنی لکھی ہوئی ہو ناپاکی کی حالت میں اس کو چھونا جائز نہیں، لیکن کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو تو چھونا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناپاکی کی حالت میں تعویذ پہننا جائز ہے جبکہ وہ تعویذ کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو۔ (آپ کے مسائل ص ۸۷ جلد ۳)

رنگریزوں کیلئے غسل میں رعایت

مسئلہ: تمام بدن کا دھونا غسل جنابت کیلئے بالاتفاق فرض ہے، چنانچہ اگر بدن کا ذرا سا حصہ بھی دھونے سے رہ گیا تو غسل باطل ہو جائے گا، لہٰذا غسل کرنے والے پر واجب ہے کہ بدن پر سے ہر ایسی شے (چیز) کو جو سطح جسم تک پانی پہنچنے سے مانع ہو دور کر دے۔ اگر ناخنوں میں گندگی جمی رہ گئی کہ اس کے نیچے پانی پہنچنے میں رکاوٹ ہو تو غسل نہ ہوگا، خواہ نہانے والا شہری ہو یا دیہاتی۔ البتہ مٹی گارے وغیرہ کا میل اگر ناخنوں پر رہ جائے تو معاف ہے۔ ایسی صورتوں میں جو بعض پیشہ وروں کو پیش آتی ہیں مثلاً باورچی (روٹی پکانے والا) کو جیسے ہمیشہ آٹا گوندھنے کا کام رہتا ہے یا جیسے رنگ ریز (کپڑا رنگنے والا) کہ اسکے ناخنوں پر گاڑھا رنگ چسپا ہو جاتا ہے اور اس کا چھڑانا دشوار ہوتا ہے کیونکہ یہ مجبوری ہے اور حالت مجبوری میں شریعت، حکم سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے۔ لہٰذا اس حال میں غسل باطل نہ ہوگا۔

(کتاب الفقہ ص ۱۸۱ ج ۱)

جس کپڑے کے ایک حصہ پر منی کا اثر ہو تو بقیہ کا حکم؟

سوال: احتلام ہونے پر کیا جسم کے تمام کپڑے و بستر وغیرہ ناپاک تصور ہوں گے؟ یا جس پر نجاست معلوم ہو رہی ہو وہی ناپاک تصور ہوگا؟

جواب: احتلام ہونے پر تمام کپڑے ناپاک نہیں ہوتے، بلکہ جس کپڑے پر جتنی دور تک منی کا اثر معلوم ہو وہ کپڑا اسی قدر ناپاک ہوتا ہے باقی سب پاک ہیں۔

(امداد الاحکام ص ۳۹۳ جلد اول)

(احتیاط اس میں ہی ہے کہ تمام وہ کپڑا جو پہن رکھا ہو تہبند وغیرہ پاک کر لے۔ (رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ : ناپاک تہبند باندھ کر غسل کرنے میں اگر بدن اور تہبند پر بہت سا پانی بہا دیا جائے اور پہنے پہنے اس کو نچوڑ دیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا بشرطیکہ ظاہراً نجاست کا اثر محسوس نہ ہو۔ (امداد الاحکام ص ۳۹۴ جلد اول بحوالہ بحر ۲۴۲ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۳۸۷ جلد ۴)

مسئلہ : احتلام یا صحبت کے بعد نجاست صاف کر کے جانگیہ، نیکر پہن کر اور اس پر کپڑے پہن لیے جائیں اور بعد میں غسل کر کے وہی کپڑے پہن لیے جائیں تو اگر ان کپڑوں پر نجاست نہیں لگی ہے تو اس کپڑوں سے نماز درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳ جلد دوم)

مسئلہ : بیوی سے صحبت کے دوران اگر پسینہ نکلے اور وہ پسینہ کپڑوں میں لگ جائے تو محض پسینہ سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، اس لیے کہ انسان کا پسینہ پاک ہوتا ہے لہٰذا اگر اس کپڑے پر نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو تو ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰ جلد دوم بحوالہ شامی ص ۱۵۲ جلد اول)

غسل کے متفرق مسائل

مسئلہ : جنابت (ناپاکی) کی حالت میں کھانا پینا اور دوسرے ایسے تصرفات جن میں پاکی شرط نہیں، جائز ہیں مگر کھانے پینے سے پہلے استنجاء اور وضو کر لینا اچھا ہے کیونکہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جنابت کی حالت میں کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تھے تو وضو فرما لیا کرتے تھے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۵ جلد ۲)

مسئلہ : غسل کی حاجت ہو تو ہاتھ منہ دھو کر کھا پی لے اور روزہ رکھ لے۔ غسل بعد میں کر لے، جنابت میں کھانا پینا مکروہ نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ۵۵ جلد ۲)

مسئلہ : جنابت کی حالت میں کسی سے سلام کرنا، کسی سے ملنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ۵۷ جلد دوم واحسن الفتاویٰ ص ۳۳ جلد دوم)

مسئلہ : ناپاکی کی حالت میں بال و ناخن کٹوانے کو بعض فقہاء کے مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔ ایسا نہ کرنا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۸ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۸ ج ۳)

مسئلہ : غیر ضرورت بالوں (زیر ناف بالوں کا) ہر ہفتے صاف کرنا مستحب ہے چالیس دن تک صفائی مؤخر کرنے کی اجازت ہے، اس کے بعد گناہ ہے، لیکن نماز اس حالت میں بھی ہو

جاتی ہے۔ نیز ناف سے لے کر رانوں کی جڑ تک اور شرمگاہ (آگے پیچھے) کے ارد گرد جہاں ممکن ہو صفائی کرنا ضروری ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۸ ج ۲ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۹ جلد دوم)

مسئلہ: سینے کے بال بلیڈ یا استرے سے صاف کیے جاسکتے ہیں، نیز پنڈلیوں اور رانوں کے بال خود صاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن دوسرے سے صاف نہ کرائے کیونکہ یہ ستر ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۸ جلد دوم)

مسئلہ: ایسا صابن جو استرہ کا کام انجام دیتا ہو (بالوں کے صاف کرنے میں) نیز اس میں ناپاک اجزاء بھی شامل نہ ہو تو اس کو استرہ کے کام میں استعمال کرسکتے ہیں۔ (الجواب المتین ص ۳۹)

مسئلہ: انیما کے عمل سے غسل واجب نہیں ہوتا مگر خارج شدہ پانی چونکہ نجس ہے اس لیے بدن اور کپڑوں میں نجاست لگ جاتی ہے، اس کا دھونا ضروری ہے، نجاست سے پاکی حاصل کرنے کے بعد بغیر غسل کیے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ (اجابت نہ ہونے کی صورت میں قبض کی وجہ سے دبر میں یعنی پاخانہ کے مقام میں دوا رکھتے ہیں جس سے فوراً ہی قبض کھل جاتا ہے۔ اس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ نجاست دور کرنا ضروری ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: پیشاب کا قطرہ آنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے، دوبارہ استنجاء اور وضو کرنا چاہیے۔ غسل دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر غسل کے بعد منی خارج ہو جائے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر غسل سے پہلے سو گیا ہو، یا پیشاب کرلیا ہو یا چل پھر لیا ہو تو دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں اور اگر صحبت سے فارغ ہو کر فوراً غسل کرلیا، نہ پیشاب کیا، نہ سویا، نہ چلا پھرا، بعد میں منی خارج ہوئی تو دوبارہ غسل لازم ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۱ جلد ۲)

مسئلہ: بیوی کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت شوہر پر لازم ہے خواہ بیوی مال دار ہی کیوں نہ ہو، جس طرح پینے کا پانی ضروری ہے۔ (کشف الاسرار ص ۴۵ ج ۱)

مسئلہ: اگر کسی بیماری کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا نقصان کرے اور سر کو چھوڑ کر سارا بدن دھو لیا جائے تب بھی غسل درست ہو گیا لیکن جب مرض ختم ہو جائے تو سر کو دھوئے، نہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۵۷ جلد اول بحوالہ درمختار ص ۱۵۹ جلد)

مسئلہ: اگر بالوں میں یا ہاتھ پیروں میں تیل لگا ہوا ہے کہ بدن پر پانی اچھی طرح ٹھہرتا نہیں

ہے بلکہ پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے تو اس کا کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ جب سارے بدن اور پورے سر پر پانی ڈال لیا تو غسل صحیح ہو گیا۔ (بہشتی زیور ص ۵۸ جلد اول بحوالہ در مختار ص ۱۶۰ جلد اول)

مسئلہ: پانی میں سونے کی چیز ڈال کر غسل کرنے یں کوئی گناہ نہیں، مگر جسم پر چھپکلی گرنے پر (یہ عقیدہ رکھنا کہ) جب تک سونے کی چیز یا زیور پانی میں ڈال کر نہ نہائیں گے پاک نہ ہوں گے، یہ مسئلہ غلط ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۴ جلد دوم)

مسئلہ: بعض لوگ غسل کرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں، برہنہ ہو کر کلمہ طیبہ پڑھنا جائز نہیں ہے، بغیر کلمہ پڑھے بھی غسل ہو جائے گا، نہانے کے وقت کلمہ پڑھنا یا کلمہ پڑھ کر پانی پر دم کرنا، اور اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے۔ (امداد المسائل ص ۵۴)

مسئلہ: مشت زنی (ہاتھ سے منی کا نکالنا) حصول لذت کیلئے حرام اور موجب لعنت ہے لیکن اس عمل میں شہوت سے منی کا خروج ہوتا ہے اس لیے غسل واجب ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۷ جلد ۴ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۵۶)

مسئلہ: جب عضو (ذکر) کا سر یا اس کے برابر حصہ ایسے شخص کی قبل یا دبر (شرمگاہ یا پاخانہ کا مقام) میں داخل ہو جائے جو جماع کرنے کے قابل ہو اور درمیان میں کوئی دبیز شے ایسی حائل نہ ہو جو جسم کی حرارت محسوس نہ ہونے دے تو فاعل اور مفعول (یعنی داخل کرنے والا اور کرانے والے دونوں پر غسل واجب ہو جائے گا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔

مسئلہ: غسل کے واجب ہونے کیلئے دونوں کا بالغ ہونا ضروری ہے، اگر دونوں میں سے ایک بالغ ہو، دوسرا نابالغ ہو تو بالغ پر غسل فرض ہوگا، البتہ نابالغ کو بھی غسل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، حالانکہ نماز فرض نہیں ہوتی، اس بارے میں نابالغ بچی کا بھی وہی حکم ہے جو بالغ لڑکے کا ہے۔

مسئلہ: بالغ شخص اپنے عضو مخصوص کا سر یعنی سپاری کسی جانور یا میت کی شرمگاہ میں داخل کرے تو غسل واجب نہ ہوگا۔ (بشرطیکہ منی نہ نکلے)۔

(کتاب الفقہ ص ۱۷۲ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۵ جلد اول، غنیہ ص ۴۴ بحث الغسل)

مسئلہ: عضو تناسل پر کپڑا (موٹا ہو یا باریک) لپیٹ کر جماع کرنے میں بھی احتیاط یہی ہے کہ دونوں غسل کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۷ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۱۴۹ جلد اول بحث الغسل)

مسئلہ :اغلام بازی، زنا کاری، اور رنڈی بازی وغیرہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور جو گناہ کبیرہ اس فعل شنیع سے ہو، اس سے توبہ کرے اور جنابت خواہ فعل حلال سے ہو خواہ حرام سے، غسل کا ایک ہی طریقہ ہے۔ (فتاوی دارالعلوم ص ۱۶۷ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۱۵۰ جلد اول)

مسئلہ: کسی کو بغیر ارادہ کے چلتے پھرتے یا بیٹھے ہوئے خود بخود انزال ہو جائے یعنی منی نکل جائے تو غسل واجب نہ ہوگا اور اگر شہوت سے انزال ہو جائے تو غسل واجب ہو جائے گا۔

(فتاوی محمودیہ ص ۳۱ جلد اول)

ناپاک شخص کا مسجد میں داخل ہونا؟

مسئلہ : حالت جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں بلاضرورت مسجد کے اندر داخل ہونا حرام ہے، ایسے حالات میں ضرورت کا تعین حالات پر موقوف ہوگا، مثلاً یہ کہ مسجد کے سوا کہیں سے غسل کو پانی دستیاب نہ ہو، جیسا کہ بعض علاقوں میں ہوتا ہے، ایسی حالت میں مسجد کے درمیان سے گزرنا پانی کی جگہ تک پہنچنے کیلئے جائز ہے لیکن جانے سے پہلے تیمم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ :اس میں وہ صورت داخل ہے کہ ڈول یا رسی جس سے پانی نکالنا ہے مسجد کے اندر ہو، اور کوئی دوسرے صورت پانی نکالنے کے لیے ممکن نہ ہو سکے تو اس کو لانے کیلئے مسجد کے اندر جانا ہوگا۔ یہ کیفیت دیہاتوں میں اکثر پیش آتی ہے جہاں پانی کے نل وغیرہ نہیں ہے۔ آج کل تو ہر جگہ پانی کی ٹینکیاں وغیرہ ہیں اور پانی تک پہنچنے کے مخصوص راستے ہیں۔ لہٰذا جنبی کو چاہیے کہ اس ہی راستے سے جائے (بلاضرورت) مسجد کے اندر سے نہ جائے۔

مسئلہ :اگر کوئی مسجد ایسی ہے جہاں پانی کے نل وغیرہ نہیں ہے اور نہ پانی تک پہنچنے کا کوئی خاص راستہ ہے بلکہ غسل کیلئے پانی مسجد کے اندر سے ہی مل سکتا ہے تو مسجد کے اندر جانے سے پہلے تیمم کر لینا واجب ہے۔

مسئلہ :ایک مشکل مسجد میں داخل ہونے کے جواز کی یہ ہے کی کوئی خطرہ درپیش ہو اور مسجد کے سوا پناہ کی کوئی جگہ نہ ہو تو ایسی حالت میں تیمم کر کے مسجد کے اندر جانا چاہیے یہاں تک کہ وہ خطرہ جس کا خوف تھا ٹل جائے۔

مسئلہ :اگر کوئی مریض ہے، جنابت کی حالت میں پانی کا استعمال نہ کر سکتا ہو تو چاہیے کہ تیمم

کر کے مسجد کے اندر جائے اور اسی تیمم سے نماز پڑھے، لیکن بلا ضرورت وہاں نہ ٹھہرے۔

(کتاب الفقہ ص ۱۹۸ جلد اول)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جنابت (ناپاکی) کی حالت میں مسجد کے اندر جانے کیلئے تیمم کرنا کبھی واجب ہوگا اور کبھی مستحب ہوگا۔ واجب ہونے کیلئے دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ مسجد کے باہر جنابت لاحق ہوئی اور مسجد میں جانا ناگزیر ہے تو تیمم کرنا واجب ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مسجد کے اندر سو گیا، اس وقت وہ پاک تھا، لیکن احتلام ہو گیا اور کسی خطرہ کے اندیشہ سے مسجد ہی میں ٹھہرنا لازم ہو تو اس کو تیمم کر لینا واجب ہے۔

ان دونوں صورتوں کے علاوہ اور صورتوں میں تیمم مستحب ہے چنانچہ اگر کسی کو مسجد کے اندر جنابت لاحق ہوئی تو باہر آنے سے پہلے تیمم کر لینا مستحب ہے یا کوئی جنابت میں ہے اور مسجد مُں جانے کی مجبوری پیش آئی اور تیمم کرنے کا موقعہ نہ ملا ہو پھر وہ مجبوری دور ہوگئی، اور باہر آنا ہے، تو مستحب یہ ہے کہ تیمم کرلے تاکہ تیمم کی حالت مُں باہر آنا ہو لیکن ان حالات میں اس تیمم سے قرآن شریف پڑھنا یا نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ (تفصیل دیکھیے تیمم کے باب میں)

مسئلہ : یاد رہے کہ ان تمام مسائل میں لفظ مسجد کے اندر مسجد کا صحن (مسجد کا اندر کا حصہ اور جہاں تک داخل مسجد ہے یعنی جو جگہ نماز کیلئے متعین کر رکھی ہے وہ) داخل ہے۔ البتہ مسجد کے میدان اور باڑہ (یا امام و مؤذن وغیرہ کے کمرہ یا غسل خانہ یا وضو خانہ وغیرہ) کے اندر حالت جنابت میں تیمم کے بغیر داخل ہونا جائز ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۱۹۹ جلد اول)

مسئلہ: عید گاہ میں اور مدرسے اور خانقاہ وغیرہ میں جنبی کا (ناپاکی کی حالت میں) جانا جائز ہے۔ (بہشتی زیور ص ۲۰ جلد ۱۱ بحوالہ در مختار ص ۱۵ جلد اول)

مسئلہ : جنازہ کی نماز پڑھانے کی جگہ میں جانا جائز ہے، اور اگر مدرسہ کے کمرہ کو مستقل طور پر مسجد بنا دیا گیا ہے تو مسجد کے حکم میں ہے اور اگر عارضی طور پر نماز پڑھنے کا کام لیا جا رہا ہے تو مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ (کشف الاسرار ص ۴۰۶ جلد ۱)

حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد میں داخل ہونا کیوں منع ہے؟

مسئلہ: جنبی (ناپاک) اور حیض و نفاس والی عورت کو مسجد کے اندر جانا اس لیے ناجائز ہوا کہ

مسجد نماز اور ذکر الٰہی کرنے کی جگہ ہے اور شعائر الٰہی میں سے ہے اور کعبہ کا ایک نمونہ ہے، اس لیے اس کے اندر جانا ایسی ناپاک حالت میں ناجائز ہوا۔ ﴿و من یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب﴾۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۱ بحوالہ قرآن کریم پارہ ۱۷ رکوع ۱۱)

ناپاک ہونے کے بعد کے احکام

مسئلہ: کوئی ایسا شرعی کام جو بغیر وضو کے نہیں کیا جا سکتا، حالت جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں اور غسل کرنے سے پہلے اس کا کرنا حرام ہے۔ لہٰذا ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنا حلال نہیں ہے، خواہ نفل نماز ہو یا فرض ہو۔ بجز اس صورت کے جبکہ پانی دستیاب نہ ہو، یا کسی مرض وغیرہ کے باعث (جس کی تفصیل مسائل وضو میں ہے) پانی استعمال کرنے سے معذوری ہو۔ (البتہ حالت جنابت میں روزہ فرض ہو، یا نفل، صحیح ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے ماہ رمضان میں کسی رات طلوع صبح سے پہلے بیوی سے صحبت کی (یا احتلام ہو گیا) اور غسل نہیں کیا تو اس کا روزہ درست ہوگا۔ (یعنی ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھ سکتا ہے)

(جس کی تفصیل احقر کی مرتب کردہ کتاب مکمل و مدلل مسائل روزہ میں ہے۔)

مسئلہ: ایسے شرعی امور جو حالت جنابت میں حلال نہیں ہے، یہ ہیں: قرآن کریم کی تلاوت کرنا جنبی کیلئے حرام ہے کہ وہ ناپاکی کی حالت میں قرآن شریف پڑھے۔ نیز قرآن پاک کو ہاتھ لگانا تو بدرجہ اولیٰ حرام ہے، کیونکہ قرآن شریف کو تو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا منع ہے خواہ کوئی شخص جنبی نہ ہو، تو حالت جنابت میں بطریق اولیٰ اس کا چھونا حرام ہوگا۔

مسئلہ: جنبی کو قرآن کریم کی تلاوت کرنا حرام ہے، تھوڑا ہو یا بہت، سوائے دو حالتوں کے۔ ایک تو کسی اہم اور قابل قدر کام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنا ہو تو اس صورت میں جنبی شخص کیلئے جائز ہے کہ بسم اللہ پڑھ لے، اگرچہ بسم اللہ بھی قرآن کریم ہی کی ایک آیت ہے، دوسرے یہ کہ کوئی چھوٹی آیت کسی کی حق میں بطور دعاء کے یا کسی کام کی تحسین کے طور پر ہو، مثلاً یہ کہنا کہ یا اللہ میری اور میرے والدین کی مغفرت (کتاب الفقہ ص ۱۹۸ جلد اول)

مسئلہ: حالت جنابت (ناپاکی) میں قرآن کریم کا سننا جائز ہے۔ (علم الفقہ ص ۷۵ جلد اول)

مسئلہ: جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں کلمہ طیبہ، درود شریف اور ہر قسم کا ذکر جائز ہے مگر

قرآن کریم کی تلاوت جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۸ جلد ۲ فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۷۱ جلد اول بحوالہ ردالمختار ج اول ص ۱۶۱ بحث الغسل)

مسئلہ: جنبی (ناپاک کیلئے کتب احادیث وفقہ کو چھونا اور پڑھنا درست ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور کتب تفسیر میں اگر تفسیر غالب ہو تو چھونا درست ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ: قرآن شریف کے لکھنے کے جواز میں اس صورت میں اختلاف ہے جبکہ کتابت اس طور پر ہو کہ کاغذ کو ہاتھ نہ لگے، عندالضرورت اس کی گنجائش ہے، لیکن کاغذ کو ہاتھ لگانا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، ترجمہ قرآن کریم کو بھی بے وضو چھونے کے بارے میں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بحکم قرآن قرار دیا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۶ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ۱۶۴ ج اوص ۲۷۰ ج اول)

مسئلہ: حالت جنابت میں بال اور ناخن کاٹنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۳۸ جلد ۲ بحوالہ عالمگیری ص ۳۵۸، ج ۱)

مسئلہ: ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کاٹنا بہتر ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور چھنگلیا تک بالترتیب کٹوا کر پھر بائیں چھنگلیا سے بالترتیب کٹوائے اور دائیں انگوٹھے پر ختم کرے اور پیر کی انگلیوں میں دائیں چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں چھنگلیا پر ختم کرے، یہ ترتیب بہتر اور اولیٰ ہے اس کے خلاف بھی درست ہے۔

مسئلہ: کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کردینے چاہئیں، اگر دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ پر ڈال دینے چاہئیں، یہ بھی جائز ہے۔ (الجواب المتین ص ۳۱) (مقصد یہ کہ بال اور ناخن وغیرہ پھیلائے نہیں تاکہ بے حرمتی نہ ہو اور دوسروں کو گھنیا تکلیف نہ ہو (رفعت قاسمی غفرلہ،)

خنثیٰ مشکل پر غسل کیوں نہیں؟

سوال: خنثیٰ مشکل (جس کا عورت اور مرد ہونا کسی علامت سے ثابت نہ ہو) اگر حشفہ (سپاری) دونوں راستوں میں سے کسی میں داخل کرے تو اس پر غسل واجب ہونا چاہیے، کیونکہ وہ عاقل اور بالغ بھی ہوتے ہیں، حالانکہ نہ اُن پر غسل واجب ہوتا ہے اور نہ ان سے جماع کرنے والے پر جب تک اس کو انزال نہ ہوجائے، آخر کیوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حشفہ سے حشفہ حقیقی مراد ہے اور سبیلین سے واقعی جو

سبیلین ہیں وہ مراد ہیں ، اور خنثیٰ مشکل کا حشفہ اور اس کی شرمگاہ مشکوک الوجود ہیں ، محقق الوجود نہیں ، یعنی ان کے حشفہ ہونے اور ان کی شرمگاہ کے شرمگاہ ہونے میں شبہ ہے ، خنثیٰ مشکل مثلاً بحیثیت فاعل جو حشفہ داخل کر رہا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ خنثیٰ بجائے مرد کے عورت ہو ، تو اس کا حشفہ ذکر عضو زائد قرار پائے گا ، اور وہ مثل انگلی کے ہو جائے گا ، جس طرح انگلی داخل کرنے سے داخل کرنے والے پر غسل واجب نہیں ہوتا ، اسی طرح اس پر واجب نہ ہوگا ، اور اگر جس خنثیٰ کی زنانہ شرمگاہ میں داخل کیا ، ہوسکتا ہے وہ عورت نہ ہو ، مرد ہو ، تو اس کی زنانہ شرمگاہ ایک زخم کے درجہ میں ہوگی ، جس میں داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوا کرتا تو اس طرح دونوں میں سے کسی پر غسل واجب نہیں ہوگا ، (جب تک کہ منی نہ نکلے) ۔

مسئلہ : خنثیٰ کے مفعول ہونے میں اس لیے غسل واجب نہیں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مرد ہو ، اور اس کی کی زنانہ شرمگاہ بمنزل زخم قرار پائے اور زنانہ شرمگاہ کی قید لگانے سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی حقیقی مرد خنثیٰ تک کے پیچھے کے حصہ میں واقعی اپنا آلہ تناسل (ذکر) داخل کرے گا تو اس سے دونوں پر غسل واجب ہوگا ۔ خنثیٰ مشکل کی بحث میں سبیلین سے مراد مردانہ اور زنانہ شرمگاہ ہے ، پچھلا حصہ (دبر یعنی پاخانہ کا راستہ) مراد نہیں ہے ، اس لیے اس کے پائے جانے سے قطعاً شبہ نہیں ہے ۔ (کشف الاسرار ص ٣٦ جلد اول)

خنثیٰ یعنی ہیجڑوں سے متعلق مسائل

مسئلہ : جس شخص کے ذکر یعنی شرمگاہ کے دو سر ہو ان میں سے جس سے عادتاً پیشاب نکلتا ہے وہ شرمگاہ کے حکم میں ہے اور جس سے عادتاً پیشاب نہیں نکلا کرتا وہ زخم کے حکم میں ہے ، لہٰذا اگر اس حصے سے کوئی چیز نکلے گی تو یہ ناقص وضو نہیں ہوگی ، جب تک کہ نکل کر بہہ نہ جائے ، کیونکہ زخم سے جب تک خون یا پیپ نکل کر بہہ نہیں جاتا ، اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا اور یہ جو کہا گیا کہ جس شخص کی شرمگاہ کے دو سر ہوں ، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک حقیقی شرمگاہ ہوتی ہے جس سے عادتاً پیشاب آتا ہے اور دوسرا بطور مرض کے ہوتا ہے ، اس سے عام طور پر پیشاب نہیں آتا ، لہٰذا جس سے عادتاً پیشاب آتا ہے اس کے منہ پر پیشاب یا کسی چیز کا اندر سے آنا ناقض وضو ہے ، اور باقی دوسرے سے بہنے کی شرط ہے ۔

مسئلہ: وہ خنثیٰ جو مشکل نہیں ہے اس کی دوسری شرمگاہ زخم کے درجہ میں ہے، اس سے کسی چیز کا صرف نکلنا ناقض وضو نہیں ہے بلکہ بہنا ضروری ہے، اور اگر وہ خنثیٰ مشکل ہے تو اس کی ہر شرمگاہ سے نکلنا ناقض وضو ہے، خواہ وہ اپنی جگہ سے بہے یا نہ بہے۔

مسئلہ: خنثیٰ وہ شخص ہے جس میں مرد و عورت دونوں کی علامتوں میں سے کوئی علامت مکمل طور پر نہ پائی جائے، لیکن محض علامت سے اس کا مرد یا عورت ہونا معلوم ہوتا ہو اور خنثیٰ مشکل اسے کہتے ہیں کہ اس کا مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہ ہو، نہ بلوغ سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔ (کشف الاسرار ص ۱۶ جلد اول)

مسئلہ: خنثیٰ مشکل یعنی جس کی جنس کا تعین نہ ہو سکے کہ عورت ہے یا مرد؟ اس کے ساتھ برا فعل (صحبت) کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، نہ اس فعل کے کرانے والے پر اور نہ کرانے والے پر (جبکہ منی نہ نکلی ہو) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ کوئی مخنث کسی دوسرے کی قبل یا دبر میں عضو داخل کرے، یعنی دونوں میں سے کسی پر غسل واجب نہیں ہے، لیکن اگر وہ شخص جو مخنث نہیں ہے، مخنث کی دبر میں عضو داخل کرے تو ان دونوں میں سے جو بالغ ہو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (کتاب الفقہ ص ۱۷۲ جلد اول و فتاویٰ دار العلوم ۱۶۵ جلد اول و غنیۃ ۴۲ بحث الغسل)

مسئلہ: اگر کسی شخص کے جسم میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں اور اس کا مرد ہونا متعین نہ ہو تو اس کے جس عضو سے ہوا نکلے، وضو ٹوٹ جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۶۵ جلد اول)

عورت کیلئے خصوصی ایام میں رعایتیں صرف اسلام میں ہیں؟

زمانہ جاہلیت میں عموماً دوسرے ادیان باطلہ میں اور خاص کر یہودیوں کے معاشرہ میں عورت کو ایام مخصوصہ (حیض و نفاس) میں بہت نجس چیز سمجھا جاتا تھا اور اس کو ایک کمرہ میں بند کر دیتے تھے، وہ نہ کسی چیز کو ہاتھ لگا سکتی تھی، نہ کھانا پکا سکتی تھی اور نہ کسی سے مل سکتی تھی، لیکن اسلام کے معتدل نظام نے ایسی کوئی چیز باقی نہیں رکھی، سوائے روزہ، نماز اور تلاوت کلام پاک کے باقی تمام چیزیں اس کیلئے جائز قرار دیں حتیٰ کہ وہ ذکر اللہ و تسبیح و درود شریف اور دیگر دعائیں بھی پڑھ سکتی ہے، اور وظائف سوائے قرآن شریف کے پڑھ سکتی ہے۔ خاص ایام میں وظیفہ زوجیت کی یعنی بیوی سے صحبت کرنے کی اجازت نہیں ہے، نماز روزہ نہیں

کرسکتی۔اس کے ذمہ صرف روزہ کی قضاء ہے (نماز معاف ہے) نماز کی قضاء نہیں،الغرض ان ایام میں عورت کا کھانا پکانا، کپڑے دھونا اور دیگر گھریلو خدمات بجالانا جائز ہے۔
(آپ کے مسائل ص۲۹ جلد۲)

حیض سے فارغ ہوکر غسل کرنے کی وجہ کیا ہے؟

مسئلہ: حیض کے خون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ''اذیٰ'' یعنی گندگی فرمایا ہے، پس جس گندگی سے بار بار جسم آلودہ ہو اس سے نفس انسانی ناپاک ہوجاتا ہے، دوسرا اجریان خون سے لطیف پٹھوں کو ضعف پہنچتا ہے اور جب غسل کرلیا جائے تو ظاہری اور باطنی طہارت (پاکی) حاصل ہوجاتی ہے اور پٹھے تروتازہ ہوجاتے ہیں اور ان میں پہلی سی قوت لوٹ آتی ہے۔
(المصالح العقلیہ ص۱۳۲ از مولانا تھانویؒ)

ناپاک اور حائضہ کیلئے نماز وقرآن نہ پڑھنے کی وجہ

مسئلہ: جنابت یعنی ناپاکی اور حیض ونفاس دونوں ایسی حالتیں ہیں جن کو قرب الٰہی کے ساتھ منافات اور جن میں نجاست سے یعنی ناپاکی سے اختلاط ہے اور نماز وقرآن کریم کا پڑھنا خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا مرتبہ ہے اور خدا کی ہم کلامی کے شرف سے انسان جب ہی مشرف ہوسکتا ہے کہ ہر قسم کی نجاستوں سے پاک ومطہر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے، اس کو ناپاکی سے نفرت ہے۔ (المصالح العقلیہ ص۳۴)

حیض کا مطلب

مسئلہ: لغت میں ''حیض'' کے معنی ہیں جاری ہونا، بہنا اور اصطلاح شریعت میں اس لفظ سے وہ خون مراد ہوتا ہے جو جوان عورت کے رحم سے معمول کے موافق اور حالت صحت مزاج میں نکلتا ہے، نہ کہ کسی مرض کے سبب یا زچگی کی وجہ سے (یعنی ولادت کے بعد والا خون مراد نہیں ہے) جو خون عورت کے رحم سے معمول کے خلاف یعنی مرض کے سبب سے نکلتا ہے اس کو ''استحاضہ'' کہا جاتا ہے اور جو خون عورت کے رحم سے زچگی (بچہ کی پیدائش) کے بعد جاری ہوتا ہے اور ٹپکتا ہے اس کو ''نفاس'' کہتے ہیں۔ (مظاہر حق جدید ص۴۸۴ جلد اول)

مستحاضہ کس کو کہتے ہیں؟

''مستحاضہ'' سے مراد وہ عورت ہے جس کی رحم سے خلاف معمول خون نکلتا رہتا ہے اور وہ خون نہ تو حیض کا ہوتا ہے اور نہ نفاس (بچہ کی پیدائش کے بعد) بلکہ مرض لاحق ہونے کے سبب جاری ہو جاتا ہے۔ دراصل عورت کے رحم میں ایک خاص جگہ رگ ہوتی ہے جس کو عربی زبان میں ''عاذل'' کہتے ہیں۔ کسی بیماری کی وجہ سے، یا پھٹ جانے کی وجہ سے یہ رگ بہنے لگتی ہے اور خون باہر آنے لگتا ہے، اور یہی ''استحاضہ'' کہلاتا ہے۔ اس بیماری میں مبتلا عورت (مستحاضہ) کا حکم یہ ہے کہ اس خون کی جاری رہنے کے دوران نماز، روزہ اور دوسری عبادتیں حسب معمول کرتی رہے اور مستحاضہ کے ساتھ جماع بھی ممنوع نہیں ہے۔

(مظاہر حق جدید ص ۴۸۴ جلد اول)

استحاضہ والی عورت کا حکم

''مستحاضہ'' کے سلسلے میں حنفی مسلک یہ ہے کہ کسی ''معتادہ یعنی عادت والی'' کو اگر استحاضہ کی بیماری لاحق ہو جائے اور اس کی وجہ سے حیض اور استحاضہ کے درمیان فرق کرنا اس کیلئے دشوار ہو جائے تو وہ عورت یہ کرے کہ استحاضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے اس کو عادتاً جتنے دنوں حیض کا خون آتا تھا (مثلاً ہر مرتبہ پانچ روز یا چھ روز یا پورے دس دن تک وہ حائضہ رہتی تھی) تو اتنے ہی دنوں کو وہ حیض کے دن سمجھے اور ان دنوں میں نماز روزہ وغیرہ چھوڑ دے اور پھر جب وہ دن گزر جائیں تو خون کو دھو کر غسل کرلے اور نماز وغیرہ شروع کر دے۔

اور اگر کسی ''مبتدیہ'' کو استحاضہ کی بیماری لاحق ہوئے مثلاً ایسی نوعمر لڑکی کہ اس کو ابھی تک حیض آنا شروع نہیں ہوا تھا، اور پھر پہلی مرتبہ حیض کا خون آیا تھا کہ اس کو استحاضہ کی بیماری لگ گئی اور خون برابر جاری رہتا ہے تو اس کے لیے دس دن کہ جو حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے محسوب ہوں گے۔ یعنی وہ لڑکی دس دن کو حیض کی مدت قرار دے اس کے دوران نماز وغیرہ چھوڑ دے اور پھر وہ دس دن پورے ہو جائیں تو خون کو دھو کر نہائے اور نماز وغیرہ شروع کر دے۔

مسئلہ: حیض کی مدت والے دن گزر جانے پر بس ایک دفعہ اپنے حصہ کو دھو کر غسل کر لے اور جب نماز کا وقت آئے تو جلدی جلدی وضو کرے اور پھر دوسری نماز کا وقت آنے تک اسی وضو سے جو نماز چاہے پڑھ لے، اگرچہ خون بہہ رہا ہو۔ اس خون کے بہنے میں اس کا حکم معذور کا ہوگا۔ (مظاہر حق ص ۴۹۴ جلد اول)

حیض ونفاس کے علاوہ تیسرا خون جو عورتوں کو آتا ہے، وہ استحاضہ ہے۔ یہ دراصل رحم کے اندر (بچہ دانی میں) کسی باریک رگ کے پھٹ جانے سے جاری ہوتا ہے اور اکثر مسلسل ہوتا ہے اور کبھی وقفہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔

استحاضہ والی عورت جس کے ایام معلوم ہو اس کا معاملہ تو آسان ہے کہ وہ ان ایام میں (حیض سمجھ کر نمازوں وغیرہ سے) توقف کرے گی، پھر غسل کر کے نمازیں وغیرہ پڑھتی رہے گی لیکن جو بالغ ہوتے ہی استحاضہ میں مبتلا ہو جائے یا بعد میں استحاضہ میں مبتلا ہو، اور اس کے ایام گم ہو جائیں یعنی معلوم نہ ہو کہ حیض کے دن کون سے ہیں اور طہر (پاکی) کے دن کون سے؟ جن عورتوں میں حیض کے بے قاعدگی ہوتی ہے ان میں اس قسم کے عوارض پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے احادیث میں استحاضہ کے بارے میں تین قسم کے احکام ملتے ہیں۔

(۱)　معلوم الایام عورت ایک دفعہ غسل کر لے گی اور پھر ہر نماز کے وقت نماز کیلئے جدید (نیا) وضو کر کے نماز ادا کرے گی۔

مسئلہ: استحاضہ والی عورت سلس البول یعنی جس کے مستقل پیشاب بہتا رہتا ہو یا جیسے نکسیر رسنے والا، اور ایسے تمام معذور لوگ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کریں۔ فرض، نفل، قضاء وغیرہ سب نماز ادا کریں اور پھر دوسری نماز کے وقت پھر نیا وضو کریں۔

(۲)　مسلسل خون جاری ہوا، اور ایام حیض بھی معلوم نہ ہو تو ایسی عورت ہر ایک نماز کیلئے غسل کرے، احتیاط کی بناء پر۔

(۳)　وقفہ وقفہ سے خون جاری ہوتا ہو، اور ایام بھی معلوم ہو۔ ایسی عورت ظہر، عصر ایک غسل سے اور مغرب عشاء ایک غسل اور صبح کی نماز کیلئے الگ غسل کر کے نمازیں ادا کرے گی۔

مسئلہ: استحاضہ والی عورت کا حکم وہ نہیں ہے جو حیض اور نفاس والی عورت کا ہے، یہ نماز پڑھ

سکتی ہے، قرآن کریم کو چھو سکتی ہے، مسجد میں داخل ہو سکتی ہے، روزہ رکھ سکتی ہے، اور خاوند کے ساتھ مباشرت بھی کر سکتی ہے کیونکہ یہ ایک قسم کی بیماری ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "یہ کسی رگ کے پھٹ جانے سے خون بہتا ہے اور یہ حیض نہیں۔ جب تمہارے حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دو، جب وہ دن (حیض کے) چلے جائیں تو غسل کرو اور پھر نماز پڑھو۔ (بخاری ص ۴۴ جلد اول مسلم جلد اول و نماز مسنون ص ۱۶۶ بحوالہ ھدایہ ص ۳۹ جلد اول شرح نقایہ ۳۹ جلد اول کبیری ۱۳۳ و مؤطا۔ امام مالک ص ۴۷ و ابوداؤد ص ۳۶ ونسائی ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ : استحاضہ کا حکم ایسا ہے جیسے کسی کے نکسیر پھوٹے اور بند نہ ہو، ایسی عورت نماز بھی پڑھے، روزہ بھی رکھے قضاء نہ کرنا چاہیے اور اس سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔ استحاضہ والی عورت کے احکام بالکل معذور کے احکام کی طرح ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۶۱ جلد دوم)

استحاضہ کی صورتیں

مسئلہ : (۱) نو سال سے کم عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے، (بیماری کا خون ہے) حیض نہیں، خواہ تین دن اور رات آئے یا اس سے کم۔

(۲) پچپن سال یا اس سے زیادہ عمر والی عورت کے جو خون آئے وہ حیض نہیں بشرطیکہ خالص سرخ یا سرخ مائل بہ سیاہی نہ ہو۔

(۳) حاملہ عورت کو جو خون آئے ہو استحاضہ ہے۔ حیض نہیں۔

(۴) تین دن و رات سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

(۵) دس دن و رات سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔ حیض نہیں۔

(۶) عادت والی عورت کو اس کی عادت سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔ بشرطیکہ دس دن و رات سے بڑھ جائے۔

مثال: کسی عورت کو پانچ دن حیض آنے کی عادت ہو، اس کو گیارہ دن خون آئے تو جس قدر اس کی عادت سے بڑھ گیا ہے یعنی چھ دن استحاضہ میں شمار ہوں گے۔

(۷) اگر کسی عورت کو دس دن حیض ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اس کے بعد پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے، حیض نہیں، اس لیے کہ دو حیضوں کے

درمیان میں کم سے کم پندرہ دن کا فصل ہوتا ہے۔

(۸) بچہ کے نصف حصہ باہر نکلنے سے پہلے جو خون آئے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں۔ اس لیے کہ نفاس اسی وقت سے ہے جب نصف یا اس سے زیادہ حصہ بچہ کا باہر آجائے۔

(۹) چالیس دن نفاس ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے، اور پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے، حیض نہیں، اس لیے کہ کم سے کم نفاس بند ہونے کے بعد پندرہ دن تک حیض نہیں ہوتا۔

(۱۰) بچہ کے پیدا ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن سے جس قدر زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں اور اگر عادت مقرر ہو تو جس قدر عادت سے زیادہ ہے وہ سب نفاس ہے۔

مثال: بے عادت والی عورت کو اکتالیس دن خون آئے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن سے جس قدر زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں اور اگر عادت مقرر ہو تو جس قدر عادت سے زیادہ ہے وہ سب نفاس ہے۔

مثال: بے عادت والی عورت کو اکتالیس دن خون آئے تو چالیس دن نفاس ہوگا اور ایک دن استحاضہ، یا جس عورت کو بیس دن نفاس کی عادت ہو اس کو اکتالیس دن خون آئے تو بیس دن کا نفاس ہوگا اور اکیس دن استحاضہ۔

(۱۱) جس عورت کے دو بچے ہوں اور دونوں چھ ماہ سے کم فصل ہو، اور دوسرا بچہ چالیس دن کے بعد پیدا ہو جو خون اس کے بعد آئے وہ استحاضہ ہے، نفاس نہیں۔ (علم الفقہ ص ۸۹ جلد اول)

مستحاضہ کیلئے ایک تدبیر

مسئلہ: مستحاضہ عورت کے لیے ایک تدبیر یہ ہے کہ وہ ایک کپڑے وغیرہ کا لنگوٹ (چڈی وغیرہ) باندھ لے، مستحاضہ کو چاہیے کہ لنگوٹ وغیرہ کے ذریعہ خون کی آمد کو روکنے کی حتی المقدور کوشش کرے، اور اگر اس کے بعد بھی خون آنا نہ رکے تو اس حالت میں پڑھی جانے والی نمازیں بہر حال صحیح ہوں گی اور ان کو لوٹانا ضروری نہیں ہوگا، اور یہ حکم اس شخص کے بارے میں بھی ہے جس کو پیشاب کے قطرہ قطرہ ٹپکتے رہنے کا مرض لاحق ہو۔ (مظاہر حق ص ۴۹۵ جلد اول)

حیض کس عمر سے اور کب تک آتا ہے؟

مسئلہ: ہر مہینہ میں عورتوں کی آگے کی راہ سے معمولی خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔

مسئلہ: کم سے کم حیض کی مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ دس دن رات ہے، کسی کو تین دن تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے، بلکہ استحاضہ (بیماری کا خون) ہے کہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے، اور اگر دس دن رات سے زیادہ خون آیا ہے تو جتنے دن دس سے زیادہ آیا ہے وہ بھی استحاضہ ہے۔

مسئلہ: اگر تین دن تو ہو گئے لیکن تین راتیں نہیں ہوئیں جیسے جمعہ کی صبح سے خون آیا اور اتوار کو شام کے وقت مغرب کے بعد بند ہو گیا تب بھی یہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے۔ اگر تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو وہ حیض نہیں ہے، جیسے جمعہ کو سورج نکلتے وقت خون آیا اور دوشنبہ کو سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہو گیا تو وہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: حیض کی مدت کے اندر سرخ، زرد، سبز، خاکی یعنی مٹیالا، سیاہ جو رنگ آئے، سب حیض ہے جب تک گدی (جو کپڑا رکھا جاتا ہے) بالکل سفید نہ دکھلائی دے اور جب بالکل سفید رہے جیسے کہ رکھی گئی تھی تو اب حیض سے پاک ہوگئی۔

مسئلہ: نو سال سے پہلے اور پچپن سال کے بعد کسی کو حیض نہیں آتا، اس لیے نو سال سے چھوٹی لڑکی کو خون آئے تو وہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے۔ اگر پچپن سال کے بعد کچھ خون نکلے تو اگر خون سرخ یا سیاہ ہو تو وہ حیض ہے اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے (نو سال سے پہلے بالکل حیض نہیں آتا، جو خون بھی نو سال سے کم عمر میں آگے کی راہ سے آئے گا وہ حیض نہیں ہو سکتا اور پچپن سال کے بعد عام طور پر عورتوں کی عادت حیض نہ آنے کی ہے لیکن آنا ممکن ہے، اگر آئے تو خاص صورتوں میں جن کا ذکر کیا گیا ہے اس کو حیض کہا جائے گا۔ (محمد رفعت قاسمی)

البتہ اگر اس عورت کو اس عمر سے پہلے یعنی پچپن سال سے پہلے زرد یا خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض سمجھے جائیں گے، اور اگر عادت کے خلاف ایسا ہوا تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: کسی عورت کو ہمیشہ تین دن یا چار دن خون آتا تھا، پھر کسی مہینہ میں زیادہ آ گیا لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا تو وہ سب حیض ہے اور اگر دس دن سے بھی بڑھ گیا تو جتنے دن پہلے سے عادت کے ہیں، اتنا حیض ہے، باقی سب استحاضہ ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہمیشہ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں نو دن یا دس دن، ورات خون آیا تو یہ سب حیض ہے اور اگر دس دن رات سے ایک لحظہ بھی زیادہ خون آئے تو وہی تین دن حیض کے ہیں اور باقی دنوں کا سب استحاضہ ہے۔ ان دنوں کی نمازیں قضاء پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ: ایک عورت جس کی کوئی عادت مقرر نہیں ہے کبھی چار دن خون آتا ہے اور کبھی سات دن اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن ورات سے زیادہ خون آئے تو دیکھو کہ اس سے پہلے مہینہ مین کتنے دن حیض آیا تھا، پس اتنے ہی دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ: کسی کو ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا، پھر ایک مہینہ میں پانچ دن خون آیا، اس کے بعد دوسرے مہینے میں پندرہ دن خون آیا تو اس پندرہ دن میں پانچ دن حیض کے ہیں اور دس دن استحاضہ ہے اور پہلی عادت کا اعتبار نہ کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی اور پانچ دن کی عادت ہوگئی۔ (اس صورت میں دس دن تک انتظار کرے خون بند ہونے کا، جبکہ دس دن کے بعد خون بند نہیں ہوا تو پانچ دن کی نمازیں قضاء پڑھے اور ان دس دنوں کے بعد نہائے اور نماز ادا کرے)۔ (بہشتی زیور ص ۷۵ جلد ۲ بحوالہ جوہرص ۳۹ جلد اول، بحرص ۱۹۱ جلد اول، فتح القدیر ص ۲۲۲ جلد اول، درمختار ص ۳۹ جلد اول وشرح وقایہ ص ۱۰۲ جلد اول)

دو حیضوں کے درمیان وقفہ؟

مسئلہ: کسی لڑکی کو پہلے خون آیا تو اگر دس دن یا اس سے کچھ کم آئے تو سب حیض ہے اور جو دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہے اور جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے۔ (یعنی بیماری کا خون)

مسئلہ: کسی کو خون پہلے پہل آیا اور وہ کسی طرح بند نہیں ہوا، کئی مہینے تک برابر آتا رہا تو جس

دن خون آیا اس دن سے لے کر دس دن ورات حیض ہے، اس کے بعد بیس دن استحاضہ ہے، اسی طرح برابر دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: دو حیضوں کے درمیان پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، اگر کسی وجہ سے کسی کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے تک خون نہ آئے گا پاک رہے گی۔

مسئلہ: اگر کسی کو تین دن ورات تک خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر تین دن ورات خون آیا تو تین دن پہلے کے اور تین دن یہ جو پندرہ دن کے بعد ہیں حیض کے ہیں اور بیچ میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو ایک یا دو دن خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر ایک یا دو دن خون آیا تو بیچ میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہی ہے، ادھر ادھر ایک یا دو دن جو خون آیا ہے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے (بیماری کا خون ہے)

مسئلہ: اگر ایک دن یا کئی دن خون آیا، پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی، اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ یوں سمجھیں گے کہ اول سے آخر تک برابر خون جاری رہا۔ بس جتنے دن حیض آنے کی عادت ہو اتنے دن تو حیض کے ہیں باقی سب استحاضہ ہے۔

مثال اس کی یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینہ کی پہلی اور دوسری اور تیسری تاریخ حیض آنے کا معمول ہے پھر کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ پہلی تاریخ کو خون آیا، پھر چودہ دن پاک رہی، پھر ایک دن خون آیا تو ایسا سمجھیں گے کہ سولہ دن گویا برابر خون آیا، بس اس میں سے تین دن اول کے تو حیض کے ہیں اور تیرہ دن استحاضہ ہے اور اگر چوتھی پانچویں چھٹی تاریخ حیض کی عادت تھیں تو یہی تاریخیں حیض کے ہیں اور تین دن اول کے اور دس دن بعد کے استحاضہ کے ہیں اور اگر اس کی کچھ عادت نہ ہو بلکہ پہلے پہل خون آیا تو دس دن حیض ہے اور چھ دن استحاضہ ہے۔

مسئلہ: حمل کے زمانہ میں جو خون آئے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے چاہے جتنے دن آئے۔ (بہشتی زیور ص ۵۸ جلد ۲ بحوالہ شرح وقایہ ص ۱۰۲ جلد اول، بحر الرائق ص ۲۱۳ جلد اول، فتح القدیر ص ۱۲۱ جلد اول، جوہرہ نیرہ ص ۳۵)

(مگر یہ بات کہ اتنا حیض ہے اور اتنا استحاضہ سولہویں دن سے پہلے معلوم نہ ہوا تھا تو

ایسی حالت میں جب اول بار خون دیکھا تو نماز چھوڑ دے اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ حیض کا خون ہو پھر جب ایک دن بعد بند ہوا تو احتمال ہے کہ استحاضہ کا خون تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حیض ہو اس لیے اس ایک دن کی نماز قضاء پڑھے، قاعدہ کی رو سے پھر چودہ روز کے بعد جو خون آیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلا خون حیض کا تھا۔ اس لیے اس وقت تک کی نمازیں بے کار گئیں جن میں تین دن کی معاف ہوگئیں اور تین دن سے زائد کی قضاء کرے، پھر دیکھنا چاہیے کہ ان تین دن کے بعد اس نے غسل کیا تھا یا نہیں، اگر غسل کر کے نمازیں پڑھیں تو ان تیرہ دنوں کی نمازیں سب درست ہوگئیں، اور اگر غسل نہیں کیا تھا تو باقی تیرہ دنوں کی نمازیں قضاء پڑھے، اب جو خون دیکھا تو اس میں نماز نہ چھوڑے، غسل کر کے نماز پڑھے، اگر غسل نہ کیا ہو، اب وہ مستحاضہ شمار ہوگی۔ (حاشیہ بہشتی زیور ص ۵۹ جلد دوم)

حیض کے احکام

مسئلہ: حیض کے زمانہ میں نماز پڑھنا، روزہ رکھنا درست نہیں۔ اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے، پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا، پاک ہونے کے بعد اس کی قضاء رکھنی پڑے گی۔

مسئلہ: اگر فرض نماز پڑھتے ہوئے حیض آ گیا تو وہ نماز بھی معاف ہے (نماز سے ہٹ جائے پوری نہ کرے) پاک ہونے کے بعد اس کی قضاء نہ پڑھے، اور اگر نفل یا سنت پڑھنے میں حیض آ گیا تو (پاک ہونے کے بعد) قضاء پڑھنی پڑے گی اور اگر آدھے روزہ کے بعد حیض آیا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا جب پاک ہو تو قضاء رکھے، اگر نفل روزہ میں حیض آ جائے تو اس کی بھی قضاء رکھے۔

مسئلہ: اگر نماز کے آخر وقت میں حیض آیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی تو تب بھی نماز معاف ہوگئی۔

مسئلہ: حیض کے زمانے میں صحبت کرنا درست نہیں ہے اور صحبت کے سوا سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا وغیرہ سب درست ہے۔

مسئلہ: کسی عورت کی عادت پانچ دن کی یا نو دن کی تھی سو جتنے دن کی عادت تھی اتنے ہی دن

خون آیا پھر بند ہو گیا تو جب تک عورت غسل نہ کر لے تب بھی صحبت کرنا درست نہیں ہے، اگر غسل نہ کرے تو جب ایک نماز کا وقت گزر جائے۔ (اس مسئلہ کی تفصیل صفحہ نمبر ۶۵ پر ہے) کہ ایک نماز کی قضاء اس کے ذمہ واجب ہو جائے تب صحبت درست ہے اس سے پہلے درست نہیں۔

مسئلہ: اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن آکر بند ہو گیا تو غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں تب تک صحبت کرنا درست نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ پھر خون آجائے۔

مسئلہ: اور اگر پورے دس دن ورات تک حیض آیا تو جب سے خون بند ہو جائے اسی وقت سے صحبت کرنا درست ہے چاہے عورت غسل کر چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو۔

مسئلہ: اگر ایک دو دن خون آکر بند ہو گیا تو غسل کرنا واجب نہیں ہے وضو کر کے نماز پڑھ لے لیکن مرد کو ابھی صحبت کرنا درست نہیں ہے، اگر پندرہ دن گزرنے سے پہلے خون آجائے تو اب معلوم ہوگا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا۔ حساب سے جتنے دن حیض کے ہوان کو حیض سمجھے اور اب غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر پورے پندرہ دن بیچ میں گزر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ وہ استحاضہ تھا، پس ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضاء پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: کسی عورت کو تین دن حیض آنے کی عادت ہے، لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے نہ نماز پڑھے، اگر پورے دس دن ورات پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں، کچھ قضاء نہ پڑھنا پڑے گی، اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی، اس لیے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارہویں دن بھی خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن تھے، یہ سب استحاضہ ہے، پس گیارہویں دن غسل کرے اور سات دن کی نمازیں قضاء پڑھے اور اب نمازیں نہ چھوڑے۔ (بہشتی زیور ص ۶۰ جلد ۲ بحوالہ البحرائق ص ۲۰۳ جلد اول درمختار ص ۳۹ جلد اول باب الحیض، کتاب الفقہ ص ۲۰۷ جلد اول)

مسئلہ :اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے غسل کر لے تو غسل کے بعد بالکل ذرا سا وقت بچے گا جس میں صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ کے نیت باندھ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہوگی اور قضاء پڑھنا پڑے گی اور اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو نماز معاف ہے، اس کی قضاء پڑھنا واجب نہیں ہے (عورتوں کو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اس میں غلطی ہو جاتی ہے)

مسئلہ :اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ بالکل ذرا سا بس اتنا وقت ہے کہ ایک اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں ہے تو جب بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اس کی قضاء پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ :اگر رمضان المبارک میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے، شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں محسوب نہ ہوگا بلکہ اس کی بھی قضاء رکھنا پڑے گی۔

مسئلہ :اور اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا تو اگر اتنی ذرا سی رات باقی ہو جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکے تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر دس دن سے کم حیض آیا ہے تو اگر اتنی رات باقی ہو جس میں جلدی سے غسل تو کر لے گی لیکن غسل کے بعد ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ پائے گی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے۔ اگر اتنی رات تو تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ نہ توڑے بلکہ روزہ کی نیت کر لے اور صبح کو غسل کر لے اور جو اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے لیکن دن میں کچھ بھی کھانا پینا درست نہیں ہے، بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اس کی قضاء رکھے۔

مسئلہ :جب خون سوراخ سے باہر کی کھال میں نکل آئے تب سے حیض شروع ہو جاتا ہے، اس کھال سے چاہے باہر نکلے یا نہ نکلے، اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے تو اگر کوئی سوراخ کے اندر روئی وغیرہ رکھ لے جس سے خون باہر نہ نکلنے پائے تو جب تک سوراخ کے اندر ہی اندر خون رہے اور باہر والی روئی وغیرہ پر خون کا دھبہ نہ آئے تب تک حیض کا حکم نہ لگائیں گے۔ جب

خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آجائے یا روئی وغیرہ کھینچ کر باہر نکال لے، تب سے حیض کا حساب ہوگا۔

مسئلہ: پاک عورت نے رات کو فرج داخل میں گدی رکھ دی تھی، جب صبح ہوئی تو اس پر خون کا دھبہ دیکھا تو جس وقت سے دھبہ دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا حکم لگائیں گے۔

(بہشتی زیور ص۶۱ جلد دوم بحوالہ شرح وقایہ ۱۲۹ جلد اول)

مسئلہ: حیض کے خون کا رنگ جو حدیث شریف میں ذکر ہوا ہے وہ اکثر کے اعتبار سے ہے یعنی حیض کا خون زیادہ تر کالا ہوتا ہے اور بعض عورتوں کے حیض کے خون کی رنگت لال وغیرہ بھی ہوتی ہے۔ (مظاہر حق ۴۹۴ جلد اول)

حیض ونفاس کی مقررہ عادت والی کا حکم

مسئلہ: ایک بار حیض یا نفاس آنے سے عادت مقرر ہو جاتی ہے، مثلاً ایک دفعہ جس کو سات دن حیض آئے اور دوسری مرتبہ سات دن سے زیادہ اور دس دن سے بھی بڑھ جائے تو اس کا حیض سات ہی دن رکھا جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی کو ایک مرتبہ بیس دن نفاس آئے اور دوسری مرتبہ بیس دن سے زیادہ اور چالیس دن سے بڑھ جائے تو اس کا نفاس بیس ہی دن رکھا ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو جس کی عادت مقرر نہیں یعنی اس کو اب تک کوئی حیض یا نفاس نہیں آیا یعنی بالغ ہوتے ہی خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے تو خون جاری ہونے کے وقت سے دس دن ورات تک اس کا حیض سمجھا جائے گا اور بیس دن طہارت (پاکی) کے یعنی استحاضہ پھر دس دن ورات حیض اور بیس دن ورات استحاضہ اسی طرح برابر حساب رہے گا اور اس حالت میں اس کے بچہ پیدا ہونے کے بعد سے چالیس دن ورات اس کے نفاس کے اور بیس رات ودن پاکی کے رکھے جائیں گے پھر اسی طرح دس رات دن حیض کے اور بیس رات دن پاکی کے۔

مسئلہ: اگر کسی عادت والی عورت کے خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے تو اس کا حیض، نفاس، طہر (پاکی کا زمانہ) اس کی عادت کے موافق رکھا جائے گا، ہاں اگر اس کی

عادت چھ مہینہ پاک رہنے کی ہو تو اس کا طہر (پاکی کا زمانہ) اس کی عادت کے موافق یعنی پورے چھ مہینے نہ ہوگا بلکہ گھنٹہ کی کم چھ مہینے۔

مسئلہ: اگر کسی عادت والی عورت کے خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے اور اس کو یہ یاد نہ رہے کہ مجھے کتنے دن حیض ہوتا تھا یا یہ یاد نہ رہے کہ مہینے کی کس کس تاریخ سے شروع ہوتا تھا یا دونوں باتیں یاد نہ رہیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جس زمانہ کو وہ حیض کا زمانہ خیال کرے اس زمانہ میں طہارت یعنی پاکی کے احکام پر عمل کرے اور اگر اس کا گمان کسی طرف نہ ہو تو اس کو ہر نماز پڑھنی چاہیے اور روزہ بھی رکھے مگر جب اس کا یہ مرض دفع ہو جائے تو روزہ کی قضاء کرنی ہوگی اور اس میں شک کی کیفیت ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت شک ہو کہ زمانہ حیض کا ہے یا پاکی کا تو اس صورت میں ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت شک ہو کہ زمانہ حیض کا ہے یا پاکی کا یا حیض سے خارج ہونے کا تو اس صورت میں وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھا کرے۔ (علم الفقہ ص ۱۰۱ جلد اول)

نفاس کے احکام

مسئلہ: بچہ پیدا ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ نفاس کی مدت چالیس دن ہیں اور کم کی کوئی حد نہیں۔ اگر چالیس دن کے بعد بھی خون آئے تو وہ نفاس نہیں ہوگا (بلکہ بیماری کی وجہ سے ہے)۔

مسئلہ: اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی کو نکل خون نہ آئے تب بھی جننے (پیدائش) کے بعد غسل واجب ہے۔

مسئلہ: آدھے سے زیادہ بچہ باہر نکل آیا لیکن ابھی پورا نہیں نکلا، اس وقت جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے، اور اگر آدھے سے کم نکلا تھا، اس وقت خون آیا تو وہ استحاضہ ہے۔ (بیماری کا خون ہے)

مسئلہ: اگر خون چالیس دن سے بڑھ گیا تو اگر پہلے پہل بچہ ہوا تو چالیس دن نفاس کے ہیں

اور جتنا زیادہ آیا ہے وہ استحاضہ ہے، پس چالیس دن کے بعد غسل کر کے نماز وغیرہ شروع کر دے، خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے اور اگر یہ پہلا بچہ نہیں ہے اور اس کی عادت معلوم ہے کہ اتنے دن نفاس آتا ہے تو جتنے دن نفاس کی عادت ہو اتنے دن نفاس کے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ :اگر کسی کی عادت تیس دن نفاس آنے کی ہے لیکن تیس دن گزر گئے اور ابھی تک خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے، اگر پورے چالیس دن پر خون بند ہو گیا تو یہ سب نفاس ہے، اور اگر چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو صرف تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے، اس لیے اب فوراً غسل کرے اور دس دن کی نمازیں قضاء پڑھے۔

مسئلہ :اگر چالیس دن سے پہلے خون بند ہو جائے تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے اور اگر غسل کرنا نقصان دہ ہو تو تیمّم کر کے نماز شروع کر دے، ہرگز کوئی نماز قضاء نہ کرے۔

مسئلہ : نفاس میں بھی نماز بالکل معاف ہے اور روزہ معاف نہیں بلکہ اس کی قضاء بعد میں رکھنا چاہیے۔

مسئلہ :اگر چھ مہینے کے اندر اندر آگے پیچھے دو بچے ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچہ سے لی جائے گی اور اگر دوسرا بچہ دس بیس دن یا دو ایک مہینے کے بعد پیدا ہوا تو دوسرے بچے سے نفاس کا حساب نہ کریں گے۔ (بہشتی زیور ص ۶۳ جلد ۲، شرح وقایہ ص ۱۱۳ جلد ۱ بحر الرائق ص ۲۱۸ جلد، در مختار ص ۳۸ جلد اول، ہدایہ ص ۴۱ جلد اول)

مسئلہ: جو عورت حیض یا نفاس سے ہو اس کا حکم وہی ہے جو حدث اکبر والے کا یعنی جس پر غسل واجب ہے اس کو مسجد میں جانا اور کعبہ کا طواف کرنا قرآن کریم پڑھنا یا چھونا درست نہیں ہے۔

مسئلہ : حیض و نفاس والی عورت کو کلمہ، درود شریف اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا استغفار پڑھنا یا کوئی وظیفہ پڑھنا جیسے "**لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**" پڑھنا منع نہیں ہے، یہ سب درست ہے اور دعاء قنوت کا پڑھنا بھی درست ہے اور دعائیں جو قرآن کریم میں آئی ہے ان کو دعاء کی نیت سے پڑھے، تلاوت کے ارادہ سے نہ پڑھے تو درست ہے۔

(بہشتی زیور ص ۶۳ جلد ۲ بحوالہ بحر الرائق ص ۱۹۹ جلد اول کتاب الفقہ ص ۲۱۱ جلد اول و فتاویٰ دار العلوم ص ۲۸۰ جلد اول بحوالہ رد المحتار ص ۲۷۱ جلد اول باب الحیض)

حیض کی حالت میں صحبت کے نقصانات

طبی رو سے جو شخص حالت حیض میں عورت سے جماع کرے گا اس کو مندرجہ ذیل امراض لاحق ہونے کا احتمال ہے۔ مثلاً خارش، نامردی، سوزش یعنی جلن، جریان جذیام یعنی کوڑھ ولد یعنی جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو جذام ہو جاتا ہے۔ اور عورت کو مندرجہ ذیل بیماریاں لاحق ہو جاتی ہے۔

عورت کو اکثر ہمیشہ کیلئے خون جاری ہو جاتا ہے اور بچہ دانی یعنی رحم باہر کو لٹک آتا ہے اور بعض عورتوں کو اکثر اوقات کچا حمل گر جانے کا باعث ہوتا ہے، منجملہ دیگر امور کے بڑا سبب یہی ہوتا ہے، چونکہ حالت حیض میں جماع کرنے سے مذکور بالا امراض اور دیگر کئی نقصانات وعوارض پیدا ہو جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کر کے حالت حیض میں جماع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(اسرار شریعت ص ۲۴۸ جلد دوم)

جس نفاس والی عورت کی عادت مقرر نہ ہو اس سے صحبت کرنا؟

سوال: کسی عورت کو پہلی مرتبہ پینتیس دن اور دوسری بار بتیس دن اور تیسری بار تیس دن نفاس کا خون جاری رہا تو تیسری بار وہ عورت کب سے پاک ہے اور شوہر اس سے صحبت کب سے کر سکتا ہے؟

جواب: اس صورت میں تیس دن کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر رمضان المبارک ہو تو روزہ رکھے لیکن صحبت مکروہ ہے ہاں تیس دن کے بعد (جو اس کی عادت تھی) صحبت درست ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۴ جلد ۴ بحوالہ عالمگیری ص ۳۹ جلد اول)

حیض کے بند ہونے سے کتنی دیر بعد صحبت جائز ہے؟

مسئلہ: اگر دس دن مکمل ہونے کے بعد خون بند ہوا ہے تو اسی وقت ہمبستری جائز ہے، مگر

مستحب یہ ہے کہ غسل کے بعد کرے اور اگر دس روز سے قبل پاک ہوگئی تو حلت وطی (صحبت کے جائز ہونے) کیلئے دو شرطوں میں سے ایک کا وجود ضروری ہے۔ یعنی عورت غسل کرلے، یا خون بند ہونے کے بعد اتنا وقت گزر جائے کہ اس کے ذمہ نماز کی قضاء ہو جائے، جب ان دونوں میں سے کوئی ایک شرط نہیں پائی جائے گی ہمبستری حلال نہ ہوگی۔ نماز کی قضاء تب فرض ہوتی ہے کہ خون بند ہونے کے بعد نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پھرتی سے غسل کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکے، پس اگر عصر سے کچھ قبل خون بند ہوا مگر غسل کر کے تکبیر تحریمہ کہنے کے برابر وقت نہ تھا تو غروب سے پہلے وطی حلال نہیں، اس لیے کہ اس سے قبل اس کے ذمہ کوئی نماز فرض نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۶۹ جلد ۲، حوالہ ردالمختار ص ۲۷۳ جلد اول)

حیض ونفاس کے حالت میں صحبت کر لینے سے کیا کفارہ ہے؟

مسئلہ: خاص ایام (حیض ونفاس) کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا جبکہ وہ ایام ماہواری میں ہو، ناجائز وحرام اور گناہ کبیرہ ہے، اگر کسی سے یہ فعل یعنی خاص دنوں میں صحبت ہوگئی تو توبہ واستغفار کرے اور اگر گنجائش ہو تو تقریباً چھ گرام چاندی یا اس کی قیمت کا صدقہ کرے، ورنہ توبہ واستغفار کرتا رہے، مگر اس ناجائز فعل سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (آپ کے مسائل ص ۶۸ جلد دوم وفتاویٰ دارالعلوم ص ۲۷۹ جلد اول بحوالہ درالمختار ص ۲۷۲ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۳۹ جلد ۹)

مسئلہ: ان ایام میں ناف سے لیکر گھٹنوں تک کے حصہ بدن کو شوہر کیلئے ہاتھ لگانا اور مس کرنا (چھونا) بھی بغیر پردہ کے (کپڑے کے) جائز نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۸ جلد دوم)

مسئلہ: جس عورت کے بچہ پیدا ہوا اس کے لیے مدت نفاس زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے، اگر کسی عورت کو اس مدت میں برابر خون کم وبیش آتا رہے تو اس کا شوہر چالیس دن تک اس سے مجامعت نہیں کرسکتا، چالیس دن کے بعد جائز ہے اور چونکہ نفاس میں کم مقدار کی کچھ مدت نہیں ہے، اس لیے اگر چالیس دن سے پہلے خون بند ہو جائے تو غسل کے بعد اس سے صحبت جائز ہے۔

مسئلہ: اور نفاس کی حالت میں جماع کرنے میں بھی صدقہ کر دینا اچھا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۸۲ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۲۷۵ جلد اول مظاہر حق ص ۹۰ ج اول، البحر ۲۱۳ جلد اول الحیض)

نفاس کی حالت میں غسل کرنا؟

مسئلہ: نفاس (بچہ کی پیدائش کا خون) بند ہونے پر غسل واجب ہے ویسے نفاس کی حالت میں (گرمی وغیرہ کی وجہ سے) ظاہری پاکیزگی اور صحت کے لیے روزانہ غسل کیا جا سکتا ہے منع نہیں ہے۔ چالیس روز سے پہلے جب بھی خون بند ہو جائے طہارت کی نیت سے غسل کر کے نماز شروع کر دینا ضروری ہے۔

اگر چالیس روز تک خون جاری رہا جو اس کی انتہائی مدت ہے تو چالیس روز پورے ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۶ جلد ۴)

آپریشن کے ذریعہ ولادت پر نفاس کا حکم؟

سوال: اگر کوئی عورت بچہ پیدا ہونے کے بعد خون نہ دیکھے تو کیا اس کو نفاس والی کہیں گے یا نہیں؟

جواب: معتمد قول کی بناء پر وہ عورت نفاس والی ہے، لہٰذا اس پر احتیاطاً غسل واجب ہے، کیونکہ ولادت کے بعد کچھ نہ کچھ خون کا آنا ضروری ہے، خواہ وہ دیکھنے میں نہ آئے، سوائے اس کے کہ اگر کسی عورت کا بچہ اس کی ناف سے پیدا ہوا، اس طرح کہ اس کی ناف میں زخم تھا، ولادت کے وقت وہ پھٹ گیا اور بچہ اس سے نکل آیا (یا بڑے آپریشن سے ہوا) تو اس وقت دیکھا جائے گا کہ اگر خون بچہ دانی سے بہا ہے تو وہ عورت نفاس والی کہی جائے گی اور اگر بچہ دانی سے خون جاری نہیں ہوا تو وہ نفاس والی نہ ہوگی بلکہ زخم والی کہی جائے گی۔ اگر چہ اس کیلئے بچہ کے احکام ثابت ہوں گے مثلاً اس کی ماں کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہو جائے گی، غسل بھی واجب ہوگا وغیرہ (کشف الاسرار ص ۶۶ جلد ۲)

بغیر غسل کے جماع کرنا

مسئلہ: جس عورت کا حیض دس دن و رات آ کر بند ہوا ہو اس سے بغیر غسل کے خون بند ہوتے ہی جماع (صحبت) جائز ہے اور جس عورت کا خون دس دن و رات سے کم آ کر بند ہوا ہو تو اگر اس کی عادت سے بھی کم آ کر بند ہوا ہے تو اس سے جماع جائز نہیں جب تک کہ اس

کی عادت نہ گزر جائے، اگر چہ غسل بھی کر چکے اور اگر عادت کے موافق آکر بند ہوا ہے جب تک غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے جماع جائز نہیں، ایک نماز کا وقت گزر جانے کے بعد بغیر غسل کے بھی جائز ہے، نماز کا وقت گزر جانے سے یہ مقصود ہے کہ اگر شروع وقت میں خون بند ہوا ہو تو باقی سب وقت گزر جائے، اور اگر اخیر وقت میں بند ہوا ہو تو اس قدر وقت ہونا ضروری ہے کہ جس میں غسل کر کے نماز کی نیت کرنے کی گنجائش ہو، اگر اس سے بھی کم وقت باقی ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں ہے، دوسری نماز کا پورا وقت گزر جانا ضروری ہے اور یہی حکم ہے نفاس کا (بچہ پیدا ہونے کے بعد کے خون کا ہے) کہ اگر چالیس دن آکر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے، اور اگر چالیس دن سے کم آکر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو بعد عادت گزر جانے کے اور اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو تو بعد غسل یا نماز کا وقت گزر جانے کے جماع وغیرہ جائز ہے، ہاں ان صورتوں میں مستحب یہ ہے کہ غسل کے بغیر جماع نہ کیا جائے۔ (بحر الرئق، علم الفقہ ص ۹۸ جلد اول)

عورت کو غسل کرنے میں تاخیر مستحب ہے

مسئلہ: جس عورت کا خون دس دن ورات سے کم آکر بند ہوا ہو اگر عادت مقرر ہو چکی ہو تو عادت سے بھی کم ہو اس کو نماز کے اخیر مستحب وقت تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے، اس خیال سے کہ شاید پھر خون نہ آجائے مثلاً اگر عشاء کے شروع وقت خون بند ہوا ہو تو عشاء کے اخیر وقت یعنی نصف شب کے قریب تک اس کو غسل میں تاخیر کرنا چاہیے، اور جس عورت کا حیض دس دن یا اگر عادت مقرر ہو تو عادت کے موافق بند ہوا ہو تو اس کو نماز کے اخیر وقت مستحب تک غسل میں توقف کرنا مستحب ہے اور یہی حکم نفاس کا ہے کہ چالیس دن سے کم اور اگر عادت مقرر ہو تو عادت سے کم آ خر بند ہو تو آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اور پورے چالیس دن عادت مقرر ہو تو عادت کے موافق آکر بند ہو تو آکر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

☆☆

حیض آور دوا کا استعمال کرنا؟

مسئلہ: اگر کوئی عورت غیر زمانہ حیض میں کوئی دوا ایسی استعمال کرے کہ جس سے خون آجائے وہ حیض نہیں ہے۔

مثال کے طور پر کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض آیا ہو اس کو حیض کے پندرہ دن بعد دوا کے استعمال سے خون آجائے وہ حیض نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت کوئی دوا وغیرہ استعمال کرکے یا اور کسی طرح اپنا حمل ساقط کردے، (گروادے) یا اور کسی وجہ سے اس کا حمل ساقط ہو جائے (گر جائے) اور اس کے بعد خون آئے تو اگر بچہ کی شکل مثل ہاتھ، پیر یا انگلی وغیرہ کے ظاہر ہوتی ہو تو وہ خون نفاس ہے اور اگر بچہ کی شکل وغیرہ ظاہر نہ ہوئی ہو بلکہ گوشت کا لوتھڑا ہو تو اس کے بعد جو خون آئے وہ نفاس نہیں بلکہ اگر تین دن ورات یا اس سے زیادہ آئے اور اس سے پہلے عورت پندرہ دن تک پاک رہ چکی ہو تو یہ خون حیض کا ہوگا ورنہ استحاضہ۔

مسئلہ: کسی بچہ کے تمام اعضاء کٹ کٹ کر نکلیں تو اس کے اکثر اعضاء نکلنے کے بعد جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے۔ (علم الفقہ ص ۹۹ جلد اول و بہشتی زیور ص ۷۶ جلد اول بحوالہ منیۃ المصلی ص ۱۵ و شرح التنویر ص ۱۶۷ جلد اول)

حیض ونفاس کو روکنا؟

مسئلہ: کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ حیض کے خون کو روک لے، یا مقررہ وقت سے پہلے لانے کی کوشش کرے، جبکہ ایسا کرنا صحت کیلئے مضر ہے۔ (اگر مضر نہ ہو تو جائز ہے) کیونکہ صحت کی حفاظت واجب ہے۔ اس قید سے یہ مقصد ہے کہ حیض کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ آگے کی راہ سے خارج ہو، اگر پیچھے کی راہ سے یا بدن کے کسی اور حصہ سے خون نکلا تو وہ حیض نہیں ہے۔ غرض یہ ضروری ہے کہ خون از خود نکلا ہو جس کا اور کوئی سبب نہ ہو، ورنہ وہ حیض نہیں ہوگا۔ (کتاب الفقہ ۲۰۳ جلد اول)

مسئلہ: جس عورت کو پیشاب یا خون استحاضہ کے قطرات آتے رہتے ہوں اور وہ کسی تدبیر

سے (دواوغیرہ کے ذریعہ سے) نکلنے نہ دے تو اس کا وضواور نماز درست ہو جائے گی لیکن یہ تدبیر یعنی حیض کوروکنے کی تدبیر کارگر نہ ہوگی اور نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۸ جلد ۴)
(یعنی حیض ونفاس کو وقت پر آنے سے روک کر نماز وغیرہ پڑھنا درست نہ ہوگا۔
(محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

اسقاط کے بعد خون آنے کا حکم

سوال: بچہ اسقاط ہو گیا جو صرف لوتھڑا تھا، اعضاء نہیں بنے تھے تو بعد اسقاط کے نفاس کا حکم ہوگا یا حیض کا؟ اگر حیض کا حکم ہو تو جو نمازیں نفاس سمجھ کر مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے دس دن کے بعد چھوڑی گئیں، ان کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟

جواب: اگر حمل چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت کا ہو تو ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس ہوگا، اگر حمل پر چار ماہ نہ گزرے ہو تو یہ خون حیض ہے بشرطیکہ تین روز یا اس سے زیادہ آئے، اگر تین روز سے کم آیا تو یہ استحاضہ ہے۔ (یعنی کسی بیماری کی وجہ سے خون آ گیا ہے)
اگر چار ماہ نہیں گزرے تھے، اس کے باوجود اس خون کو نفاس سمجھ کر نمازیں چھوڑ دیں تو ان کی قضاء فرض ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۷۲ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۲۷۹ جلد اول و فتاویٰ محمودیہ ص ۴۵ جلد ۹ بحوالہ شامی ص ۲۷۷ جلد اول)

مسئلہ: اگر نفاس کے دنوں کی پہلے سے کچھ عادت نہ ہو تو چالیس دن تک حکم نفاس کا جاری رہے گا، اس میں نماز روزہ کچھ نہ ہوگا۔ البتہ بالکل دھبہ نہ آئے یا ایام عادت (جتنے دنوں کی عادت ہے نفاس کی) پورے ہو جائیں اس وقت پھر غسل کر کے نماز روزہ شروع کیا جائے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۸۰ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۲۷۷ جلد اول باب الحیض)

مسئلہ: نفاس میں عادت پوری ہو جانے کے بعد نماز روزہ کر سکتی ہے اور اس کا شوہر اس سے صحبت بھی کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۸۱ جلد اول وردالمحتار ص ۲۷۲ جلد اول)

مسئلہ: ناتمام بچہ حکم میں بچہ ہی کے ہے تو اس کی ماں اس کے گرنے کے بعد نفاس والی اور اگر لونڈی ہے تو ام ولد ہو جائے گی یعنی آزاد ہو جائے گی، اور اگر ناتمام بچہ کا حال معلوم نہ ہو سکا کہ اسکے اعضاء وغیرہ ظاہر تھے یا نہیں، اس لیے کہ وہ اسقاط اندھیرے میں ہوا اور اس کو

بغیر دیکھے پھینک دیا گیا اور نہ اس عورت کو حمل کے دنوں کی گنتی معلوم ہے اور خون برابر جاری رہا تو وہ ایام جو یقینی طور پر اس کے حیض کے ہیں، ان دنوں میں نماز کو چھوڑ دیا کرے پھر غسل کرے پھر وہ معذور کی طرح نماز ادا کرے یعنی ہر وقت کیلئے تازہ وضو کرے۔

(کشف الاسرار ص ۶۹ جلد دوم)

حالت حیض میں سوتے وقت آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھنا؟

مسئلہ: اگر کسی عورت کو رات کو سوتے وقت پنج کلمہ، آیت الکرسی اور چاروں قل اور الحمد شریف پڑھنے کی عادت ہے تو حیض کے زمانہ میں دعاء کی نیت سے پڑھ لے، تلاوت کی نیت نہ کرے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۷۱ جلد دوم امداد الفتاویٰ ص ۱۴۶ جلد اول)

حائضہ پر دم کرنا؟

مسئلہ: حیض یا نفاس والی عورت پر قرآن کریم پڑھ کر دم نا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۷۱ جلد اول)

عورتوں کیلئے ایک مستحب چیز

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہے کہ (ایک دن) انصار کی ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ وہ حیض کا غسل کس طرح کرے؟ تو آپ نے اس کو غسل کا وہی طریقہ بتلایا (جو احادیث میں پہلے گزر چکا) اور پھر (مزید) فرمایا مشک کا ایک ٹکڑا لے کر اس کے ذریعہ پاکی حاصل کرو۔ یہ سن کر وہ عورت سمجھی نہیں تو اس نے پوچھا اس (ٹکڑے) کے ذریعے کس طرح پاکی حاصل کروں، آپؐ نے فرمایا! سبحان اللہ؟ اس کے ذریعے پاکی حاصل کرو۔ (حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہے کہ میں آپؐ کے ارشاد کا مطلب خوب سمجھ رہی تھی، اس لیے اس عورت کو مطلب سمجھانے کے لیے) میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور (اس کے کان کے قریب اپنا منہ لے جا کر آہستہ سے) اس کو بتایا کہ اس ٹکڑے کو خون کی جگہ یعنی شرمگاہ میں رکھ لو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: "مشک کا ایک ٹکڑا لے کر۔" اس کا مطلب یا تو یہ تھا کہ مشک ہی کا ٹکڑا لے کر اس کے ذریعے پاکی حاصل کرو، یا یہ مطلب تھا کہ کپڑے کا کوئی ٹکڑا یا روئی کا پھایہ مشک (یا کسی اور خوشبو) میں بسا کر اس کے ذریعے پاکی حاصل کرو۔ اس حدیث کے پیش نظر علماء نے کہا ہے کہ عورت کیلئے مستحب ہے کہ مشک کا ایک ٹکڑا یا مشک وغیرہ میں بسا ہوا کپڑے کا ٹکڑا یا روئی کا پھایہ" لے کر اپنی شرمگاہ میں رکھ لے تا کہ خون کی بدبو زائل ہو جائے۔ (مظاہر حق ص ۲۱۳ جلد اول)

(عورت حیض و نفاس سے فارغ ہو کر نہانے کے بعد خوشبو یا خوشبو دار کپڑے کا استعمال کرے تا کہ مرد کی رغبت زیادہ ہو۔ محمد رفعت قاسمی)

شرمگاہ کو بوسہ دینا؟

سوال: مرد کا عورت کی شرمگاہ کو چومنا (بوسہ دینا) اور عورت کے منہ اپنا عضو مخصوص (ذکر) دینا یا مرد عورت کی شرمگاہ کے ظاہری حصہ کو زبان لگائے، چومے تو ایسی حرکتوں میں قباحت ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک شرمگاہ (پیشاب کی جگہ) کا ظاہری حصہ پاک ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کو منہ میں لیا جائے، اسے چوما اور چاٹا جائے۔

ناک کی رطوبت پاک ہے تو کیا ناک کے اندرونی حصہ کو زبان لگانا، اس کی رطوبت کو منہ میں لینا پسندیدہ چیز ہو سکتی ہے؟ اور اس کی کیا اجازت ہو سکتی ہے؟ مقعد (پاخانہ کا مقام) کا ظاہری حصہ بھی ناپاک نہیں، پاک ہے۔ تو کیا اس کو چومنے کی اجازت ہوگی؟ ہرگز نہیں، اس طرح شرمگاہ کو چومنے اور زبان لگانے کی اجازت نہیں سخت مکروہ اور گناہ ہے، کتوں بکروں وغیرہ حیوانات کی خصلت کے مشابہ ہے، اگر شہوت کا غلبہ ہے تو صحبت کر کے ختم کر لے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۱ جلد ۶ بحوالہ عالمگیری ص ۳۴۶ جلد ۶)

مسئلہ: ایک بیوی سے دوسری بیوی کے دیکھتے ہوئے صحبت کرنا بے حیائی ہے اور دوسری بیوی کا دل دکھانا ہے ایک عورت کو دوسری عورت کا ستر (پوشیدہ حصہ) دیکھنا بھی گناہ ہے، لہٰذا یہ طریقہ واجب الترک ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۵ جلد ۶ بحوالہ عالمگیری ص ۲۱۹ جلد ۵)

مسئلہ: حیاء کا تقاضہ تو یہ ہے کہ چادر وغیرہ اوڑھ کر ہمبستری کرے (برہنہ ہو کر صحبت نہ

کرے)۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۸۷ جلد ۴)

مسئلہ:شہوت کے جوش میں اپنی عورت کا پستان منہ میں لینے پر مجبور ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا، البتہ دودھ پینا حرام ہے مگر اس حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی کیونکہ یہ مدت رضاعت نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۷ جلد ۶)(مذکورہ بالا صورتوں میں منی نکل آئی تو غسل واجب ہوگا اور صرف مذی نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

اگر جن نے کسی عورت سے صحبت کی تو غسل کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ:اگر کوئی عورت یہ کہتی ہے کہ میرے ساتھ جن خواب میں صحبت کرتا ہے اور اس سے اسے لذت محسوس ہوتی ہے، اسی طرح جس طرح شوہر کے جماع سے حاصل ہوتی ہے، اگر عورت کو اس صورت میں انزال ہو (منی نکلی) تو غسل واجب ہے ورنہ نہیں، گویا یہ احتلام قرار پائے گا اور احتلام سے غسل واجب ہوتا ہے، اور اگر یہ صورت ہوئی کہ وہ جن آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا اور ظاہر ہو کر اس مرد کی طرح عورت سے جماع کیا تو فقط اس جن کے حشفہ داخل کر دینے سے اس عورت پر غسل واجب ہوگا، اس عورت کو انزال ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں۔(حشفہ آلہ تناسل کا وہ حصہ ہے جو ختنہ کی جگہ سے اوپر ہے اور جسے سپاری بھی کہتے ہیں)

مسئلہ:اگر کوئی جنیہ یعنی جن کی عورت ظاہر ہو اور کوئی مرد (انسان) اس سے جماع کرے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (کشف الاسرار ص ۳۵ جلد اول)

انجکشن کے ذریعے عورت کے رحم میں منی پہنچانے پر غسل کا حکم؟

سوال: انجکشن کے ذریعے عورت کے رحم میں مادہ منویہ فرج کی راہ سے پہنچایا تو کیا عورت پر غسل واجب ہوگا؟

جواب: اگر اس عمل سے عورت میں شہوت پیدا ہوئی تو غسل کا واجب ہونا راجح ہے اور اگر مطلقاً شہوت پیدا نہ ہوئی تو غسل واجب نہیں ہے لیکن غسل کر لینے میں احتیاط ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۴ جلد ۷ تفصیل فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۱ جلد ۶ بحوالہ درمختار ص ۱۵۳ جلد اول ابحاث الغسل۔ مراقی الفلاح ص ۵۵)

عورت کی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے غسل کا حکم

سوال: عورت کی شرمگاہ میں (فرج داخل میں) ڈاکٹر عورت یا دایہ بغرض علاج یا تحقیق حمل کے واسطے ہاتھ یا انگلی داخل کرے یا عورت دوا لگانے کیلئے خود اپنی انگلی داخل کرے تو عورت پر غسل لازم ہوگا یا نہیں؟ اور اگر یہ عمل شوہر کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ عمل علاجاً ہو، چاہے ڈاکٹرنی کرے یا عورت خود کرے اور عورت کے اندر شہوت پیدا نہیں ہوئی تو محض ہاتھ یا انگلی داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا، لیکن اگر عورت غلبہ شہوت سے لذت اندوز ہونے کے ارادے سے کرے (اپنی انگلی داخل کرے) یا میاں بیوی بقصد استمتاع یہ عمل کریں (شوہر اپنی انگلی داخل کرے) تو بعض فقہاء کرامؒ کے قول کے مطابق غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس کو مختار بھی کہا گیا ہے لہٰذا اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ عورت غسل کرلے، اسی میں احتیاط ہے (اور اگر عورت کو منی نکل آئی تو پھر تو یقیناً غسل واجب ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۵ جلد ۷ بحوالہ طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۳۹ جلد اول و فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۸ جلد اول بحوالہ کبیری ص ۴۴)

مسئلہ: بغیر شہوت کے عورت خود ہی اپنی شرمگاہ میں انگلی ڈالے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔　　(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۸ جلد اول بحوالہ غنیہ ص ۱۴۱)

مسئلہ: اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا خنثی یا میت کے ذکر کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی غسل فرض ہو جائے گا، جب کہ عورت کو انزال ہو (منی نکل جائے)۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۶ جلد ۷ بحوالہ عمدۃ الفقہ ص ۱۱۲ جلد اول)

مسئلہ: جن چیزوں سے لذت جماع نہیں حاصل ہوتی ہے اور نہ اس کی وجہ سے انزال پایا جائے تو غسل فرض نہیں ہوگا، مثلاً پچھلے حصہ میں انگلی کرنے یا جانوروں یا بچوں کا آلہ تناسل یا تناسل جیسی لکڑی یا کوئی اور چیز داخل کرنے سے ان میں غسل کا فرض نہ ہونا ظاہر ہے اور متفق علیہ بھی ہے، لیکن اگر عورت یہ چیزیں اپنے اگلے حصہ میں داخل کرے اور ان سے شہوت رانی کا ارادہ کرے تو عورت انزال کو نہ بھی ہو تو بھی اس پر غسل واجب ہے، اس لیے کہ عورت میں

شہوت غالب ہوتی ہے تو سبب قائم مقام مسبب کا ہوسکے گا بلکہ بعض نے غسل کے واجب ہی کو اولیٰ کہا ہے۔ (کشف الاسرار ص ۳۹ جلد اول)

غسل میں عورت کے بالوں کا حکم

مسئلہ: اگر عورت کے سر کے بال کھلے ہو تو بالوں کا تر کرنا فرض ہے، جڑوں تک بھی پانی پہنچائے اور اگر عورت کے بال گندھے ہوئے ہو تو ان کو کھولنا ضروری نہیں، صرف جڑوں کا تر کرنا فرض ہے، البتہ بدون (بغیر) کھولے جڑوں تک پانی نہ پہنچ سکے تو کھول کر سب بالوں کو دھونا فرض ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۶ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۴۲ جلد اول امداد الفتاویٰ ص ۴۴ جلد دوم)

مسئلہ: عورت کے لیے سر کی مینڈیوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے جبکہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جائے۔ (ہدایہ ص ۱۱ جلد اول، کبیری ص ۴۷ و فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۳ جلد اول و فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴ جلد دوم)

اس طرح کرے کہ سر پر پانی ڈال کر بالوں کو ہاتھوں سے دبا دے کہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ: اگر عورت نے ناک میں نتھ یا کانوں میں بالیاں یا انگلیوں میں انگوٹھی وغیرہ پہنی ہوئی ہے تو غسل کرتے وقت ان کو ہلانا ضروری ہے جبکہ پانی نہ پہنچے۔ یعنی اگر پانی پہنچ جائے تو ہلانا ضروری نہیں ہے۔ (شرح وقایہ ص ۴۷ جلد اول و منیہ ص ۱۶ و بہشتی زیور ص ۵۷ و کشف الاسرار ص ۲۳ جلد اول)

مسئلہ: اگر ماتھے پر افشاں لگی ہے یا بالوں میں اتنا گوند لگا ہے کہ بال اچھی طرح نہ بھیگیں تو گوند کو خوب چھڑا ڈالیں اور افشاں کو دھو ڈالیں، اگر گوند کے نیچے پانی نہ پہنچے گا اوپر ہی اوپر سے بہہ جائے تو غسل صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر مسی کی تہہ جمائی ہو تو اس کو چھڑا کر کلی کرے ورنہ غسل صحیح نہ ہوگا، نیز عورت کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ سر پر ایسا مسالہ لگا دینے دے کہ جو بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچنے سے مانع ہو خواہ دلہن ہی کیوں نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۱۸۷ ص جلد اول)

غسل میں عورت کے لیے فرج خارج کا دھونا؟

سوال: عورت کے فرض غسل میں شرمگاہ کو اندر سے دھونا بھی ضروری ہے، یا یہ کہ عام دستور کے مطابق استنجاء کافی ہے؟

جواب: عورت کی شرمگاہ کے دو حصے ہیں، ایک اندرونی حصہ جو مستطیل (لمبی) شکل کا ہے، اس کے بعد کچھ گہرائی میں جا کر گول سوراخ ہے، اس گولائی کے اوپر کے حصہ کو فرج خارج اور اندرونی حصہ کو داخل کہا جاتا ہے، فرض غسل میں فرج خارج کا دھونا فرض ہے، یعنی گول سوراخ تک پانی پہنچانا ضروری ہے، بغیر اس کے غسل صحیح نہ ہوگا، البتہ فرج داخل کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۷ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۴۱ جلد اول)

مسئلہ: عورت کی شرمگاہ سے ہمبستری کے وقت جو رطوبت نکلے وہ نجاست غلیظہ ہے، جس کپڑے یا عضو کو وہ رطوبت لگے اس کا دھونا ضروری ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۲۸۸ جلد اول باب الانجاس)

مسئلہ: جو عورتیں دانتوں پر مسی ملتی ہے اگر صرف اس کا رنگ ہے تو وہ مانع طہارت نہیں ہے اور اگر کوئی ایسی چیز کہ وہ خود جم جاتی ہے اور پانی کو نہیں پہنچنے دیتی تو یہ مانع ہے۔

(درمختار ص ۲۳ جلد اول)

مسئلہ: غسل کے وقت عورت کے شرمگاہ کے ظاہری حصہ کا دھونا کافی ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۴۴ جلد اول)

اگر حالت نفاس میں احتلام ہو جائے؟

مسئلہ: نفاس والی عورت کو اگر احتلام ہو جائے تو پاک ہونے کے لیے ایک ہی غسل واجب ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۲ جلد دوم بحوالہ تاتارخانیہ ص ۲۲)

مسئلہ: ایک شخص نے اپنی بیوی سے صحبت کی اور صبح کو اس کی بیوی حائضہ ہوگئی، تو بیوی پر غسل جنابت فرض نہیں رہا حیض سے پاک ہو کر غسل کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۶۷ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۵۳ جلد اول بحث الغسل وعالمگیری ص ۱۵ ج ۱)

مسئلہ: عورتوں کو شہوت سے منی نکلے، مردوں کی طرح تو ان پر غسل فرض ہے۔
مسئلہ: عورتوں کو اگر احتلام ہو تو (بدخوابی میں منی نکلے) تو ان پر غسل فرض ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۵ جلد اول بحوالہ ہدایہ ص ۳۷ جلد اول)

چند دن خون پھر سفید پانی اور پھر خون آ گیا؟

سوال: ایک عورت کو بارہ روز نفاس (بچہ پیدا ہونے کے بعد خون) آ کر سفید آ گیا، بعد میں پھر خون آ گیا، اس خون کا کیا حکم ہے؟

جواب: مدت نفاس یعنی چالیس دن کے اندر جو خون آئے گا وہ سب نفاس میں شمار ہوگا، درمیان میں جو دن خالی گزر گئے وہ بھی نفاس میں ہی شمار ہوں گے البتہ اگر چالیس دن سے زائد خون جاری رہا تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس عورت کی نفاس سے متعلق کوئی عادت پہلے سے متعین تھی یا نہیں۔ اگر متعین ہے تو ایام عادت کے بعد سے استحاضہ (بیماری کا خون) شمار ہوگا۔ مثلاً تیس دن کی عادت تھی اور خون پچاس دن تک جاری رہا تو تیس دن نفاس اور باقی بیس دن استحاضہ ہوگا اور اگر پہلے سے کوئی عادت معین نہ تھی تو چالیس دن نفاس اور باقی دس استحاضہ (بیماری کا خون) ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۶۷ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۲۷۵ جلد اول باب الحیض)

مسئلہ: اگر کسی عورت کو نفاس (بچہ کی پیدائش کے بعد آنے والا خون) اس طرح آتا ہے کہ چار روز آیا پھر بند ہو گیا، پھر چار دن آیا پھر بند ہو گیا، اسی طرح چلتا رہا، یہاں تک کہ چالیس روز ختم ہو گئے تو چالیس روز نفاس کے شمار ہوں گے درمیان کا زمانہ طہارت (پاکی) میں شمار نہ ہوگا جبکہ چالیس دن کی عادت ہو چکی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۲ جلد ۴)

مسئلہ: ایک عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد دس دن خون آیا اور پھر بند ہو گیا، تو زیادہ سے زیادہ نفاس کی مدت چالیس روز ہے، اگر اس سے پہلے خون بند ہو جائے اور یہ پہلا بچہ نہیں ہے اور اس سے پہلے بچے ہوئے ہیں اور ابھی جتنے دن خون آیا ہے اس سے زیادہ خون نہیں آیا تھا، تو اس صورت میں غسل کر کے نماز شروع کر دے اور اس سے ہمبستری بھی جائز ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۳ جلد ۴)

ایام عادت کے بعد خون آنا؟

سوال: ایک عورت کی عادت مستمرہ (دائمی) یہ ہے کہ ہر مہینہ میں پانچ روز حیض آتا ہے، کبھی کبھی چھٹے دن بھی آجاتا ہے، کبھی تو یہاں تک نوبت آتی ہے کہ نہادھو کر دو تین نماز پڑھتی ہے پھر خون آجاتا ہے، اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: پانچ دن گزرنے کے بعد جب خون بند ہو جائے تو نماز کے آخر وقت میں غسل کر کے نماز پڑھے پھر اگر خون آجائے تو نماز چھوڑ دے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۶۸ جلد دوم)

مسئلہ: ایک عورت کو پانچ دن حیض کی عادت تھی، بعد میں کبھی دس دن خون آتا ہے اور کبھی گیارہ دن، تو اگر دس دن کے اندر اندر خون آیا ہے تو کل حیض شمار ہوگا۔ اور اگر دس دن سے تجاوز کر گیا تو صورت مذکورہ میں ایام عادت یعنی پانچ دن حیض اور باقی استحاضہ شمار ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۸۴ جلد اول بحوالہ ہدایہ وشرح وقایہ)

ایام عادت سے قبل خون بند ہو گیا؟

سوال: ایک عورت کو ہمیشہ پانچ روز تک خون آتا تھا، اب چوتھے دن بند ہو گیا تو اس کے لیے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں نماز اور روزہ فرض ہے مگر پانچ روز مکمل ہونے سے قبل ہمبستری جائز نہیں ہے۔ اور نماز کو وقت مستحب کے آخر تک مؤخر کرنا واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۶۸ جلد دوم بحوالہ ردالمحتار ص ۲۷۱ جلد اول)

خون بند ہونے پر نماز و روزہ فرض ہونے کی تفصیل

سوال: عورت کی ماہواری کا خون نماز کے آخر وقت میں بند ہوا تو اس پر یہ نماز فرض ہونے کی کیا شرط ہے؟ نیز رمضان المبارک میں بالکل آخر شب میں خون بند ہوا تو اس دن کا روزہ فرض ہے یا نہیں؟

جواب: اگر دس روز سے کم خون کی عادت ہے تو نماز فرض ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ خون بند ہونے کے بعد نماز کا وقت ختم ہونے سے قبل پھرتی سے غسل کا فرض ادا کر کے

تکبیر تحریمہ کہہ سکے، اگر چہ غسل کی سنتیں ادا کرنے کا وقت نہ ہو اور پورے دس روز خون آیا ہو تو اگر وقت ختم ہونے سے صرف اتنی دیر پہلے دس روز پورے ہو گئے جس میں بغیر غسل کیے صرف تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو یہ نماز فرض ہوگی اس کی قضاء کرے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ پہلی صورت میں صبح صادق سے قبل فرض غسل کے بعد تکبیر تحریمہ اور دوسری صورت میں صرف تکبیر تحریمہ کا وقت پالیا تو اس کا روزہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔

(احسن الفتاویٰ ص ۷۰ جلد دوم بحوالہ رد المحتار ص ۲۷۳ جلد)

حائضہ پر روزہ کی قضاء کرنے کی وجہ؟

حائضہ پر روزہ واجب ہونا اور نماز کی قضاء نہ ہونے کا سبب شریعت کی خوبیوں اور اس کی حکمت اور رعایت مصالح مکلفین سے ہے کیونکہ جب حیض منافی عبادت ہے تو اس میں عبادت کا فعل مشروع نہیں ہوا، اور ایام طہر یعنی پاکی کے زمانہ میں اس کی نماز پڑھنے سے کافی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بار بار روز مرہ آتی ہے مگر روزہ روز مرہ نہیں آتا بلکہ سال میں صرف ایک ماہ روزوں کا ہے، اگر حیض کے دنوں کے روزے بھی ساقط کر دیے جائیں تو پھر اس کی نظیر کا تدارک نہیں ہو سکتا اور روزہ کی مصلحت اس سے فوت ہو جاتی ہے، اس لیے اس پر واجب ہوا کہ پاکی کی زمانہ میں روزے رکھ لے تا کہ اس کو روزہ کی مصلحت حاصل ہو جائے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر محض اپنی رحمت اور احسان سے ان کے فائدہ کے لیے شروع فرمائی۔ (المصالح العقلیہ ص ۸۴)

حفظ کرتے وقت مخصوص ایام شروع ہو جائیں تو؟

سوال: لڑکی حافظ ہوتے ہوئے بالغ ہو جائے یعنی حیض آنا شروع ہو جائے، ہر ماہ میں اتنے دن چھوٹ جانے سے ناغہ ہوتا ہے تو یاد کیا ہوا بھول جاتی ہے اور پھر دوبارہ یاد کرنا پڑتا ہے تو ایسی کوئی صورت ہے کہ وہ اپنے حیض کے دنوں میں تلاوت کر سکے تا کہ کم از کم پڑھا ہوا یاد رہے؟

جواب: حیض کے زمانہ میں مذکورہ عذر کی وجہ سے قرآن شریف کی تلاوت کی اجازت نہیں ہو سکتی، یاد کیا ہوا بھول نہ جائے اس کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔

(۱) کپڑے وغیرہ جو اپنے بدن پر پہنے ہوئے ہو، اس کے علاوہ سے قرآن شریف کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ کسی چیز سے ورق پلٹائے اور قرآن شریف میں دیکھ کر دل دل میں پڑھے۔ زبان نہ ہلائے۔ (اچھا تو یہ ہے کہ کسی دوسری سے ورق پلٹوائے)

(۲) کوئی تلاوت کر رہا ہو تو اس کے پاس بیٹھ جائے اور اس سے سنتی رہے، سننے سے بھی یاد ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ جائز ہے اور انشاء اللہ یاد کیا ہوا محفوظ رکھنے کیلئے کافی ہوں گے۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۲۷۹ جلد ۴ واحسن الفتاوی ص ۶۷ ج دوم بحوالہ رد المختار ص ۱۵۹ جلد اول)

ناخن پالش اور لب سٹک کے ہوتے ہوئے غسل کرنا؟

مسئلہ: ناخن پالش لگانے سے وضو اور غسل اس لیے نہیں ہوتا کہ ناخن پالش پانی کو بدن تک پہنچنے نہیں دیتی۔ لبوں کی سرخی میں بھی اگر یہی بات پائی جاتی ہے کہ وہ پانی کے جلد تک پہنچنے میں رکاوٹ ہو تو اس کو اتارے بغیر غسل اور وضو نہیں ہوگا، اور اگر وہ پانی کے پہنچنے سے مانع (رکاوٹ کرنے والا) نہیں تو غسل اور وضو ہو جائے گا ہاں اگر وضو کے بعد ناخن پالش یا سرخی لگا کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی، لیکن ان سے بچنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۷ جلد سوم)

مسئلہ:۔ ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں، ورنہ اس کا غسل صحیح نہ ہوگا۔ (آپ کے مسائل ص ۷۵ جلد سوم)

مسئلہ: مصنوعی دانتوں کے ساتھ غسل صحیح ہو جاتا ہے ان کو اتارنے کی ضرورت نہیں، ناخن پالش لگی ہوئی ہو تو غسل نہیں ہوتا جب تک اسے اتار نہ دیا جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۷۷ جلد ۲)

حیض و غسل سے متعلقہ مسائل

مسئلہ: عورتوں کو حیض و نفاس کے وقت اپنے خاص حصہ میں روئی یا کپڑا رکھنا سنت ہے، کنواری ہو یا شادی شدہ اور جو کنواری نہ ہوں ان کو بغیر حیض و نفاس کے بھی روئی رکھنا مستحب ہے

مسئلہ: حیض و نفاس کا حکم اس وقت سے دیا جائے گا جب خون جسم کے ظاہری حصہ تک آجائے، اور اگر خاص حصہ میں روئی وغیرہ ہو تو اس کا وہ حصہ تر ہو جائے جو جسم کے ظاہری حصہ کے مقابل ہے، ہاں اگر روئی یا کپڑا وغیرہ نکالا جائے تو اگر اس کے اندرونی حصہ میں

خون ہو تب بھی حیض و نفاس کا حکم دے دیا جائے گا اس لیے کہ نکالنے کے بعد وہ اندرونی حصہ بھی خارجی حصہ بن گیا۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت کپڑا (SANITARY NAPKING) نیپکنگ رکھنے کے وقت پاک تھی اور جب اس نے کپڑا نکالا تو اس میں خون کا اثر پایا گیا تو جس وقت سے اس نے روئی نکالی اسی وقت سے اس کا حیض یا نفاس سمجھا جائے گا اس سے پہلے نہیں یہاں تک کہ اس سے پہلے کی اگر کوئی نماز اس کی قضاء ہوئی ہوگی تو وہ بعد حیض کے پڑھنا پڑے گی اور اگر عورت کپڑا رکھتے وقت حائضہ تھی اور جس وقت کپڑا نکالا اس وقت اس پر خون کا نشان نہ تھا تو اس کی طہارت (پاکی) اسی وقت سے سمجھی جائے گی جب سے اس نے کپڑا وغیرہ رکھا تھا۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت سو کر اٹھنے کے بعد حیض دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے ہوگا جب سے بیدار ہوئی ہے، اس سے پہلے نہیں اور اگر کوئی حائضہ عورت سو کر اٹھنے کے بعد اپنے کو طاہر (پاک) پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے پاک سمجھی جائے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسی جوان عورت جس کو ابھی تک حیض نہیں آیا، اپنے خاص حصہ سے خون آتے ہوئے دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس کو حیض کا خون سمجھ کر نماز وغیرہ چھوڑ دے پھر وہ خون تین شب و روز سے پہلے بند ہو جائے تو اس کی جس قدر نمازیں چھوٹ گئی ہیں ان کی قضاء پڑھنا ہوگی، اس لیے کہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ خون حیض نہ تھا، استحاضہ (بیماری کا خون تھا) کیونکہ حیض تین دن ورات سے کم نہیں آتا۔ (درمختار، علم الفقہ ص ۷ جلد اول)

مسئلہ: اگر کوئی عادت والی عورت اپنی عادت سے زیادہ خون دیکھے اور عادت اس کی دس دن سے کم ہو تو اس کو چاہیے کہ اس خون کو حیض سمجھ کر نماز وغیرہ بدستور نہ پڑھے اور غسل نہ کرے، پس اگر وہ خون دس دن ورات سے زیادہ ہو جائے تو جس قدر اس کی عادت سے زیادہ ہو گیا ہے استحاضہ سمجھا جائے گا اور اس زمانہ کی نمازیں وغیرہ اس کو قضاء پڑھنا ہوگی۔

(علم الفقہ ۹۷ جلد اول وفتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۸ ج اول عالمگیری ص ۳۵ جلد اول)

مسئلہ: کسی کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور پچھلی عادت کو بھول گئی تو اب دس دن حیض کے شمار کرے باقی استحاضہ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۹ جلد اول بحوالہ رد المحتار ص ۲۶۲ جلد اول باب الحیض)

(جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے، ان کے پیدا ہونے سے جو اعتباری حالت انسان کے جسم کو طاری ہوتی ہے اس کو حدث اکبر کہتے ہیں)

مسئلہ: جو چیزیں حدث اصغر (وضو نہ ہونے کی حالت) میں منع ہیں وہ حدث اکبر میں بھی یعنی غسل کی حاجت میں بھی منع ہیں جیسے نماز اور سجدہ تلاوت کا یا شکرانہ کا، قرآن شریف بغیر کسی حائل کے چھونا وغیرہ وغیرہ۔

مسئلہ: حدث اکبر میں مسجد میں داخل ہونا حرام ہے، ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے، جیسے کسی شخص کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور کوئی دوسرا راستہ اس کے نکلنے کا سوا اس کے نہ ہو تو اس کو مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے، یا کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض نل وغیرہ ہو، اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ہو تو اس مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔

مسئلہ: قرآن کریم کا بقصد تلاوت پڑھنا حرام ہے اگر چہ ایک آیت سے بھی کم ہو، اور اگر چہ منسوخ التلاوت ہو۔

مسئلہ: حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے بوسے (پیار) لینا اور اس کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اس کے ناف اور ناف کے اوپر اور زانوں اور زانو کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا (جبکہ جماع) کی طرف رغبت نہ ہو) جائز ہے جب کہ کپڑا بھی درمیان میں نہ ہو اور ناف اور زانوں کے درمیان میں کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے کیونکہ یہود کا دستور تھا کہ حیض کی حالت میں عورتوں کو الگ کر دیتے تھے اور ان کے ہاتھ کا کھانا پینا بھی چھوڑ دیتے تھے اور یہود کی مشابہت ہم لوگوں کو منع ہے۔ (علم الفقہ ص ۹۶ جلد اول بہشتی زیور ص ۱۵ جلد ۱۱ بحوالہ قاضی خاں وعالمگیری ص ۲۱۴ جلد اول)

مسئلہ: روزہ کی حالت میں عورت کو حیض آجائے تو اس کا روزہ خود بخود ٹوٹ جائے گا، اس لیے کہ حیض ونفاس روزہ کے منافی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۹۲ جلد ۷)

مسئلہ:۔ روزہ کی حالت میں میاں بیوی کا آپس میں بوسہ لینا چمٹنا، دونوں میں سے جس کو انزال ہوگا یعنی منی خارج ہوگی اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر دونوں کو انزال ہو جائے تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۹۱ جلد ۷)

(تفصیل دیکھیے احقر کی مرتب کردہ کتاب مکمل ومدلل مسائل روزہ)

مسئلہ: ناپاکی کی حالت (حیض ونفاس وجنابت) میں طواف کرنا حرام ہے نیز مسجد نبوی ﷺ میں بھی داخل نہ ہو بلکہ مسجد کے متصل خارج مسجد میں بیٹھ جائے تا کہ وہاں تسبیح اور استغفار میں مشغول رہے، صلوٰۃ وسلام بھی وہیں سے پڑھتی رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۱ ج ۱۲)

(وظائف ودرود شریف وغیرہ پڑھ سکتی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ: بعض لوگ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کا پکایا ہوا کھانا برا سمجھتے ہیں حالانکہ اس کا جھوٹا بھی پاک ہے۔ (امداد المسائل ص ۵۴)

مسئلہ: عوام میں مشہور ہے کہ جو عورت حیض کی حالت میں مرجائے اس کو دو مرتبہ غسل دیا جائے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (اغلاط العوام ۸)

مسئلہ: حیض کے دوران پہنے ہوئے کپڑے کا جو حصہ (جگہ) ناپاک ہوا ہے اس کو پاک کر کے پہن سکتے ہیں اور جو پاک ہو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۷۰ جلد ۳)

مسئلہ: قرآن شریف کا چھونا جن شرائط کے ساتھ حدث اصغر یعنی بغیر وضو کے جائز ہے۔ انہی شرائط سے حدث اکبر یعنی غسل نہ ہونے کی حالت میں بھی جائز ہے۔

(علم الفقہ ص ۹۶ جلد اول وبہشتی زیور ص ۱۵ جلد ۱۱)

مسئلہ: حائضہ اور نفاس والی عورت کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۵۲ جلد ۴)

مسئلہ: جنبی، حیض ونفاس والی کو مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۵ جلد ۱۱ وعلم الفقہ ص ۹۶ جلد اول)

مسئلہ: اگر کسی کو سر کا دھونا نقصان کرتا ہو اس کو سر کا دھونا معاف ہے باقی پورے جسم کا دھونا اور سر کا مسح کرنا اس پر فرض ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۰۱ جلد اول)

مسئلہ: اگر کسی عورت کو سر کے درد کا مرض ہے تو وہ اس وجہ سے کہ "میں غسل کیسے کروں گی؟" اپنے شوہر کو جماع کرنے سے روک نہیں سکتی، وہ سر پر مسح کرے اور باقی جسم کو دھولے، یا

اگر مسح بھی نقصان کرتا ہو تو وہ بھی چھوڑ دے۔ (کشف الاسرار ص ۲۱ جلد اول)

مسئلہ: بعض خواتین کا خیال ہے کہ اگر ایام (حیض ونفاس) کے دوران مہندی لگائی جائے تو جب تک مہندی کا رنگ مکمل طور پر اتر نہ جائے پاکی کا غسل نہیں ہوگا۔ عورتوں کا یہ مسئلہ بالکل غلط ہے، غسل صحیح ہو جائے گا غسل کے صحیح ہونے کے لیے مہندی کے رنگ کا اتارنا کوئی شرط نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۳ جلد دوم)

مسئلہ:۔ عورتوں کو خاص ایام میں مہندی لگانا شرعاً جائز ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ ماہواری میں مہندی ناپاک ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۷۰ جلد دوم)

مسئلہ: زیر ناف کے بالوں کو مونڈنا سنت ہے، ان کو اکھیڑنا یا نورہ وغیرہ کے ذریعہ صاف کرنے کا بھی یہی حکم ہے، لیکن ان کو قینچی سے کترنے کی صورت میں سنت ادا نہیں ہوتی نیز جو بال پاخانہ کے مقام کے ارد گرد ہوتے ہیں ان کا صاف کرنا بھی مستحب ہے۔

مسئلہ: بغل کے بال صاف کرنا سنت ہے۔ (عورتوں کو بال صفا پاؤڈر وغیرہ کے ذریعے بھی صاف کرنا جائز ہے، بلکہ اولیٰ ہے۔

مسئلہ: غیر ضروری بالوں کے لیے عورتوں کو پاؤڈر یا بال صفا صابن وغیرہ استعمال کرنے کا حکم ہے، لوہے کا استعمال ان کے لیے پسندیدہ نہیں ہے مگر گناہ بھی نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۷۰ جلد ۲ وفتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۶، اغلاط العوام ص ۳۹)

(عورتوں کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اپنے زیر ناف کے بالوں کو اکھیڑیں (اگر تکلیف برداشت کرسکتی ہو) کیونکہ اس کی وجہ سے شوہروں کی رغبت ان کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔)

واضح رہے کہ زیر ناف کے بال مونڈنے، بغل کے مونڈنے، ناخن ترشوانے اور مونچھ ہلکی کرانے کا وقفہ چالیس دن سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے، چالیس دن کے اندر اندر ہی کرنا چاہیے، اس سے زائد تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (مظاہر حق ص ۳۷۷، ج ۱)

مسئلہ: حائضہ اور نفاس والی عورت اور جنبی (ناپاک) کے لیے قرآن پاک صرف دیکھنا مکروہ نہیں ہے اس وجہ سے کہ ناپاکی آنکھ میں گھس نہیں جاتی جس طرح کہ بغیر طہارت (بے وضو) والے کا دعاؤں کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور اس مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی نہیں ہے۔

مطلق ذکر کے لیے خواہ وہ دعاء ہو یا غیر دعاء وضو مستحب ہے اور مستحب کا ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے اور خلاف اولیٰ کا نتیجہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (کشف الاسرار ص ۵۰ جلد اول)

خواتین اور معلمات کیلئے ایام میں حکم

مسئلہ: خواتین کے لیے خاص ایام میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کو چھونا جائز نہیں ہے، چاہے قرآن کریم کی ایک آیت کی تلاوت کی جائے یا ایک آیت سے بھی کم، ہر صورت میں قرآن کریم کی تلاوت جائز نہیں ہے۔ البتہ قرآن کریم کی بعض وہ آیات جو کہ دعاء اور اذکار کے طور پر پڑھی جاتی ہے ان کو دعا یا ذکر کے طور پر پڑھنا جائز ہے مثلاً کھانا شروع کرتے وقت ''بسم اللہ'' یا شکرانہ کے لیے ''الحمد اللہ'' کہنا، اسی طرح قرآن کریم کے وہ کلمات جو کہ عام بول چال میں استعمال میں آجاتے ہیں ان کا کہنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: قرآن کریم کی تعلیم دینے والی معلمات کے لیے بھی قرآن کریم کی تلاوت اور قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے باقی یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ کس طرح جاری رکھا جائے، اس کے لیے فقہاء نے یہ طریقہ بتلایا وہ آیت قرآنی کا کلمہ، کلمہ الگ الگ کر کے پڑھیں یعنی ہجے کر کے جیسے الحمد۔۔ للہ۔۔۔ رب العٰلمین۔ اس طرح معلّمہ کے لیے قرآنی کلمات کے ہجے کرنا بھی جائز ہے۔ (پوری آیت کا ایک ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے پڑھانے والے اور پڑھنے والے دونوں کیلئے)۔

مسئلہ: خواتین کے لیے خاص ایام میں تلاوت قرآن کریم کی ممانعت تو حدیث شریف میں آئی ہے۔ لیکن قرآن کریم سننے کی ممانعت نہیں آئی ہے لہٰذا عورتوں کو ان خاص ایام میں کسی شخص سے یا ریڈیو اور کیسٹ وغیرہ سے تلاوت قرآن سننا جائز ہے۔

مسئلہ: قرآن و احادیث کی دعائیں دعا کی نیت سے عورتیں پڑھ سکتی ہے، دیگر اذکار، درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۲۷ جلد دوم و احسن الفتاویٰ ص ۶۷ جلد ۲، بحوالہ رد المختار ص ۱۵۹ جلد اول)

☆☆
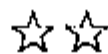
خاص ایام میں کورس کی کتابوں کا حکم

سوال: ہم سیکنڈ ایئر کی طالبات ہیں اور ہمارے پاس اسلامک اسٹڈیز ہے جس میں قرآن شریف کے شروع کے پارہ کے رکوع ہمارے کورس میں شامل ہیں۔ اگر امتحان کے درمیان میں ہم کو خاص ایام ہو جائیں تو کتاب کو کس طرح پڑھیں کیونکہ کتاب میں ہی پوری تشریح وتفسیر ہوتی ہے۔

جواب: قرآن کریم کے الفاظ کو کتاب میں ہاتھ نہ لگایا جائے اور نہ ان الفاظ کو زبان سے پڑھا جائے۔ (کورس کی کتاب کو ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے۔

(آپ کے مسائل ص۷۲ جلد۲)

مسئلہ: خاص ایام میں امتحان میں قرآنی سورتوں کا صرف ترجمہ وتشریح لکھنے کی اجازت ہے مگر آیت کریمہ کا متن نہ لکھے۔ آیت کا حوالہ دے کر اس کا ترجمہ لکھ دیں۔

(آپ کے مسائل ص۷۱ جلد اول)

مسئلہ: حالت حیض میں دینی کتب کو ہاتھ لگانا جائز ہے مگر جہاں آیت قرآنی لکھی ہو، اس پر ہاتھ نہ لگائیں۔ (احسن الفتاویٰ ص۷۱ جلد دوم)

معذور عورت کیلئے غسل کا حکم

مسئلہ: حیض ونفاس کی صورت میں اگر عورت معذور ہو نہانے کا حکم اس پر سے جاتا رہتا ہے، ورنہ تمام بدن کا دھونا واجب ہے جیسے (مردوں کیلئے) مادہ تولید کے (یعنی منی نکلنے سے) خارج ہونے پر واجب ہوتا ہے۔ (لہٰذا اگر عورت حیض یا نفاس سے فارغ ہو جائے، لیکن کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ پانی سے نہ نہا سکے، یا ایسی جگہ پر ہو جہاں اتنا پانی دستیاب نہیں ہے، جو غسل کے لیے کافی ہو سکے، یا ایسا ہی کوئی اور امر (مانع ناگزیر) موجود ہو تو اس پر فرض ہے کہ تیمّم کر لے۔

اگر صرف اتنا پانی ہو کہ صرف استنجاء ہو سکتا ہے۔ (غسل نہیں ہو سکتا) تو واجب ہے کہ پانی سے استنجاء کر لے (کتاب الفقہ ص۱۵۱ جلد اول) (غسل کے لیے غسل کی نیت سے تیمّم کر لے)

مسئلہ: عورت کو ناپاکی کے دنوں میں نہانے کی اجازت ہے اور یہ نہانا ٹھنڈک کے لیے ہے یعنی گرمی کے زمانہ میں گرمی دور کرنے کے لیے، طہارت (پاکی) کے لیے نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۶۷ جلد دوم)

مسئلہ: حیض سے پاک ہونے کی کوئی آیت نہیں ہے۔ عورتوں میں جو یہ مشہور ہے کہ فلاں فلاں آیتیں یا کلمے پڑھنے سے عورت پاک ہو جاتی ہے یہ قطعاً غلط ہے۔ ناپاک مرد و عورت پانی (یا تیمم) سے پاک ہوتے ہیں، آیتوں یا کلموں سے نہیں ہوتے۔

(آپ کے مسائل ص ۶۸ جلد دوم)

غسل ایک نظر میں

حسب فرمودہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طہارت شرط ایمان ہے پس مؤمن کو لازم ہے کہ طہارت کے معنی مقصود و مرادات مطلوبہ کو سمجھ کر اس کی عظمت شان کا حق بجالائے، ہاتھوں سے کسی ایسی حرام چیز کو پکڑنے اور لینے سے پاک وصاف و طاہر رکھے جس میں حکم الٰہی کی مخالفت ہو، ناحق کسی کو نہ مارے، نہ کسی مال چھینے، نہ کسی کو تکلیف و ضرر دینے کے لیے دست درازی کرے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان سلامت رہیں۔

طہارت مُنہ

جب منہ کو صاف کرنے کے لیے منہ میں پانی ڈالے تو اس وقت حرام چیزوں کے کھانے پینے اور حرام باتیں منہ سے نکالنے کی طہارت کو ملحوظ رکھے یعنی ایسے اقوال کو منہ سے نکالنے اور ایسی اشیاء کے کھانے کو اپنے منہ سے نفی کرنے کے لیے مستعد ہو، تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کا منہ روحانی نجاست سے آلودہ ہو کر مستحق لعنت بنے اور ایسی چیزوں کے کھانے پینے اور ایسے اقوال منہ سے نکالنے کے لیے تیار رہے جن سے اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملے اور ملاء اعلیٰ میں مستحق صفت وثنا ہو۔

☆

طہارت بینی

جب ناک کو پاک کرنے کے لیے ناک میں پانی ڈالے تو خیر اور بھلائی کی خوشبو سونگھنے کے لیے آمادہ ہو اور بدی و شرارت کی بو کو پھینک دے ناک کی طہارت میں ننگ وخود بینی سے پاک رہنے کو غور کرے کیونکہ ننگ وخود بینی ایسے امور ہیں جن سے انسان میں اپنی ہی نوع پر بلندی اور بڑائی چاہنے اور نافرمانی الٰہی کا خیال و مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

طہارت چہرہ

اپنا چہرہ دھونے کے وقت یا سوائے اللہ سے اپنی تمام امیدیں اور توجہات ایسے اعمال بجالانے سے منقطع کردے جن کا رخ ورجوع خدا تعالیٰ کی طرف نہ ہو، اور اپنے منہ پر شرم کا پانی ڈالے اور بے شرمی سے پردہ شرم کو خدا تعالیٰ اور لوگوں کے آگے سے نہ اٹھائے اور اپنی ابرو کو غیر اللہ کے لیے صرف نہ کرے۔

طہارت گردن

گردن کے مسح کے وقت حرص وہوائے نفسانی سے اپنی گردن کو چھڑانے پر اور خدا تعالیٰ کے احکام کی فرماں برادری واطاعت کا حق ادا کرنے پر اور گردن کشی کا خیال چھوڑنے پر آمادہ ہو تا کہ ایسی چیز کے حلقہ اطاعت سے اپنی گردن چھڑا کر آزاد ہو جائے، جو حضور الٰہی سے مانع ہو۔

طہارت پشت

پیٹھ دھونے کے وقت تکیہ پر ماسوئی اللہ سے (یعنی اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ) اور کسی حق گو وعادل کی غیبت کرنے سے دست برداری کو مدنظر رکھے۔

طہارت سینہ

سینہ دھونے کے وقت اپنے سینہ سے مخلوق الٰہی کے ساتھ کینہ کرنے کے اور انکو دھوکا دینے کے خیالات کو نکال ڈالے۔

طہارت شکم

اپنے شکم (پیٹ) کو دھونے کے وقت حرام چیزیں اور مشتبہ کھانے پینے سے طہارت شکم کو مدنظر رکھ کر ایسی نجاستوں سے اپنے پیٹ کو پاک رکھے۔

طہارت شرمگاہ

شرمگاہ اور رانوں کو دھونے کے وقت تمام امور ممنوعہ کے لیے بیٹھنے اور اٹھنے سے اپنے آپ کو بچائے۔

طہارت قدم

پاؤں دھونے کے وقت حرص وہوائے نفسانی کی طرف چلنے اور ایسے امور کی طرف قدم رکھنے سے اپنے پاؤں کو بچائے، جو اس کے دین میں مضر ہوں، اور جن سے کسی مخلوق الٰہی کو ضرر پہنچے۔ (المصالح العقلیہ از ص ۲۶ تا ص ۲۸)

مسئلہ: کوئی ناپاک کپڑا گیلا ہوا، اسکے ساتھ پاک کپڑا لگ گیا اور اسمیں ناپاک کپڑے سے کچھ نمی (گیلا پن) لگ گئی تو اگر ناپاک کپڑا عین نجاست مثلاً پیشاب وغیرہ سے گیلا ہے تو نجاست کا اثر پاک کپڑے میں ظاہر ہونے سے وہ ناپاک ہو جائیگا اور اگر عین نجاست نہیں بلکہ نجس پانی سے بھیگا ہو تو اس میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ خشک کپڑے پر اتنی رطوبت آجائے کہ اسے کے نچوڑنے سے قطرہ گرے تو اس کی رطوبت سے خشک کپڑا ناپاک ہو جائے گا، اگرچہ اس خشک کپڑے سے قطرہ نہ گرے، قول اول اگرچہ واسع ہے مگر قول ثانی ارجح واحوط ہے۔

مسئلہ: اور اگر پاک کپڑا گیلا، ناپاک خشک کے ساتھ لگا تو یہ ناپاک نہ ہوگا، البتہ اگر اتنا گیلا ہو کہ اس کا پانی خشک کپڑے کو بھی ایسا تر کر دے کہ دونوں کی رطوبت برابر دکھائی دے تو پاک کپڑا ابھی ناپاک ہو جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۹۸ جلد دوم باب الانجاس بحوالہ ردالمحتار ۵۱۷ جلد ۵)

مردے کو غسل کیوں دیتے ہیں؟

مسئلہ: مردے کو غسل دینے سے غرض اس کی نظافت اور اظہار حرمت وغیرہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۲ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۷۹۹ جلد اول، باب صلوٰۃ الجنائز)

مسئلہ : میت کوغسل دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کوغسل دیا تھا، اور آپ کو کہا تھا کہ تمہارے مردہ کے لیے بھی یہی طریقہ ہے۔ (درمختار ص ۸۳۷ جلد اول)

مسئلہ: میت کوغسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ (یعنی اگر کچھ لوگوں نے اس غسل کے فریضے کو انجام دے دیا تو دوسرے مسلمان اس سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔) اگر کوئی مردہ بے غسل دفن کر دیا گیا ہو تو تمام مسلمان جن کو اس کی خبر ہوگی گنہگار ہوں گے۔

مسئلہ : اگر میت کو بغیر غسل کے قبر میں رکھ دیا گیا ہو، مگر ابھی تک مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو اس کو قبر سے نکال کر غسل دینا ضروری ہے، ہاں اگر مٹی ڈال چکے ہیں تو پھر نہ نکالنا چاہیے۔

(بحرالرائق علم الفقہ ص ۸۷ جلد اول)

غسل کی شرعی حیثیت

مسئلہ: میت کوغسل دینے کی اجرت جائز نہیں ہے اس لیے کہ میت کوغسل دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ پھر اس پر اجرت کیسی؟ ہاں اگر چند اشخاص غسل دینے والے موجود ہوں تو پھر اجرت جائز ہے کیونکہ ایسی صورت میں کسی خاص شخص پر مردہ کا غسل دینا فرض نہیں ہے۔ (علم الفقہ ص ۸۷ جلد دوم وفتاوی محمودیہ ص ۴۱۶ جلد ۲)

مسئلہ : اگر سوائے ایک شخص کے دوسرا کوئی بھی نہلانے والا نہ ہو تو اس کو اجرت لینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس پر نہلانا میت کا فرض عین ہے، اور اگر دوسرے بھی نہلانے والے ہوں تو اجرت جائز ہے، مگر یہ فریضہ میت میت کے رشتہ داروں کو خود ادا کرنا چاہیے، اپنے عزیز کو خود غسل نہ دینا اور دوسروں کے سپرد کرنا انتہائی بے مروتی، بے غیرتی اور دلیل کبر ہے یعنی بڑائی، غرور اور تکبر کی دلیل ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۲۱۸ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۰۲ جلد اول)

مسئلہ: عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ہر مسلمان پر اپنی زندگی میں سات میتوں کوغسل دینا فرض ہے، یہ غلط ہے، میت کوغسل دینا فرض کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ اس کام کو کرلیں تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا، ہر مسلمان کے ذمہ فرض نہیں رہتا۔ (آپ کے مسائل ص ۱۱۹ جلد ۳)

☆☆

میت کو غسل دینے سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟

مسئلہ: جس کا وقت آ گیا ہے اس کے مر جانے کے بعد مستحب یہ ہے کہ ایک چوڑی دھجی لے کر یعنی پاک کپڑا لے کر مرنے والے کا ڈھاٹا (منہ سے لے کر سر تک) باندھ دیا جائے تا کہ منہ کھلا ہوا نہ رہ جائے اور اس پر گرہ لگا دی جائے اور آہستہ آہستہ اس کے اعضاء کو درست کر دیا جائے اور اگر زمین پر اس کی موت واقع ہوئی تو اس کو اٹھا کر کسی چیز پر لٹا دیا جائے (تا کہ منتقل کر دینے میں آسانی رہے) اور جس لباس میں دم نکلا ہے اسے اتار کر ایسے کپڑے سے ڈھانک دیا جائے جس سے کچھ نظر نہ آئے۔

جنازہ کی تیاری میں اتنا انتظار واجب ہے کہ موت کا یقین ہو جائے لیکن جب موت کا یقین ہو جائے تو اب جنازہ کی تیاری اور دفن میں جلدی کرنی چاہیے اور لوگوں کو موت کی خبر سے آگاہ کرنا مستحب ہے۔　　(کتاب الفقہ ص ۸۱۱ جلد اول)

غسل کا سامان

(۱)　غسل دینے کے لیے پانی کے برتن حسب ضرورت اگر چہ گھر کے استعمال شدہ ہو لیکن پاک ہوں۔

(۲)　لوٹا، یا پانی نکالنے کا مگّھا ایک عدد اگر چہ مستعمل ہو۔

(۳)　غسل کا تختہ ایک عدد اکثر مساجد میں رہتا ہے، یا کوئی اور تختہ جس پر میت کو لٹا کر غسل دیا جا سکے، فراہم کر لیا جائے۔

(۴)　استنجے کے ڈھیلے تین عدد یا پانچ عدد۔

(۵)　بیری کے تھوڑے سے پتے (اگر مل جائیں)۔

(۶)　لوبان، ایک تولہ (دس گرام)

(۷)　عطر کی شیشی (تقریباً چار ماشہ)

(۸)　پاک صاف روئی تھوڑی سی۔

(۹)　گل خیرو، ایک چھٹانک، اور اگر یہ نہ ملے تو نہانے کا صابن بھی کافی ہے۔

(۱۰) کافور پانچ گرام۔

(۱۱) پاک تہبند دوعدد، گھر میں موجود نہ ہوتو بالغ مردوعورت کے لیے سوا میٹر لمبا کپڑا (عورت کے لیے ڈیڑھ میٹر، رنگین کپڑا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ رنگین میں غسل کے وقت پوشیدہ حصہ نمایاں نہیں ہوتا ہے۔)

(۱۲) دوعدد کسی پاک صاف موٹے کپڑے کی تھیلیاں ہی کراتنی بڑی بنالیں کہ غسل دینے والے کا ہاتھ اس میں پہنچ جائے تاکہ کلائی تک آسانی سے آجائے، یہی تھیلیاں دستانوں کے طور پر استعمال ہوں گی ایک تھیلی کے لیے کپڑا تقریباً چھ گرہ لمبا اور تین گرہ چوڑا کافی ہے۔
(یعنی پچیس سینٹی میٹر) (احکام میت ص ۲۵)

مسئلہ: میت کے غسل میں بیری کے پتوں کے ڈالنے سے مردہ کا میل کچیل صاف ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے مردہ جلدی بگڑتا نہیں ہے اور بدن پر کافور ملنے کی وجہ سے موذی جانور پاس نہیں آتے۔ (مظاہر حق جدید ص ۴۰۶ جلد۲)

مردے کا غسل دینے کی شرطیں

مسئلہ: میت کے غسل کا فرض ہونا چند شرطوں پر موقوف ہے، ایک یہ کہ وہ مسلمان ہو، کافر کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اسقاط شدہ یا کچا بچہ نہ ہو کیونکہ اسقاط شدہ بچے کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب تک میت کے جسم کا بیشتر حصہ یا نصف حصہ مع سر کے نہ پایا جائے، اس کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔ اگر (اتنا) نہ پایا جائے تو غسل دینا مکروہ ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے احد کے شہداء کے متعلق فرمایا تھا، انہیں غسل نہ دو، ان کا ہر زخم یا خون قیامت کے دن مشک کی طرح مہکتا ہوگا۔"

مسئلہ: اگر پانی دستیاب نہ ہونے یا نہلانے کے قابل نہ ہونے کے باعث میت کو غسل دینا دشوار ہو تو اس کے بجائے تیمم کرایا جائے۔ مثلاً کوئی شخص جل کر مرگیا اور یہ اندیشہ ہے کہ غسل دیتے وقت جسم کو ملا گیا یا بغیر ملے ہی پانی بہایا گیا تو مردہ کا جسم بگڑ جائے گا، تو جسم نہ دھونا چاہیے. ہاں اگر پانی نہانے سے یعنی مردہ پر پانی ڈالنے سے جسم بگڑنے یا بکھرنے کا اندیشہ نہ

ہوتو تیمّم نہ کرایا جائے گا، بلکہ بغیر ملے ہی پانی بہا کر غسل دیا جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۳ جلد اول)

مسئلہ: اگر میت پھولنے کی وجہ سے ہاتھ لگانے کے قابل نہ ہو، یعنی ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو صرف میت پر پانی بہا دینا کافی ہے کیونکہ ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے اور اگر صرف پیٹ پھول گیا کہ اس پر پانی بہانا بھی ممکن نہ ہو تو باقی بدن کو دھو کر یعنی اس پر پانی بہا کر پیٹ پر صرف مسح کر دیا جائے، جیسا کہ زندہ کیلئے غسل اور وضو میں حکم ہے۔

(امداد الاحکام ص ۸۲۶ جلد اول)

(جس طرح وضو اور غسل میں عام معذور کے لیے حکم ہے جو عضو تکلیف زدہ، یا پٹی، پلاسٹر وغیرہ کا ہے تو اس پر مسح کر لیا جائے، اور باقی کو دھو لیا جائے، رفعت قاسمی غفرلہ،)

مسئلہ: جو شخص دیوار کے نیچے دب کر یا آگ میں جل کر مر جائے، غسل تو اس کو بھی دیا جائے گا، اور اگر غسل دینے سے کھال وغیرہ کے گر جانے کا یا کوئی اور خدشہ ہو تو تیمّم کرا دیا جائے۔ (جب کہ غسل دینا بھی ممکن نہ ہو۔) (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۴ جلد پانچ)

مسئلہ: اور میت کو تیمّم کرانے کا یہ طریقہ ہے کہ تیمّم کرانے والا دو مرتبہ پاک مٹی پر اپنا ہاتھ مار کر ایک بار تو میت کے منہ کو مل دے اور اس کے بعد دوسری بار مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو کہنیوں تک میت کے مل دے یعنی اپنے ہاتھ سے تیمّم کرائے۔ (امداد الاحکام ص ۸۲۵ جلد اول)

مردہ کو غسل جو چاہے دے یا متعین شخص؟

سوال: میت کو غسل دینے والا مقرر (متعین) ہونا چاہیے یا عام آدمی دے سکتا ہے؟

جواب: ہر ایک واقف شخص غسل دے سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ وہ شخص غسل دے جو کچھ بھی غسل دینے کی اجرت، عوض میں نہ لے اور مردے کو غسل دینے والے پر، غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۳ جلد ۵ بحوالہ رد المختار ۸۰۴ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۲۰ جلد اول)

مسئلہ: مرنے والے کو اس قسم کی وصیت کرنا کہ فلاں شخص غسل دے، فلاں دفن کرے، فلاں نماز پڑھائے اور فلاں جگہ دفنایا جائے، شرعاً معتبر نہیں ہے، یہ امور میت کے اختیار میں نہیں ہے، یہ ورثاہ کا حق ہیں، ورثاء جو بہتر ہو، اس پر عمل کریں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۳ جلد ۵ بحوالہ رد المختار ۸۲۴ جلد اول)

مسئلہ: نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کو عورت اور مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

(علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول)

مسئلہ: اگر کوئی ناپاک شخص یا وہ شخص جس کو میت کا دیکھنا جائز نہ تھا میت کو غسل دے تب بھی غسل صحیح ہو جائے گا، اگرچہ مکروہ ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول)

لڑکی کو غسل کون دے؟

سوال: اگر نابالغہ لڑکی مر جائے اور وہاں کوئی عورت نہ ہو تو کیا اس کا شوہر (جس سے اس کا نکاح ہو چکا تھا بچپن میں، مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی) یا کوئی محرم اس کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نابالغہ لڑکی اگر غیر اہقہ ہے (یعنی بہت ہی کم سن ہے) تو اس کو ہر ایک مرد اور عورت غسل دے سکتا ہے اور مراہقہ کا حکم اس بارہ میں مثل بالغہ کے ہے اور بالغہ عورت کو سوائے عورتوں کے اور کوئی غسل نہیں دے سکتا، شوہر بھی غسل نہیں دے سکتا بلکہ اگر کوئی محرم موجود ہے تو وہ اس عورت کا تیمم کرا دے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے، اور کفن پہنا کر نماز پڑھ کر دفن کر دیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۶ جلد بحوالہ رد المختار ص ۸۰۶ جلد اول)

مسئلہ: کسی صغیر السن (یعنی بچہ) کی موت ہو جائے تو عورت کا اس کو غسل دینا جائز ہے اور اگر بچی ہو تو مرد بھی اس کو غسل دے سکتا ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۶ جلد اول)

جنبی (ناپاک) مر جائے تو کیا ایک غسل کافی ہے؟

سوال: جنابت یعنی جس پر غسل واجب ہو، اگر وہ مر جائے تو کیا اس کے لیے ایک غسل کافی ہے، یا جنابت کا غسل دے کر دوبارہ غسل میت دیا جائے گا؟

جواب: حالت جنابت میں مر جانے سے تو غسل میں کچھ تفاوت نہ ہوگا جیسا کہ دیگر اموات کو غسل دیا جاتا ہے، اسی طرح میت جنبی کو غسل دیا جائے گا اور یہی حکم حالت حیض ونفاس والی عورت کے غسل میں ہے یعنی صرف ایک ہی غسل عام میت کے غسل کی طرح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۷ جلد ۵ بحوالہ رد المختار ص ۸۰۳ اول باب صلوٰۃ الجنائز)

مجبوری میں شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: زید اپنی مردہ بیوی کو (جبکہ کوئی عورت وہاں پر موجود نہ ہو) غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: شامی میں ہے کہ مرد اپنی مردہ عورت کو تیمّم کرادے، اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر مگر غسل نہ دے، کیونکہ عورت کو غسل عورت ہی دے سکتی ہے، مرد اگرچہ محرم ہے، (باپ، بھائی وغیرہ جن سے نکاح جائز نہیں) تب بھی تیمم کرادے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۵ جلد پنجم شامی ص ۸۰۳ جلد اول)

مسئلہ: عورت اپنے شوہر کو (جبکہ کوئی مرد نہ ہو) غسل دے سکتی ہے لیکن شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، البتہ چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۸ جلد اول بحوالہ رد المختار ص ۸۰۳ جلد اول)

علامہ شامیؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کا قصہ نقل فرمایا ہے کہ شرح مجمع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کو حضرت امِ ایمنؓ نے غسل دیا تھا، حضرت علیؓ کو غاسل کہنا مجازاً ہے کہ انہوں نے سامان غسل مہیا فرمایا تھا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ خصوصیت حضرت علیؓ کی ہے۔

مسئلہ: باقی بچوں کا اپنی ماں کو بوسہ دینا (پیار کرنا) اور چومنا اس بحث سے خارج ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ماں اپنے بچوں کی محرمہ ہے اور بچوں کو اپنی ماں کو ہاتھ لگانا اور چومنا منع نہیں ہے، اسی طرح ماں باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ کرنا درست نہیں ہے (بیان وغیرہ کر کے رونا پیٹنا منع ہے)۔ بہرحال شوہر کو کسی طرح بھی افعال مذکورہ اپنی مردہ بیوی کے ساتھ درست نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۸۲ جلد ۵)

مسئلہ: عورت کے مرنے کے بعد اس کا شوہر اس سے اجنبی ہو جاتا ہے اور علاقہ نکاح منقطع ہو جاتا ہے، اس لیے شوہر کا غسل دینا اور ہاتھ لگانا فقہاء نے ممنوع لکھا ہے، لیکن دیکھنا اور جنازہ کو اٹھانا درست ہے، اور قبر میں اتارنا بھی ضرورت کے وقت درست ہے کیونکہ قبر میں اتارنے میں کفن حائل ہوتا ہے۔ لہٰذا کفن کے اوپر ہاتھ لگانا ضرورت کے وقت درست ہے یعنی جبکہ کوئی محرم موجود نہ ہو اور اگر محرم موجود ہو تو وہی قبر میں اتارے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۳ جلد ۵ بحوالہ رد المختار ص ۸۰۳ جلد اول، باب صلوٰۃ الجنازہ)

مسئلہ: مردے کو غسل دینے والا ایسا شخص ہونا چاہیے جس کو میت کا دیکھنا جائز ہو، عورت کو مرد اور مرد کو عورت کو غسل دینا جائز نہیں ہے ہاں منکوحہ عورت اپنے شوہر کو (جبکہ کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو) غسل دے سکتی ہے، اس لیے کہ وہ عدت کے زمانہ تک اسکے نکاح میں سمجھی جائے گی، بخلاف شوہر کے کہ وہ عورت کے مرتے ہی اس کے نکاح سے علیحدہ سمجھا جائے گا، اور اس کو اپنی بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۱۸۷ جلد اول، فتاوی محمودیہ ص ۴۱۶ جلد دوم و در مختار ص ۸۲۴ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۱۳ جلد اول و فتاوی رحیمیہ ص ۱۰۶ جلد ۵ و امداد الاحکام ص ۸۲۳ جلد اول و احسن الفتاوی ۲۱۵ جلد ۴)

مسئلہ: کوئی عورت ایسی جگہ مر جائے جہاں پر کوئی دوسری عورت نہ ہو جو اس کو غسل دے سکے تو اگر کوئی محرم مرد نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمّم کرا دے۔

مسئلہ: اسی طرح کوئی مرد ایسی جگہ پر مر جائے جہاں پر کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو تو اس کو محرم عورت بغیر کپڑا لپیٹے ہوئے اور اگر غیر محرم ہو تو اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے۔

(علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۱۴، جلد ۱)

جہاں پر عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت نہ ملے

مسئلہ: اگر کوئی عورت ایسی جگہ وفات پائے جہاں پر کوئی اور دوسری عورت نہیں ہے جو غسل دے سکے اور اس کا محرم (جس سے نکاح حرام ہے) کوئی مرد موجود ہو تو وہ میت کا کہنیوں تک تیمّم کرے۔ اگر محرم نہ ہو تو غیر محرم اجنبی مرد اپنے ہاتھوں پر کچھ کپڑا (وغیرہ) لپیٹ کر اسی طرح تیمّم کرا دے، لیکن میت کی کہنیوں پر نظر ڈالنے سے آنکھیں بند رکھے، خاوند کے لیے بھی اجنبی کی مانند حکم ہے، لیکن کہنیوں کے دیکھنے سے آنکھوں کے بند کرنے کا وہ مکلّف نہ ہوگا۔ اس حکم میں جوان اور عمر رسیدہ دونوں شامل ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد ایسی جگہ وفات ہو جائے کہ جہاں پر عورتوں کے سوا کوئی مرد نہ ہو اور بیوی بھی نہ ہو تو چاہیے کہ کسی بے نفس معصوم طبع عورت کو میت کے غسل کا طریقہ جاننے والی عورتیں سکھا دیں اور پھر وہ ہی غسل دے اور اگر ایسی بے نفس عورت موجود نہ ہو تو وہی عورتیں کہنیوں تک اس میت کا تیمّم کر دیں۔ (آپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر) اور پردہ کی جگہ دیکھنے

سے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۵ جلد اول۔ آپ کے مسائل ص ۱۰۰ جلد ۳)

مخنث میت کے غسل کی تفصیل

سوال: اگر خنثیٰ مشکل مر جائے تو اس کو مرد غسل دیں یا عورتیں؟

جواب: جہاں تک ہو سکے خنثیٰ کو سب احکام میں مرد یا عورت کے حکم میں شمار کیا جائے گا۔ اگر اس میں علامات مرد کی زیادہ ہو مثلاً ڈاڑھی نکل آئے یا مرد کی پیشاب گاہ کی طرح پیشاب گاہ ہو یا اس سے کسی عورت کو حمل ہو گیا ہو، تو اس کو مرد سمجھا جائے گا، اور اگر عورت کی علامات زیادہ ہو مثلاً حاملہ ہو گئی یا پستان ظاہر ہو گئے یا حیض آنے لگے یا عورت کی پیشاب گاہ جیسی پیشاب گاہ ہو تو اس کو عورت شمار کریں گے اور اگر دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہو تو جہاں سے پہلے نکلتا ہو، اسی کا اعتبار ہوگا، اور اگر حالت مشتبہ ہو کہ کسی وجہ سے مرد یا عورت ہونے کو ترجیح نہ دے سکیں تو اس کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں۔ (یعنی مشکل میں ڈالنے والا کہ معلوم ہی نہ ہو سکے کہ مرد ہے یا عورت؟)

اگر خنثیٰ مشکل چار سالہ ہے یا اس سے کم عمر کا ہو تو اس کو عورت بھی غسل دے سکتی ہے مرد بھی، اور اگر چار سال سے زائد ہو تو نہ مرد غسل دے اور نہ عورتیں بلکہ اس کو تیمم کرایا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۱ جلد چہارم بحوالہ دار العلوم ص ۸۰۶ وص ۳۷۸ جلد اول، کشف الاسرار ص ۴۱ جلد اول وفتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۲ جلد پنجم)

مسئلہ: خنثیٰ مشکل یعنی جس کی جنس کا تعین نہ کیا جا سکے جو مکلف یا بالغ ہونے کے قریب ہو، وہ کسی میت مرد یا عورت کو غسل نہ دے، اور نہ کوئی مرد یا عورت اس کو غسل دے، ہاں اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اس کو تیمم کرا دیں۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۶ جلد اول)

خنثیٰ مشکل میت کو غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمم کرا کر کفن پانچ کپڑوں میں عورتوں کی طرح دیا جائے مگر ریشم نہ ہو اور نہ زعفران کا رنگا ہو۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۱ جلد ۳ فتاویٰ سراجیہ ص ۲۲ جلد اول بحوالہ شامیہ ص ۹-۳ جلد اول)

مسئلہ: خنثیٰ نابالغ بچہ جس کی شناخت نہیں ہو سکتی کہ لڑکا ہے یا لڑکی تو اس کی نماز جنازہ میں اختیار ہے چاہے لڑکے والی دعاء پڑھیں یا لڑکی والی۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۰۲)

جذامی یعنی برص کے مریض کو غسل کون دے؟

مسئلہ: جس کو جذام کا مرض ہو، اس کے مرنے پر اگر اس کو ہاتھ لگا کر غسل دینا دشوار ہوتو اس پر (مرد میت پر مرد اور عورت میت پر عورت) لوٹے وغیرہ سے پانی بہا دیا جائے، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ہاتھ پر تھیلی وغیرہ باندھ کر صرف تیمّم کرادیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۵ جلد ۴، فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۵۲ جلد پنجم)

شیعہ کو غسل دینا

سوال: اگر شیعہ مرجائے اور کوئی شیعہ نہ ہوتو کیا مسلمان اس کو غسل دے سکتے ہیں؟
جواب: اس کو مسلمان غسل دے کر دفن کر دیں، مگر غسل کفن اور دفن سنت کے مطابق نہ کریں، بلکہ اس پر پانی بہا کر کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈال دیں۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۳۱ جلد)

پانی میں ڈوبنے والے کو غسل دینا؟

مسئلہ: اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مرگیا ہوتو وہ جس وقت نکالا جائے، اس کو غسل دینا فرض ہے۔ پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہ ہوگا، اس لیے کہ میت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا، ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے میت کو تین غوطے پانی میں (حرکت) دے دیں تو غسل ہوجائے گا، اسی طرح اگر میت کے اوپر بارش برس جائے یا اور کسی طرح پانی پہنچ جائے تب بھی غسل دینا فرض رہے گا۔
(علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد دوم، فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۴ وص ۱۰۵ جلد پنجم، مظاہر حق ص ۴۱۴ جلد دوم، بحرالرائق ص ۱۷۴ جلد اول، فتاویٰ قاضی خان ص ۸۹ جلد اول امدادالفتاویٰ ص ۳۷ جلد اول)

سیلاب میں مرنے والے کو غسل دینا

مسئلہ: سیلاب سے جو لاشیں مسلمانوں کی ملیں ان کو غسل دینا فرض ہے، بغیر غسل کے بھی نماز جنازہ صحیح ہوجائے گی، مگر غسل نہ دینے والے گنہگار ہونگے، صحت نماز کے لیے سیلاب کا غسل کافی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۷ جلد چہارم)

سیلاب میں جو لاشیں پائی جائیں، اگر میت میں مسلمان کی کوئی علامت پائی جائے تو اس کو مسلمان سمجھا جائے گا، اور اگر کوئی علامت نہ ہو تو دار الاسلام میں ہونے کی وجہ سے اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا، اس لیے غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۲۶ جلد ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۸۰۵ جلد اول)

کافر اور مسلمان کی نعشیں مل جائیں تو غسل کا حکم؟

مسئلہ: اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کے نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز، علامت نہ باقی رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا، اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہی کو غسل دیا جائے۔ کافروں کی نعشوں کو غسل نہ دیا جائے۔

(علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد دوم و احسن الفتاویٰ ۲۲۶ جلد ۴)

مسئلہ: اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اس کی کو نعش اس کے کسی ہم مذہب کو دے دی جائے، اور اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو، یا وہ لینا قبول نہ کریں تو بوجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر رشتہ دار کو غسل دے، مگر مسنون طریقے سے نہیں، یعنی اس کو وضو نہ کرائے، نہ سر صاف کیا جائے اور نہ کافور وغیرہ اس کے بدن پر ملا جائے اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد ۲)

مسئلہ: اور اگر مردہ کافر ہے اور مسلمان ولی کے سوا کوئی اس کا ولی نہیں ہے تو مسلمان ولی اس میت پر پانی بہا دے، یعنی اس کے غسل میں کوئی مسنون اہتمام نہ ہو۔

(کشف الاسرار ص ۴۱ جلد اول)

باغی اور مرتد کو غسل دینا؟

مسئلہ: باغی لوگ یا ڈاکو اگر مارے جائیں تو ان مردوں کو غسل نہ دیا جائے، بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہو۔ (یہ ان کی غلط حرکت کی وجہ سے ہے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو)۔

مسئلہ: مرتد (اسلام سے پھر جانے والا) اگر مر جائے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے مذہب والے اس کی نعش کو مانگیں تو ان کو نعش نہ دی جائے۔ (علم الفقہ ص ۲۰۴ جلد ۲)

شہید کو غسل دینا؟

مسئلہ: جس شہید میں شہادت کی سب شرائط پائی جائیں، اس کو غسل نہ دیا جائے اور نہ اس کا خون جسم سے صاف کیا جائے، اور اگر کسی شہید میں سب شرائط نہ پائی جائیں تو غسل بھی دیا جائے گا اور نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۲۰۵ جلد دوم)

خودکشی کرنے والے کو غسل دینا؟

مسئلہ: خودکشی کرنے والے کو بھی غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی اس پر پڑھی جائے گی، البتہ حاکم وقت، خطیب یا اور کوئی بڑا آدمی نماز جنازہ نہ پڑھائے بلکہ کوئی عام مسلمان نماز پڑھادے۔ (نماز مسنون ص ۷۲۵)

(بڑا عالم یا کوئی بڑی شخصیت اس کی نماز جنازہ پڑھ تو سکتے ہیں لیکن خود جنازہ نہ پڑھائیں تا کہ لوگوں کو عبرت ہو، اس غلط حرکت پر (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

پیدائش کے وقت زندگی کے آثار ہوں تو غسل کا حکم؟

مسئلہ: بچہ کے بدن کا اکثر حصہ باہر آنے تک آثار زندگی کے باقی رہیں یعنی سر کی طرف پیدا ہو تو سینہ تک اور اگر پاؤں کی طرف سے پیدا ہو تو ناف تک نکلے، اس وقت تک آثار حیات باقی رہیں تو بچہ زندہ شمار ہوگا اور مسنون طریقہ سے اس کی تجہیز و تکفین (غسل وغیرہ) کی جائے گی اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا، اور اگر اکثر حصہ باہر نکلنے سے پہلے مر جائے تو وہ مردہ شمار ہوگا، اس کو دھو کر (بغیر غسل کے) پاک کپڑے میں لپیٹ کر بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۶ جلد ۵ بحوالہ شامی ص ۸۳۰ جلد اول علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد دوم)

مسئلہ: جو بچہ زندہ پیدا ہو پھر تھوڑی ہی دیر میں مر گیا یا فوراً پیدا ہوتے ہی مر گیا تو اس کو بھی سنت طریقے سے غسل دیا جائے اور کفنا کر نماز پڑھی جائے۔ (بہشتی زیور ص ۵۵ جلد ۲)

مردہ پیدا ہونے والے بچے کے غسل کا حکم؟

مسئلہ: اسقاط کی صورت میں اگر کوئی عضو بن گیا ہو مگر پورا جسم نہ بنا ہو تو اس پر پانی بہا کر

کپڑا لپیٹ کر کہیں دفن کر کے زمین ہموار کردی جائے، اور کفن میں مسنون طریقے کی رعایت نہیں کی جائے گی اور اگر پورا جسم بن چکا ہو تو غسل، کفن، دفن بطریق مسنون میں اختلاف ہے، بطریق مسنون کا قول احوط اور دوسرا ایسر ہے۔ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، البتہ پیدا ہو نے کے بعد مرا تو نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور سنت کے مطابق قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۰۶ جلد ۴)

مسئلہ: جو بچہ ماں کے پیٹ سے ہی مرا پیدا ہو۔ پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی، اس کو بھی مسنون طریقے سے غسل دو، لیکن مسنون کفن نہ دو بلکہ کسی ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دو۔ (بہشتی زیور ص ۵۵ جلد دوم)

مردہ بچہ کو نرس کے دیئے ہوئے غسل کا حکم؟

سوال: ہمارے یہاں پر زچگی (وضع حمل) ہسپتالوں میں ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے تو اس مردہ بچہ کو ہسپتال میں نرس تیار (غسل وکفن) کر دیتی ہے، اور اس کو براہ راست قبرستان میں دفنا دیا جاتا ہے، گھر پر اسے غسل نہیں دیا جاتا، کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مسلم کے ہاتھوں سے دیا گیا غسل، غسل کے حکم میں تو آتا ہے، اس لیے کہ غسل دینے والے کا مکلف ہونا شرط نہیں ہے۔ (شامی ص ۸۰۵ جلد اول)

مگر اس میں دو خرابیاں ہیں۔

(۱) غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل، سنت کے مطابق نہیں ہے۔

(۲) مسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین مسلمانوں پر لازم ہے، اس کی ذمہ داری ان پر رہ جاتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کے ہاتھوں مسنون طریقہ کے مطابق غسل دیا جانا ضروری ہے چاہے وہ ہسپتال میں ہو یا گھر میں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۳ جلد اول)

جس کو غسل میت دینا نہ آتا ہو، اگر وہ غسل دے؟

مسئلہ: جسے غسل دینا نہ آئے، اگر وہ غسل دے دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں، لیکن جہاں تک ہو سکے میت کو غسل اس شخص سے دلانا چاہیے جو طریق سنت کے موافق میت کو غسل دے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۹ جلد پنجم)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ میت کونہلانے والا مردہ کا کوئی عزیز واقارب ہو۔ اگر عزیز واقارب غسل دینا نہیں جانتے تو متقی نیک پرہیزگار آدمی غسل دے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول)

مسئلہ: بے نمازی میت کو غسل دے سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نمازی آدمی اور پابند شریعت غسل دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۹۳ جلد دوم، فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۰ جلد پنجم)

مسئلہ: جو حیض یا نفاس والی عورت ہو، وہ مردہ کو غسل نہ دے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔
(بہشتی زیور ص ۶۱ جلد ۲، علم الفقہ ص ۶۴ جلد دوم)

(اور اگر کوئی عورت اس کے علاوہ غسل دینے والی نہ ہو تو مجبوری میں کوئی مضائقہ نہیں دے سکتی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ،)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے وہاں پر غسل دینے والے شخص یا جو غسل دینے کے کام میں شریک ہو، ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ جائے اور غسل دینے والے اگر اس میت میں کوئی عمدہ بات دیکھیں تو لوگوں سے بیان کردیں اور اگر کوئی بری بات دیکھیں تو کسی پہ ظاہر نہ کریں، ہاں اگر میت کوئی مشہور بدعتی ہو اور اس میں کوئی بری بات دیکھیں تو ظاہر کردیں تاکہ اور لوگوں کو عبرت ہو اور وہ اس بدعت کے کرنے سے باز رہیں۔
(علم الفقہ ص ۱۸۶ جلد اول، بحوالہ بحر وعالمگیری)

غسل کے وقت میت کے کپڑے کو پاک کرنا؟

مسئلہ: میت کو غسل دینے کے وقت جو کپڑا میت کی ناف سے لیکر گھٹنوں تک ڈالا جاتا ہے، پہلی مرتبہ میت کی جب نجاست دور کی گئی تو وہ پانی کپڑے کو بھی لگا تو اب وہی کپڑا پاک کرکے رکھ لیں یا دوسرا پاک کپڑا لیں۔ (تین مرتبہ کپڑے پر پانی ڈال دیا جائے پاک ہو جائے گا، اگر دوسرا کپڑا ہو تو وہ لے لیں)۔ (امداد الفتاویٰ باب الجنائز ص ۱۳۷ جلد اول)

مردہ عورت کو غسل دینے میں ستر کی حد کیا ہے؟

سوال: مردہ عورت کو نہلاتے وقت اس کے پورے بدن پر کپڑا ڈالنا ضروری ہے یا مرد کی طرح صرف ناف سے گھٹنوں تک چھپانا کافی ہے؟

جواب: عورت کو عورت سے اس قدر پردہ ہے جتنا مرد کو مرد سے، اس لیے عورت کو (اگر عورت ہی غسل دے تو) نہلاتے وقت صرف ناف سے زانو تک کپڑا ڈالنا کافی ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۲۷ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۰۰ جلد اول)

مردے کے پوشیدہ حصے کو دیکھنا یا ہاتھ لگانا؟

مسئلہ: مردہ کے ستر کا ڈھکنا واجب ہے لہٰذا نہلانے والے کو یا کسی اور شخص کو دیکھنا حلال نہیں ہے۔ اسی طرح اسے ہاتھ لگانا بھی حلال نہیں ہے، لہٰذا غسل دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اس کے ساتھ مقام ستر کو دھوئے۔ (ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ستر کہلاتا ہے) رہا باقی جسم تو اس کو ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر دھونا درست ہے۔

ستر خفیف (عضو مخصوص کے علاوہ حصہ) کو ہاتھ لگانا حرام نہیں ہے حنیفہ کے نزدیک لیکن اس کو ڈھانک کر رکھنا اور ہاتھ نہ لگانا ہی مطلوب ہے ستر غلیظ کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۳ جلد اول)

(یعنی عضو مخصوص کو کسی کپڑے یا دستانے وغیرہ کے بغیر ہاتھ لگانا حرام ہے اور عضو مخصوص کے علاوہ ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ستر خفیف ہے۔)

غسل میت میں ڈھیلے سے استنجاء کرنا؟

مسئلہ: کتب فقہ میں میت کے لیے استنجاء کا حکم تو مصرح ہے، اس لیے ڈھیلے کے استعمال کی صراحت اگر نہ بھی ملے تو بھی چونکہ استنجاء کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی استعمال کیا جاتا ہے اور یہ اس اطلاق میں میت بھی شامل ہے، لہٰذا اس کے لیے بھی ڈھیلے کا استعمال مسنون ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۹ جلد ۴)

مسئلہ: میت کو غسل دینے میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ پہلے (اپنے ہاتھوں میں کپڑا یا دستانے وغیرہ پہن کر ڈھیلے سے صفائی کی جائے یعنی) استنجاء کرایا جائے پھر پانی سے دھویا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۴ جلد ۴)

☆☆

ناخن پالش چھڑائے بغیر غسل میت؟

سوال: ایک بہن کو ناخن پالش لگانے کی عادت تھی، اس کے انتقال کے بعد جب اس کو غسل دیا گیا تو اس کا خیال نہ رہا، غسل دینے کے بعد پتہ چلا کہ ناخن پالش رہ گئی، تو دوبارہ غسل دینا چاہیے یا نہیں؟

جواب: پالش چھڑا کر ناخن دھو دینا کافی ہے، پورے غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ پالش چھڑا کر ناخن دھونا فرض تھا، بغیر چھڑائے غسل صحیح نہیں ہوا، اس لیے نماز جنازہ بھی نہیں ہوئی۔ (جبکہ ناخن پالش نہ چھڑائی گئی ہو)۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۷ جلد ۴)

مسئلہ: ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں ورنہ اس کا غسل صحیح نہ ہوگا۔

(آپ کے مسائل ص ۵۷ جلد ۳)

حائضہ میت کے منہ میں پانی ڈالنا؟

مسئلہ: حالت جنابت میں یا حیض ونفاس کی حالت میں موت واقع ہو جائے تو بھی غسل دیتے وقت منہ اور ناک میں پانی ڈالنا درست نہیں ہے البتہ دانتوں اور ناک میں تر کپڑا پھیر دیا جائے تو بہتر ہے، ضروری نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۳۸ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۸۰۱ جلد اول)

میت کے منہ میں مصنوعی دانت رہ جائیں؟

مسئلہ: اگر میت کے منہ میں سے مصنوعی دانتوں کا نکالنا مشکل ہو، اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو تو منہ کے اندر ہی چھوڑ دیئے جائیں غسل اور دفن میں کوئی محظور نہیں ہے۔ (کوئی حرج نہیں ہے) مال کی حرمت سے میت کی حرمت زیادہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۴۱ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۸۴۰ جلد اول، آپ کے مسائل ص ۷۷ جلد ۳)

مسئلہ: میت کی آنکھوں میں سرمہ لگانا اور سر میں کنگھا کرنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۴۸ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار جلد اول)

مسئلہ: میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے اور ناخن یا بال اس کے نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی مونچھیں کتری جائیں، ہاں اگر کوئی ناخن از خود ٹوٹ جائے تو اس کو علیحدہ کرنے میں کوئی

حرج نہیں۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد ا)

مسئلہ: میت کے بال، مونچھ کا تراشنا، نیز بغل اور زیر ناف کے بالوں کا دور کرنا مکروہ ہے۔ مطلوب شرع میں یہ ہے کہ جس طرح وفات ہوئی، اسی حال میں دفن کیا جائے اگر میت کے جسم سے مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز از خود گر جائے تو اس کو بھی کفن میں رکھ کر ساتھ دفن کر دیا جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۲۰ جلد اول)

غسل کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کس طرح تھے؟

مسئلہ: یہ امر کہیں منقول نہیں ہے کہ غسل کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کس طرف تھے اور سر مبارک کس طرف لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خانہ کعبہ کے بارے میں کہ ''یہ تمہارا قبلہ ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد۔'' اس طرف مشیر ہے کہ جیسے قبر میں میت کو رکھا جاتا ہے، اسی طرح غسل کے وقت لٹا دیا جائے، جیسا کہ اب معلوم ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۲ جلد ۵، رد المختار ص ۷۹۹ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۳ جلد ۹)

مسئلہ: میت کے غسل کے وقت جس طرح چاہیں (مناسب ہو) میت کو لٹا دیں، یہ اصح ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے عرضاً لٹا دیں جیسا کہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قبلہ کی طرف طولاً لٹا دیں، اس صورت میں پیر اور منہ قبلہ کی طرف ہوں گے۔ (امداد الاحکام ص ۸۲۲ جلد اول، آپ کے مسائل ص ۹۸ جلد ۳)

(دونوں صورتیں جائز ہیں، جس طرح بھی سہولت ہو میت کو غسل دینے میں لٹا سکتے ہیں، کیونکہ بعض جگہ غسل کی جگہ قبلہ رخ نہیں ہوتی اور چھوٹی بھی ہوتی ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ،)

میت کے غسل کے لیے گھر کے برتنوں میں پانی گرم کرنا؟

مسئلہ: میت کے غسل کے لیے گھر کے برتنوں میں پانی گرم کرنے اور غسل دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۹ جلد پنجم)

مسئلہ: میت کو کورے یعنی نئے گھڑے (برتن وغیرہ) سے غسل دینا ضروری نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۴ جلد ۱۰) (کوئی بھی برتن ہو، پاک ہونا چاہیے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ،)

میت کو غسل دینے کے لیے کیسا پانی ہو؟

سوال: یہ مشہور ہے کہ میت کے غسل دینے کیلئے پہلا پانی بیری کے پتوں کا جوشاندہ (پکایا ہوا) اور دوسرا پانی مع کافور کے اور تیسرا پانی خالص یعنی سادہ پانی ہو صحیح کیا ہے؟

جواب: علامہ شامیؒ نے میت کے غسل کے بارے میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ پہلے سادہ پانی سے غسل دیا جائے پھر بیری کے پتوں کا پکایا پانی پھر کافور کا ملا پانی ڈالا جائے اور فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اول دو مرتبہ بیری کے پتوں کا پکا ہوا پانی اور تیسرا کافور کا ملا ہوا پانی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۵ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۸۰۲ جلد اول باب الجنائز)

مسئلہ: میت کے غسل کے پانی میں کسی قسم کی نجاست کا اثر ہو اور غسل، کفن، دفن کے بعد معلوم ہو تو میت پر اس کی وجہ سے مؤاخذہ نہیں ہے، وہ مجبور اور معذور ہے اور جس شخص سے بھی اس سلسلہ میں بے احتیاطی ہوئی ہو تو بہ واستغفار کرے اور میت کے لیے دعاء مغفرت کرے اور اس کو ثواب پہنچاتا رہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۷۰ جلد ۵)

(آج کل بیری کے پتوں کا ملنا ہر جگہ مشکل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس چیز سے بھی میت کے میل کچیل وغیرہ کی صفائی اچھی طرح ہو جائیں، یا صابون وغیرہ استعمال کر لیا جائے، محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

غسل سے پہلے میت کو وضو کرانا؟

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ میت کو اسی طرح وضو کرایا جائے جس طرح زندہ انسان نہانے کے وقت جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونے کے لیے وضو کرتا ہے، اس وضو میں کلی کرانا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے، لہٰذا میت کے غسل میں یہ دونوں باتیں نہ کی جائیں تاکہ پیٹ میں پانی جا کر خرابی پیدا نہ کرے، علاوہ ازیں ایسا کرنے میں دشواری بھی ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ میت کو غسل دینے والا اپنی کلمہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھے پر پاک کپڑا لپیٹ کر اس کو پانی سے تر کر لے پھر اس سے میت کے دانتوں اور مسوڑھوں کا مسح کرے، یعنی بھیگی ہوئی کپڑے والی انگلی پھیر دے اور یہ عمل کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا قائم مقام ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۸۲۰ جلد اول)

مسئلہ: نابالغ بچہ و بچی کو بھی موت کے غسل میں وضو کرانا چاہیے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۱۲ جلد چہارم)

مسئلہ: اگر میت کے غسل دینے کی کوئی جگہ الگ ہے کہ پانی کہیں الگ بہہ کر چلا جائے گا تو بہتر ہے ورنہ میت کے تختہ کے نیچے گڑھا کھود لیا جائے تا کہ سب پانی اس میں جمع ہو جائے، اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سب گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں ہے، مقصد صرف یہ ہے کہ آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی پھسل کر نہ گر پڑے۔ (بہشتی زیور ص ۵۲ جلد ۲)

میت کے غسل میں مستحبات

مسئلہ: میت کے غسل میں چند امور مستحب ہے۔ ایک تو یہ کہ تین بار غسل دیا جائے بایں طور کہ ہر بار میت کے پورے جسم پر پانی پہنچ جائے (جس کا طریقہ آگے بتایا جائے گا) ان تین میں سے پہلی دفعہ کا غسل فرض ہے اور اس کے بعد دو غسل سنت ہیں۔

اگر تین بار تمام جسم کو غسل دینے سے میت کا بدن صاف نہ ہو تو تین دفعہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے تا کہ بدن صاف ہو جائے۔ اس کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں ہے، لیکن یہ مستحب ہے کہ غسل کی تعداد طاق ہو چنانچہ اگر مثلاً چار بار دھونے سے مطلوبہ صفائی حاصل ہو جائے تو تب بھی پانچویں بار غسل دیا جائے، وغیرہ۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۷ جلد اول)

مسئلہ: دوسرا امر مستحب یہ ہے کہ آخری بار غسل کے پانی میں کافور وغیرہ خوشبو کی آمیزش کی جائے، ان میں کافور افضل ہے۔

آخری غسل کے علاوہ دوسرے غسل کے پانی میں بیری کے پتے یا کوئی اور چیز میل دور کرنے والی جیسے صابن وغیرہ سے مل لیا جائے تا کہ صفائی حاصل ہو، اور میت کے غسل کے پانی میں خوشبو وغیرہ ڈالنا مستحب ہے، خواہ وہ میت احرام کے لباس میں ہو یا نہ ہو، یہ اس لیے کہ انسان مردہ غیر مکلف ہوتا ہے، لہٰذا موت کے ساتھ ہی احرام بھی ختم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا سر ڈھک دیا جاتا ہے۔ بخلاف اس حالت کے جبکہ وہ زندہ اور احرام کی حالت میں ہو یعنی احرام کی حالت میں تو سر بھی نہیں ڈھکا جاتا اور نہ ہی خوشبو وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے لیکن موت سے یہ سب پابندیاں ختم ہو جاتی ہے۔

(مظاہر حق ص ۴۹۴ کتاب الفقہ ص ۸۱۸ جلد اول)

مسئلہ: امر مستحب یہ ہے کہ میت کو ٹھنڈے پانی سے غسل دیا جائے، بجز اس حال کے جب کہ مجبوری ہو، مثلاً سخت سردی ہو یا میل کچیل دور کرنا ہو اور حنیفہؒ کے نزدیک مردہ کے لیے گرم پانی افضل ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۸ جلد اول)

مسئلہ: چوتھا امر مستحب یہ ہے کہ غسل دینے کے بعد میت کے سر اور داڑھی میں خوشبو لگائی جائے لیکن زعفران نہ ہو۔ اسی طرح ان اعضاء پر خوشبو لگانا مستحب ہے وہ اعضاء یہ ہیں۔ پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں نیز دونوں آنکھوں، اور دونوں کانوں اور دونوں بغلوں کے نیچے بھی لگائی جائے اور بہتر یہ ہے کہ یہ خوشبو کافور ہو۔

(کتاب الفقہ ص ۸۱۸ جلد اول)

مسئلہ: پانچواں امر مستحب یہ ہے کہ میت کے قریب دھونی دی جائے اور دھونی دینا ان موقعوں پر مستحب ہے۔ ایک اس وقت جب میت کی جان قبض ہو رہی ہو پس جب موت کا یقین ہو جائے تو اس کو اونچی جگہ پر جبکہ نیچے زمین پر لیٹا ہوا ہو، مثلاً کسی تخت، پلنگ یا چبوترہ پر رکھا جائے اور اس جگہ رکھنے سے پہلے وہاں پر تین بار یا پانچ بار دھونی دی جائے۔
بایں طور پر کہ انگیٹھی یا دھونی کے برتن کو اس تخت وغیرہ کے ارد گرد تین، پانچ یا سات بار پھرایا جائے، اس سے زیادہ بار نہ پھیرا جائے۔
اس کے بعد میت کو اس پر رکھا جائے۔ دوسرے غسل دینے کے وقت دھونی کی انگیٹھی کو نہلانے کے تختے کے ارد گرد اسی طرح پھیرا جائے۔ تیسرے کفن پہنانے کے وقت اسی طرح کیا جائے۔

مسئلہ: چھٹا امر مستحب یہ ہے کہ غسل دینے کے وقت میت کے تمام کپڑے، سوائے ستر (پوشیدہ حصہ) ڈھکنے والے کپڑے کے اتار دیئے جائیں۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۹ جلد ۱)

(یعنی ستر پر ایک پاک کپڑا ڈال کر غسل دیا جائے۔ محمد رفعت غفرلہ،)

میت کے پاس غسل سے پہلے تلاوت کا حکم

سوال: میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے پاس قرآن کریم پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: میت کو کپڑے سے ڈھانک دیا جائے تو اس کے پاس تلاوت میں کوئی

حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے، اور نہلانے کے بعد بہر صورت کوئی کراہت نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص۲۴۲ جلد۴)

مسئلہ: میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے پاس (بغیر ڈھانکے) قرآن کریم کی تلاوت مکروہ اور منع ہے، البتہ تسبیح پڑھی جاسکتی ہے، (یا) دوسرے کمرہ میں دور بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۹۲ جلد سوم)۔ نور الایضاح ص۱۳۳، فتاویٰ محمودیہ ص۴۵ جلد۱۲)

مسئلہ: حیض ونفاس والی عورت اور جس کو غسل کی حاجت (ناپاک) ہو، مردہ کے پاس نہ رہے (اولیٰ یہی ہے)۔ (بہشتی زیور ص۶۱ جلد دوم۔ علم الفقہ ص۶۴ جلد دوم)

میت کو غسل دینے کا مسنون و مستحب طریقہ

(۱) حنیفہؒ کے نزدیک غسل دینے کے وقت میت کو کسی اونچی چیز مثلاً نہلانے کے پڑے پر رکھا جائے پھر غسل دیتے وقت تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھونی دی جائے، بایں طور کہ دھونی کی انگیٹھی کو اتنی بار پڑے کے گرد پھرایا جائے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا پھر میت کے تمام کپڑے سوالباس ستر کے اتار دیے جائیں، اور مستحب یہ ہے کہ میت کے پاس غسل دینے والا یا اس کے معاون کے سوا اور کوئی نہ ہو۔ پھر غسل دینے والے کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ پر (کپڑا یا دستانے یا) دھجی لپیٹ لے اور اسے تر کر کے اگلی پچھلی شرمگاہوں کو دھوئے، یعنی استنجاء کرائے پھر وضو کرائے اور وضو میں ابتداء چہرہ کو دھونے سے ہونی چاہیے، کیونکہ ہاتھ دھونے سے وضو کی ابتداء زندوں کے لیے ہے، جو خود غسل کرتے ہیں، انہیں ضروری ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھوں کو دھولیں لیکن میت کو دوسرا شخص غسل کراتا ہے، اس لیے میت کو غسل دینے میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے بجائے دانتوں اور نتھنوں کو دھجی سے صاف کرنا ہوتا ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا۔ اس کے بعد میت کے سر اور داڑھی کے بالوں کو کسی میل کے کاٹنے والی چیز مثلاً صابن وغیرہ سے دھونا چاہیے۔ بال نہ ہو تو صابن وغیرہ سے سر کو دھویا نہ جائے پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا دیا جائے، تاکہ پہلے دائیں پہلو کو دھویا جائے پس دائیں پہلو پر پانی سر سے پاؤں کی طرف تین بار بہایا جائے، یہاں تک کہ نچلی طرف پانی بہہ جائے اور پیٹھ دھونے کے لیے چہرے کے بل اوندھا نہ لٹایا جائے، بلکہ پہلو کی جانب سے

اس طرح بہایا جائے کہ پانی تمام جگہ پہنچ جائے۔ یہ پہلا غسل ہوا! اگر اس طرح تمام بدن پر پانی بہہ جائے تو فرض کفایہ ادا ہو گیا۔ اس کے بعد دو غسل اور دیئے جائیں تو سنت اداء ہو جائے گی۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو دوسری بار دائیں کروٹ لٹایا جائے اور پھر بائیں پہلو پر تین بار اسی طرح پانی ڈالا جائے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا پھر نہلانے والے کو چاہیے کہ میت کو بٹھائے اور اس کو اپنے سہارے پر رکھ کر آہستہ آہستہ اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرے اور اس طرح کرنے سے کچھ خارج ہو، تو اسکو دھو ڈالے۔ یہ دوسرا غسل ہے، اس کے بعد میت کو بائیں کروٹ پر لٹا دیا جائے اور بطریق سابق پانی بہایا جائے، یہ تیسرا غسل ہو گیا۔ ابتدائی دو غسل گرم پانی سے اور میل کاٹنے والی شے جیسے بیری کے پتے اور صابن وغیرہ کے ساتھ دیئے جائیں۔ تیسرے غسل میں پانی میں کافور کا استعمال کیا جائے۔ اس کے بعد میت کے بدن کو پونچھ کر خشک کر لیا جائے اور اس پر خوشبو مل دی جائے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا۔

واضح ہو کہ غسل کے صحیح ہونے کے لیے نیت ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح از روئے تحقیق فرض کفایہ کی ادائیگی کے لیے نیت شرط نہیں ہے، البتہ ادائے فرض کفایہ پر ثواب حاصل کرنے کے لیے نیت شرط ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب اربعہ ص ۸۲۲ جلد ا تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ علم الفقہ ص ۱۸۶ جلد ۲، فتاوی دار العلوم ص ۲۵۴ جلد ۵ بحوالہ رد المختار ص ۸۰۳ جلد اول)

مسئلہ: ایک مرتبہ مردہ کو غسل دینا فرض ہے اور تین مرتبہ مسنون ہے اور میت کو بغیر نیت کے نہلانے سے بھی غسل ہو جاتا ہے اور وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (درمختار ص ۸۳۵ جلد اول)

مسئلہ: اگر مردہ کا کوئی عضو خشک رہ گیا ہو اور کفن پہنانے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر صرف اس عضو کو دھونا چاہیے (غسل لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے)۔ ہاں اگر کوئی انگلی یا اس کے برابر کوئی حصہ خشک رہ جائے تو کفن پہنانے کے بعد یاد آنے پر دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (درمختار ص ۸۳۵ جلد اول)

غسل دینے کے بعد میت سے نجاست کا نکلنا؟

مسئلہ: اگر میت کو غسل دینے کے بعد میت کے جسم سے نجاست خارج ہو، اس سے کوئی حرج نہیں ہے، خواہ وہ اس کے کفن یا بدن سے لگ جائے، البتہ کفن پہنانے سے پہلے صفائی

کے خیال سے اس کو دھونا ڈالنا چاہیے لیکن یہ امر نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے۔ کفن پہنانے کے بعد نجاست خارج ہوئی تو اس کو دھونا نہیں چاہیے کیونکہ دھونے میں دشواری اور حرج ہے۔ بخلاف اس صورت کے جب کہ کفن ہی نجاست سے آلودہ ہو، یعنی ناپاک کفن دیا گیا ہوگا تو نماز جنازہ درست نہ ہوگی۔ (کتاب الفقہ ص ۸۲۱ جلد اول)

مسئلہ: اگر میت کا پیٹ دبانے سے کوئی نجاست نکلے تو اس کو دھویا جائے گا (جبکہ غسل دیا جا رہا ہو) مگر اس کی وجہ سے وضو اور غسل دہرایا نہیں جائے گا۔ (درمختار ص ۸۳۱ جلد اول)

مسئلہ: اگر کفن پہنانے کے بعد میت سے نجاست نکلے تو اس کا دھونا ضروری نہیں ہے خواہ میت کے بدن پر ہو یا کفن پر، بغیر دھوئے نماز جنازہ صحیح ہے یہ حکم خود میت سے نکلنے والی نجاست کا ہے، خارجی نجاست کا دھونا ضروری ہے، بلا دھوئے نماز نہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۹۷ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۱۲ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۱۱ جلد ۱)

غسل میت کے متفرق مسائل

مسئلہ: میت کو غسل دیتے وقت زخم سے اگر پٹی لگی ہو تو وہ اتار دی جائے۔

(آپ کے مسائل ص ۹۹ جلد ۳)

مسئلہ: اگر میت کو غسل دے کر میت کو ایک رات گھر میں رکھا جائے تو دوسرے دن ایک بار غسل دینے کے بعد دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ۹۸ جلد ۳)

مسئلہ: شوہر کو بیوی کے مرنے کے بعد صرف منہ دیکھنے کی اجازت ہے، ہاتھ لگانے کی نہیں، غسل دینا بھی شوہر کے لیے درست نہیں ہے، کاندھا دینا محرم اور غیر محرم سب کو درست ہے، اگر ضرورت ہو تو قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۵ جلد دوم، فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۳ جلد ۵)

مسئلہ: اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہو، یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو، یا غسل کے ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم نہ کرایا گیا ہو اس کی نماز جنازہ درست نہیں، ہاں اگر اس کا طاہر کرنا یعنی پاک کرنا ممکن نہ ہو مثلاً بغیر غسل یا بغیر تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہو اور قبر پر مٹی پڑ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی میت پر بے غسل و بے تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو، اور بعد

دفن کے خیال آئے کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے گی اس لیے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں ہے، لہٰذا نماز ہو جائے گی۔
(علم الفقہ ص ۱۹۲ جلد ۲)

مسئلہ: اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے یعنی ملے تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ یوں ہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی کا نصف سے زیادہ بدن ملے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا بغیر سر کے، اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں، اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بغیر سر کے۔ (بحر الرائق ص ۱۷۴ جلد اول فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۹ جلد اول در مختار ص ۸۳۵ جلد اول وشامی ص ۸۰۹ جلد اول)

مسئلہ: جب تک میت کے جسم کا بیشتر حصہ یا نصف حصہ مع سر کے نہ پایا جائے غسل دینا ضروری نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۲ جلد اول)

مسئلہ: اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا اور پھر پانی مل جائے تو پھر غسل دینا چاہئے۔

مسئلہ: جب میت کو غسل دے چکیں اور اس کی تری کپڑے وغیرہ سے نچوڑ کر دور کر دیں تو کفن پہنایا جائے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۹ جلد دوم)

مسئلہ: مردہ کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے غسل کو غسل کر لینا بہتر (مستحب) ہے تاکہ میت کو غسل دینے کے دوران جو چھینٹیں دغیرہ پڑگئی ہوتو وہ دور ہو جائیں، اور نظافت و پاکیزگی حاصل ہو جائے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۳ جلد ۴، آپ کے مسائل ص ۹۹ جلد ۳، مظاہر حق ص ۲۸۱ جلد اول)

میت کو غسل کے بعد کفن کیسا دیا جائے؟

مسئلہ: سب سے زیادہ پسندیدہ کفن وہ ہے جو سفید کپڑے کا ہو، خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ ہر ایسا لباس جس کا پہننا مردوں کو زندگی میں مباح ہے، مرنے کے بعد اس کا کفن مباح ہے، اور ہر ایسا لباس جس کا زندگی میں پہننا مکروہ ہے، اس کا کفن بھی مکروہ ہے، لہٰذا مردون کو ریشم اور زرد رنگ اور زعفرانی رنگ وغیرہ کے کپڑے کا کفن مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس کے علاوہ کوئی اور

کپڑا مہیا نہ ہو سکے تو دوسری بات ہے، البتہ عورت کے لیے ایسے کپڑے کا کفن جائز ہے۔
(یعنی رنگین بھی عورتوں کو دے سکتے ہیں)

اور مرد کے کفن کا ایسا کپڑا دیکھا جائے جیسا کہ وہ عیدین کی نماز کے لیے پہن کر جاتا ہے اور عورت کے لیے ایسا کپڑا دیکھا جائے گا کہ جو وہ ماں باپ کے گھر جانے کے لیے پہنتی ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۲۹ جلد ۱)

مسئلہ: میت کو (غسل کے بعد) کفنانا یعنی کفن پہنانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ اگر کچھ لوگ اس کام کو انجام دے لیں تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے۔ کم سے کم کفن اتنا ہونا چاہیے کہ میت کا تمام بدن ڈھک جائے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اگر اس سے کم ہو تو فرض کفایہ مسلمانوں کے ذمہ سے ادا نہ ہوگا۔

مسئلہ: میت کا کفن اسی کے خالص ذاتی مال سے ہونا چاہیے جس کے ساتھ کسی غیر کا حق وابستہ نہ ہو، جیسے رہن کی صورت میں ہوتا ہے، اگر اس کا خالص مال موجود نہ ہو تو اس کفن اس شخص کے ذمہ ہے جس پر اس کی زندگی میں اس کا نفقہ (ضروری خرچ) واجب تھا۔

مسئلہ: اگر میت کسی کی بیوی ہو اور اس کے ترکہ میں سے مال ہو تو بھی صاحب حیثیت خاوند پر اپنی بیوی کا کفن دینا واجب ہے۔ (بعض جگہ میکے والوں پر یعنی لڑکی کے والدین یا بھائی وغیرہ کو کفن وغیرہ کے اخراجات کے دینے کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ رسم غلط ہے)

اگر ایسا شخص موجود نہ ہو جس پر میت کا نفقہ لازم ہے تو بیت المال سے کفن کا خرچ حاصل کرنا چاہیے بشرطیکہ مسلمانوں کا بیت المال ہو اور لینا بھی ممکن ہو، ورنہ صاحب مقدور مسلمانوں پر اس کا مہیا کرنا واجب ہے، اور اسی میں جنازہ کے دوسرے اخراجات بھی شامل ہیں، مثلاً قبرستان تک لے جانے اور دفنانے وغیرہ کے مصارف وغیرہ۔

(کتاب الفقہ ص ۸۲۷ جلد اول)

مسئلہ: واضح ہو کہ کفن کی تین قسمیں ہیں: کفن سنت، کفن کفایہ اور کفن ضرورت،

اب یہ تینوں قسم کے کفن یا تو مرد کے لیے ہوں گے یا عورت کے لیے، مرد اور عورت کے کفن سنت میں قمیص، ازار اور چادر شامل ہیں۔

قمیص گردن کی جڑ سے لے کر پیروں تک ہوتی ہے اور ازار ماتھے سے قدم تک ہوتی ہے اور چادر بھی۔ اسی طرح عورت کے لیے ان کے علاوہ ایک اور اوڑھی ہوگی جو چہرے کو ڈھکے اور ایک سینہ بند جو عورت کی چھاتیوں پر باندھا جائے، قمیص میں آستین نہیں ہوتی اور نہ دامن کے چاک ہو اور چادر سر اور پیر کی طرف سے بڑھی ہوئی ہونی چاہیے تاکہ اسے سکڑ کر اوپر نیچے سے باندھ دیا جائے تاکہ میت کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آئے اور یہ بھی جائز ہے کہ اگر کفن کے کھل جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو درمیان میں کفن کے کپڑے کی فالتو دھجی (کترو غیرہ) نکال کر اسے باندھ دیا جائے۔

مسئلہ: عورت کے کفن کفایہ کے لیے ایک ازار اور ایک چادر مع اوڑھنی اور سینہ بند کے کافی ہے قمیص کو چھوڑ دیا جائے، اس قدر کفن بھی بلا کراہت جائز ہے۔

مسئلہ: کفن ضرورت وہ ہے جو ضرورت کے وقت میسر ہو جائے خواہ وہ صرف ایک ستر عورت کے لیے کافی ہو۔ (یعنی خواہ وہ صرف ایک ہی پوشیدہ حصے کے لیے ہو)۔

مسئلہ: اگر اتنا بھی کپڑا کفن کا مہیا نہ ہو سکے تو غسل دینے کے بعد "اذخر" (ہری گھاس وغیرہ) سے ڈھک دیا جائے اور دفن کے بعد قبر پر نماز پڑھی جائے۔

مسئلہ: اگر میت کی لٹیں ہو تو انہیں کرتے اور ازار کے درمیان رکھ دیا جائے اور کفن کو خوشبو کی دھونی دینا مستحب ہے۔

(واضح ہو کہ اگر میت کا مال تھوڑا ہو اور وارثوں کی تعداد زیادہ ہو، یا میت مقروض ہو تو کفن کفایت پر اکتفاء کرنا چاہیے۔

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھائی جائے، اس کے اوپر ازار (تہبند) پھیلائی جائے۔ پھر میت کو ازار کے اوپر لٹایا جائے اور قمیص پہنائی جائے پھر ازار کو میت کے اوپر دائیں جانب سے لپٹا جائے، اس کے بعد بائیں جانب سے۔

اور اگر میت عورت ہو تو چادر اور ازار بچھا کر ازار کے اوپر میت کو رکھا جائے، پھر کرتا پہنایا جائے اور بالوں کی دونوں لٹوں کو اس کے سینے پر کرتے کے اوپر رکھا جائے جس کے اوپر اوڑھنی ڈالی جائے پھر ازار اور چادر کو اس پر لپیٹ دیا جائے پھر کفن کو اوپر سے اور پیروں

کی طرف سے دھجی کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۳ ج ۱) (اور قبر میں کھول دیا جائے)

مسئلہ: عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے ایک کرتہ، دوسرے ازار (تہبند) تیسرے سربند۔ چوتھے چادر (لپوٹ کی چادر) پانچویں سینہ بند، ازار سر سے لے کے پاؤں تک ہونی چاہیے اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہو اور کرتا گلے سے لے پاؤں تک ہو، لیکن نہ اس میں کلی ہو نہ آستین۔ اور سربند (دوپٹہ تین ہاتھ لمبا ہو) اور سینہ بند چھاتیوں سے لے کر رانوں تک چوڑا ہو اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے۔ (امداد الفتاویٰ باب الجنائز ص ۱۳۸ جلد اول)

مسئلہ: اگر پانچ کپڑوں میں نہ کفنائے بلکہ فقط تین کپڑے کفن میں دے تو ایک ازار (تہبند) دوسرے چادر اور تیسرے سربند تو یہ بھی درست ہے اور اتنا کفن بھی کافی ہے اور تین کپڑوں سے کم دینا مکروہ ہے۔ ہاں اگر مجبوری اور لاچاری ہو تو کم دینا بھی کافی ہے اور تین کپڑوں سے کم دینا بھی درست ہے۔ (پلنگ کے اوپر جو چادر ڈالی جاتی ہے وہ کفن سے الگ ہوتی ہے اور بعض جگہ جنازہ کے لیے جو مصلے یعنی جاء نماز کفن کے کپڑے میں سے نکالتے ہیں، اس کا ثبوت نہیں ہے)۔

مسئلہ: سینہ بند اگر چھاتیوں سے لے کر ناف تک ہو تب بھی درست ہے لیکن رانوں تک ہو نا زیادہ اچھا ہے۔ (بہشتی زیور ص ۵۴ جلد ۲ بحوالہ بحر ص ۲۸۹ جلد دوم)

مسئلہ: مرد میت کے کفن میں اگر دو ہی کپڑے ہو یعنی چادر اور ازار بند (تہبند) اور کرتہ نہ ہو تب بھی کچھ حرج نہیں ہے، دو کپڑے بھی کافی ہیں اور دو کپڑے سے کم دینا مکروہ ہے، لیکن مجبوری اور لاچاری ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۵۶ جلد ۲)

مسئلہ: بالغ نابالغ محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔

مسئلہ: جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو یا حمل ساقط ہو جائے تو اس کے لیے صرف ایک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے، کفن مسنون کی ضرورت نہیں ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۹۰ جلد دوم)

مسئلہ: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں اس وقت آئے جب کہ امام تکبیر اولیٰ کہہ چکا ہو اور ثناء پڑھنے میں مصروف ہو، یا دوسری تکبیر بھی ہو چکی ہے اور امام درود

پڑھ رہا ہے، یا تیسری تکبیر بھی ہو چکی ہے اور امام دعاء پڑھنے لگا ہے تو مقتدی سر دست کوئی تکبیر نہ کہے، بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے اور اس کے ساتھ تکبیر کہے اور اگر انتظار نہ کیا اور تکبیر کہہ لی تو نماز فاسد ہوگی، لیکن یہ تکبیر نماز جنازہ کی تکبیروں میں شمار نہ کی جائیں گی۔

مسبوق (بعد میں شامل جماعت ہونے والے) کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد رہی ہوئی تکبیروں کو پورا کرے، بشرطیکہ جنازہ کو فوراً نہ اٹھالیا گیا ہو، اگر جنازہ اٹھالیا گیا ہو تو چاہیے کہ سلام پھیر دے اور فوت شدہ (رہی ہوئی) تکبیروں کو پورا نہ کریں۔

اگر مقتدی اس وقت پہنچے جبکہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو، لیکن ابھی تک سلام نہ پھیرا ہو تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے پھیرنے کے بعد اپنی نماز بموجب طریقہ سابقہ پوری کرے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۴۸ جلد اول)

☆ ختم شد ☆

محمد رفعت قاسمی غفرلہ،

ولوالدیہ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب،

بحرمۃ سید المرسلین وخاتم النبیین ﷺ

خادم الله رئیس دار العلوم دیوبند

مؤرخہ یکم شعبان ۱۴۱۸ھجری

مطابق ۲ دسمبر ۱۹۹۷ء۔

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف و مؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی اعظم محمد شفیع صاحب	ربانی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور احمد نعمانی علیہ الرحمۃ	الفرقان بک ڈپو اسنیا گاؤں لکھنو
فتاویٰ دار العلوم	مفتی عزیز الرحمن صاحب سابق مفتی اعظم دیوبند	مکتبہ دار العلوم دیوبند
فتاویٰ رحیمیہ	مولانا سید عبد الرحیم صاحب	مکتبہ منشی اسٹریٹ راندیر سورت
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود صاحبؒ مفتی اعظم دیوبند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
فتاویٰ عالمگیری	علماء وقت عہد اورنگ زیب	شمس پبلشرز دیوبند
کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
علم الفقہ	مولانا عبد الشکور صاحب لکھنویؒ	------
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ	-----
امداد المفتین	مفتی محمد شفیع صابؒ مفتی اعظم پاکستان	-----
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبد الرحمن الجزریؒ	اوقاف پنجاب لاہور پاکستان
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صابؒ مفتی اعظم پاکستان	عارف کمپنی دیوبند
رد المختار	علامہ ابن عابدینؒ	پاکستانی
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی	مکتبہ تھانوی دیوبند

معارف مدینہ	مولانا حسین احمد صاحب مدنی	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ ندوۃ المصنفین
الترغیب والرہیب	مولانا ذکی الدین عبد العظیم المنذری	
احسن الفتاوی	فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب	سعید کمپنی کراچی (پاکستان)
نظام الفتاوی	حضرت مولانا نظام الدین صاحب	اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی
فتاوی محمدیہ	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
الجواب المتین	ایضاً	ایضاً
رکن دین	مولانا رکن الدین علیہ الرحمۃ	اشاعت الاسلام دہلی
اسرار شریعت	مولانا محمد فضل صاحب	پنجاب پاکستان
کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام امام غزالیؒ	ادارہ رشیدیہ دیوبند
غنیۃ الطالبین	شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ	مسلم اکیڈمی سہارنپور
اشرف الجواب	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	اشرف المواعظ دیوبند
المصالح العقلیہ	ایضاً	ایضاً
اغلاط العوام	ایضاً	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
فضائل نماز	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ	دار الاشاعت دہلی
نماز مسنون	مولانا صوفی عبد الحمید صاحب	اعتقاد پبلشنگ ہاوس دہلی
مظاہر حق جدید	نواب قطب الدین خانؒ	
آپ کے مسائل اور انکا حل	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
امداد الاحکام	مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ومولانا عبد الکریم صاحب	مکتبہ دار العلوم کراچی
حجۃ اللہ البالغہ	شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	دار الکتاب دیوبند